دوسرا گناہ

محی الدین نواب

زندگی کو ایک معما کہا جاتا ہے مگر زندگی کے تجربے سے گزرنے والی عورت کو بھی ایک معما ہی کہتے ہیں۔ یہ معما اس وقت اور پُر اسرار و پیچیدہ ہوجاتا ہے جب انسانی احساسات و جذبات کا کھیل شروع ہوجاتا ہے۔ اس سنگ تراش کے جذبات و مشاہدات کا احوال جو دو عورتوں کے درمیان آگیا تھا۔ دونوں اس کی زندگی میں اہم مقام حاصل کرنے میں کامیاب رہیں لیکن وہ انہیں سمجھنے میں ناکام رہا۔ وہ ایک تخلیق کار تھا اور اپنے مشاہدات کی روشنی میں قائم ہونے والے نظریات کو اپنے فن کے ذریعے دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہتا تھا۔

محبت، رقابت اور ازدواجی زندگی کے تجربات کی عکاس ایک دل گداز کہانی

کاوش کے چہرے پر وحشت سی تھی۔ اپنے خوبصورت بیڈ روم کے بستر پر اس کی پھیلی ہوئی ٹانگوں میں تناؤ سا تھا۔ کمر سے اوپر اس کا جسم بیڈ کے سرہانے سے ٹکا ہوا تھا۔ اس کی نگاہیں دروازے پر جمی ہوئی تھیں جہاں سے اس کی بیوی ابھی ابھی باہر گئی تھی۔ جتنے منٹ وہ کمرے میں رہی تھی، کاوش کی زبان سے لفظوں کی صورت میں انگارے اگلتے رہے تھے۔

پھر جب کچھ وقت گزر گیا تو کاوش کے چہرے سے غصے کے تاثرات بالکل ختم ہوگئے۔ ان کی جگہ ایک غمناک سی اداسی نے لے لی جس میں وحشت بھی تھی۔ اس کی آنکھیں کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ چند لمحے بعد اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے اپنے جسم سے چادر سرکائی اور بستر پر پیر لٹکا کر بیٹھ گیا۔ اس وقت اس کی نظر اپنے پالتو کتے پر پڑی جسے وہ اپنے کمرے ہی میں سلایا کرتا تھا۔ کتے کے لیے اس نے ایک چھوٹا سا بیڈ بنوایا تھا۔ انسانوں کے کام میں آنے والے کسی اصل بیڈ [illegible] آتا۔

بستر پر کاوش [illegible] کیا جاگ گیا۔ ممکن ہے وہ اس [illegible] جاگا ہو۔ جب کاوش کی زبان سے انگارے برس رہے تھے لیکن اس کے بعد جو وقت گزرا تھا اس دوران میں کتے نے پھر آنکھیں بند کرلی ہوں گی۔ دو یا دو وہ

اس وقت چونکا جب کاوش بستر سے ٹانگیں لٹکا کر بیٹھا۔ کتا صرف ایک آنکھ کھول کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ ایک آنکھ کھول کر دیکھنے والی اس کی یہ عادت کاوش کو عموماً ہنسا دیتی تھی مگر اس وقت اس کے ہونٹوں پر جو مدھم سی مسکراہٹ ابھری، وہ بہت پھیکی پھیکی سی تھی جو جلد ہی معدوم بھی ہوگئی۔ اس نے بیڈ کی سائڈ کی دراز کھولی اور اس میں رکھا ہوا ریوالور نکال لیا۔

یکایک کتے نے جست لگائی اور کاوش کے پیروں کے پاس آبیٹھا۔ اس کی ٹانگیں چھ انچ سے زیادہ لمبی نہیں تھیں لیکن سر سے دم تک وہ تین فٹ کا تھا۔ اس کے جسم پر سفید اور کالے بالوں کے ٹیڑھے میڑھے سے دائرے تھے۔ کاوش نے اس کی نسل جاننے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔ وہ اسے بس اچھا لگا تھا اور وہ اس نے خرید لیا۔ یہ لگ بھگ ڈیڑھ سال پہلے کی بات تھی۔

"قاؤں۔ قاؤں۔" کتے کے منہ سے آواز نکلی اور وہ ذرا سا پیچھے ہٹ کر اس طرح بیٹھ گیا کہ اس کے جسم کا پچھلا حصہ قالین سے چپکا ہوا تھا اور اگلی دونوں ٹانگیں بالکل سیدھی تھیں۔ وہ منہ اٹھائے کاوش کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"کیا تو سمجھ گیا ہے کہ میں کیا کرنے والا ہوں؟" کاوش

نے کتے کی طرف دیکھا اور اس وقت اس کے ہونٹوں پر دہی مغموم سی مسکراہٹ ابھری۔ وہ کھوئے کھوئے سے اور کچھ عجیب سے لہجے میں کہنے لگا "تو وفادار ہے نا اس لئے محبت کرنے والوں کے ہر ارادے کو سمجھ سکتا ہے۔ شاید دنیا میں محبت اور وفاداری تیری نسل سے شروع ہو کر تیری ہی نسل پر ختم ہو گئی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ آج میں تجھے چھوڑ کر جا رہا ہوں' لیکن تو اتنا پیارا ہے کہ میرے بعد کوئی نہ کوئی تجھے پال ہی لے گا۔"

"قیاؤں۔"

"کاش میں تیری زبان سمجھ سکتا۔" کاوش نے ٹھنڈی سانس لے کر ریوالور اپنی گود میں ڈال لیا اور سائڈ ٹیبل پر پڑا ہوا ایک چھوٹا سا پیڈ اٹھایا۔ چند سطریں لکھنے کے بعد اس نے پیڈ' سائڈ ٹیبل پر رکھے ہوئے لیمپ کے نیچے دبایا اور گود میں پڑا ہوا ریوالور پھر اٹھالیا۔

"قیاؤں۔ قیاؤں۔" کتا بے چین نظر آنے لگا۔

"نہیں دوست!" کاوش نے ٹھنڈی سانس لی۔ "اب میں تیری خاطر بھی نہیں رک سکتا۔ میں بالکل بجھ گیا ہوں۔ اتنی بڑی ناکامی کے بعد ہر امنگ مرچکی ہے۔"

"قیاؤں۔" کتے نے اپنی پچھلی ٹانگیں بھی سیدھی کرلیں۔

کاوش نے آنکھیں بند کر کے ریوالور کی نال اپنی کنپٹی سے لگائی۔

اسی وقت کتے کے منہ سے بڑی تیز آواز نکلی اور وہ اپنی جگہ سے اچھلا۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے وہ کاوش کے ہاتھ سے ریوالور چھین لینا چاہتا ہو مگر اس کے چھوٹے چھوٹے سے پیر کامیاب نہیں ہو سکے۔ ٹریگر پر کاوش کی انگلی دب گئی۔ گولی چلنے کا دھماکا ہوا اور کاوش کا جسم بستر پر ڈھیر ہو گیا۔ اس کے سر سے ابلتا ہوا خون بستر کو رنگین کرنے لگا۔

○☆○

رات کے دس بجے تھے جب کمال کی آنکھ ٹیلی فون کی گھنٹی سے کھلی۔ اس نے آنکھیں بند کئے کئے' ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا۔

"ہیلو!" نیند کی وجہ سے اس کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

"مسٹر کمال پلیز!" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"میں بول رہا ہوں۔"

"آپ سے میری درخواست ہے کہ فی الحال گھر پر ہی رہیے گا۔ میں آپ سے ملنے آرہا ہوں۔ میرا نام قریشی ہے' انسپکٹر جاوید قریشی۔"

"پولیس!" کمال جلدی سے اٹھ بیٹھا۔ اس کی آنکھیں بھی کھل گئی تھیں۔

"جی ہاں۔ آپ سے ملاقات بہت ضروری ہے۔"

"لیکن بات کیا ہے؟"

"آپ کے دوست مسٹر کاوش کی خود کشی کا معاملہ ہے۔"

"وہاٹ!" کمال تقریباً چیخ پڑا۔

دوسری طرف سے کہا گیا "ہمیں آپ کے بارے میں ذرا دیر سے معلوم ہو سکا۔ خیر! تفصیلی گفتگو آپ سے آپ کے گھر پر ہی ہو گی!"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

ریسیور رکھتے وقت شاید کمال کو احساس بھی نہ ہوا کہ وہ ریسیور رکھ رہا تھا۔ عجیب سی کیفیت ہو گئی تھی اس کی۔ وہ ذرا دیر تک بستر پر ہی ساکت بیٹھا رہا' پھر چونک کر اس نے ٹیلیفون کا ریسیور اٹھایا اور کاوش کے گھر کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔

دوسری طرف دو مرتبہ گھنٹی بجی' پھر ریسیور اٹھایا گیا۔

"ہیلو!" ایک اجنبی مردانہ آواز سنائی دی۔

"میرا نام کمال ہے۔ میں مسز کاوش سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"آپ کو ابھی انسپکٹر قریشی نے فون کیا تھا نا؟"

"جی ہاں۔"

"وہ آپ کے گھر کی طرف روانہ ہو چکے ہیں۔ بیس پچیس منٹ میں پہنچ جائیں گے۔ ان سے آپ کو سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ مسز کاوش کی حالت ابھی ایسی نہیں ہے کہ وہ آپ سے بات کر سکیں۔"

"آپ کا تعلق پولیس سے ہے؟"

"جی ہاں۔"

کمال نے آہستگی سے ریسیور رکھ دیا لیکن اندرونی طور پر وہ شدید ہیجان کا شکار ہو گیا تھا۔ متعدد سوالات اس کے دماغ میں چکرانے لگے تھے۔ سترہ اٹھارہ سال پہلے کی بہت سی باتیں بھی یاد آنے لگی تھیں اور وہ منظر بھی اس کے تصور میں بار بار ابھرنے لگا تھا جب دو سال پہلے اس نے کاوش کی رہائی کے وقت سینٹرل جیل کے دروازے پر اس کا استقبال کیا تھا۔

○☆○

اٹھارہ سال پہلے کاوش کی عمر تیئیس چوبیس سال کے لگ بھگ تھی۔ وہ اتنا پر کشش اور وجیہہ تھا کہ لڑکیاں اسے چور نظروں سے دیکھنے پر مجبور ہو جاتی تھیں۔ چھ فٹ سے کچھ نکلتے ہوئے قد اور کسرتی جسم نے اس کی شخصیت بارعب بھی بنا دی تھی۔ وہ ایک نجیب الطرفین خاندانی نواب زادہ تھا۔ اس کے والد نواب سلیم حیدر قدوائی تمام حلقوں میں عزت کی نگاہ

سے دیکھے جاتے تھے۔ دو معاملوں میں انہیں بدقسمت بھی کہا جا سکتا تھا۔ ایک تو ان کے اعزہ میں سے کوئی بھی زندہ نہیں تھا اور دوسرے ان کی اہلیہ بھی انہیں اس وقت داغِ مفارقت دے گئی تھیں جب کاوش صرف چھ سال کا تھا۔ اس صدمے کو انہوں نے بڑے حوصلے سے برداشت کیا لیکن اپنی عمر کے آخری دو تین برسوں میں وہ خاصے کھوئے کھوئے اور پریشان سے نظر آنے لگے تھے۔ بیشتر لوگوں کا خیال تھا کہ وہ اپنے بیٹے کاوش کی وجہ سے مایوسیوں کے گرداب میں پھنس گئے تھے۔ ان کی شدید خواہش تھی کہ وہ اسے نہایت اعلیٰ تعلیم دلائیں لیکن کاوش کا رجحان تعلیم کی طرف نہیں تھا۔ میٹرک کرنے کے بعد اس نے کسی کالج میں داخلہ لینے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔ تعلیم سے گریز کا سبب اس کا ایک شوق تھا۔ شوق بھی نہیں بلکہ اسے جنون تھا مجسمہ سازی کا! اور اس کا شکار وہ بچپن ہی میں ہو گیا تھا۔ وہ مٹی سے مجسمے بنایا کرتا۔ جب ذرا بڑا ہوا تو چھینی اور ہتھوڑے سے پہاڑیوں پر شکلیں تراشا کرتا۔ اس وقت اس کی عمر پندرہ سال تھی اور اس نے میٹرک کر لیا تھا۔ نواب قدوائی نے اسے سمجھا بجھا کر دوبارہ تعلیم کے حصول کی طرف لانے کی کوشش کی تو باپ کے احترام میں اس نے کالج میں داخلہ تو لے لیا لیکن نواب قدوائی نے کبھی نہیں دیکھا کہ کالج سے آنے کے بعد اس نے کسی وقت کوئی کتاب چھوئی بھی ہو۔ وہ اپنا باقی سارا وقت اپنے شوق کی نذر کر دیتا تھا۔ اگر کبھی اس کے ہاتھ میں کوئی کتاب نظر بھی آتی تھی تو وہ فنِ مجسمہ سازی کے بارے میں ہی ہوتی تھی۔ نتیجہ یہ کہ وہ فرسٹ ایئر میں بہت بری طرح فیل ہو گیا۔

نواب قدوائی فطرتاً بہت نرم دل ہونے کے ساتھ ساتھ ایک نہایت شفیق باپ تھے۔ انہوں نے کاوش سے کبھی کسی معاملے میں ذرا بھی سختی نہیں برتی تھی۔ اسی لیے جب وہ تعلیم کے سلسلے میں کاوش کی طرف سے بالکل مایوس ہو گئے تو انہوں نے مجسمہ سازی کا سارا سامان گھر ہی مہیا کر دیا تاکہ وہ اپنا شوق پورا کرنے کے لیے ویران پہاڑیوں کی طرف نہ جایا کرے۔

کاوش نے مجسمہ سازی کے لیے اپنی عظیم الشان کوٹھی کے تہ خانے کو اپنا مرکز بنایا۔ سنگِ مرمر کے بڑے بڑے ٹکڑے اور مجسمہ سازی کا سارا سامان اس نے ملازمین کے ذریعے وہیں جمع کیا۔

اس کے بعد نواب قدوائی کو دوسری تکلیف دہ صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑا۔ صبح کے ناشتے کے بعد انہیں اپنے پیارے بیٹے کی شکل ہی نظر نہیں آتی تھی۔ وہ ناشتا کرنے کے بعد سے رات کے گیارہ بارہ بجے تک تہ خانے ہی میں رہتا۔ کھانے پینے یا دیگر ضروریات کے لیے اس نے صرف ایک خادم کو مامور کر لیا تھا۔ دیگر ملازموں کو تہ خانے میں قدم رکھنے کی بھی اجازت نہیں تھی۔

نواب صاحب اپنے بیٹے کے اس جنونی شوق سے اتنے دل برداشتہ تھے کہ انہوں نے کبھی تہ خانے کی طرف رخ نہیں کیا۔ ان کے خیال میں کاوش تضیعِ اوقات کر رہا تھا کیونکہ استادانِ فن سے رہنمائی حاصل کیے بغیر مجسمہ سازی یا سنگ تراشی ممکن ہی نہیں تھی۔ وہ دل ہی دل میں کڑھتے رہتے لیکن کاوش سے کچھ نہ کہتے۔ کبھی دن میں بیٹے کو دیکھنے کے لیے بہت دل چاہتا تو ملازم سے کہلوا دیتے اور کاوش بڑی سعادت مندی سے حاضر بھی ہو جاتا۔ نواب صاحب اسے دوپہر کا کھانا اپنے ساتھ کھلاتے اور ادھر ادھر کی باتوں کے ساتھ کنایتاً آنے والے زمانے کی سختیوں کا ذکر بھی کرتے جنہیں کاوش شاید کوئی اہمیت ہی نہیں دیتا تھا۔ پھر وہ باپ سے اجازت لے کر دوبارہ تہ خانے میں چلا جاتا۔

اسی طرح دو سال بیت گئے!

ایک صبح ناشتے کی میز پر نواب صاحب نے اس سے کہا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا بیٹے کہ اپنی مکمل تنہائی کی زندگی تم کس طرح گزار رہے ہو؟"

"مکمل تنہائی تو نہیں ابا حضور!" کاوش نے جواب دیا۔ "کبھی کبھی میرے دوست آ جاتے ہیں تو میں ڈرائنگ روم میں ان کے ساتھ ایک ڈیڑھ گھنٹا تو گزار ہی لیتا ہوں۔ بس خود کہیں نہیں جاتا۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ میرے پاس وقت کم ہے لہٰذا اسے ضائع نہ کروں۔"

"تو تم سمجھتے ہو کہ تم نے دو سال ضائع نہیں کیے؟" نواب قدوائی نے بڑی مایوسی سے اس کی طرف دیکھا۔

"جی ہاں ابا حضور! میں تو یہی سمجھتا ہوں۔ یہ ضرور ہے کہ میں نے پہلے سال میں جو کچھ کیا، وہ دوسروں کے لیے تو کیا، خود میرے لیے بھی اطمینان بخش نہیں تھا لیکن اس سال میں نے جو چار مجسمے تراشے ہیں، ان سے میں پوری طرح مطمئن ہوں۔ میں آپ سے اس کی اجازت لینا چاہتا تھا کہ اگر آپ مناسب سمجھیں تو ان مجسموں کو کوٹھی کے پائیں باغ میں میری منتخب کی ہوئی جگہوں پر رکھوا دیا جائے!"

نواب قدوائی نے کچھ سوچا، پھر بولے "پہلے میں ایک نظر ان مجسموں کو دیکھ نہ لوں؟"

"ضرور دیکھیے ابا حضور!"

دراصل نواب صاحب کو یقین نہیں تھا کہ وہ مجسمے اس قابل ہوں گے جن کی نمائش گھریلو سطح پر بھی کی جا سکے۔

کاوش انہیں تہ خانے میں لے گیا۔ بہت سے مجسموں پر کپڑا ڈال کر انہیں چھپا دیا گیا تھا۔

نواب صاحب نے دو سال بعد پہلی بار اس تہ خانے میں قدم رکھا تھا۔ انہوں نے وہاں ایک بستر بھی لگا ہوا دیکھا۔ بستر کے سرہانے ایک بڑی تپائی پر کتابوں کا ڈھیر بھی دکھائی دیا۔ ان میں مجسمہ سازی کے فن پر لکھی جانے والی کتابوں کے علاوہ اردو اور انگریزی کے اعلیٰ ترین افسانوں کے مجموعے بھی شامل تھے۔

"یہاں تم یہ بھی کرتے ہو؟" نواب صاحب نے کتابوں کی طرف اشارہ کیا۔

"جی ہاں، جب تھک کر کچھ دیر آرام کرنے کے لیے لیٹتا ہوں تو یہ کتابیں پڑھتا رہتا ہوں۔"

"خیر اب مجسمے تو دکھاؤ۔"

کاوش نے چار مجسموں پر پڑے ہوئے کپڑے کو کھینچ کر ایک طرف ڈال دیا اور پھر اس تہ خانے میں پانچ مجسمے نظر آنے لگے۔ چار مجسمے تو وہ تھے جو کاوش نے بنائے تھے۔ پانچواں مجسمہ نواب صاحب بن گئے تھے۔ ان پر حیرت زدگی کا عالم طاری ہو گیا تھا۔ یہ بات ان کے سان گمان میں بھی نہیں آ سکتی تھی کہ ان کے اٹھارہ سالہ بیٹے نے ایسے شاہکار تخلیق کیے ہوں گے۔ ایک اس نے اس فن کی کتابوں کے علاوہ اس فن کے کسی بھی استاد سے رہنمائی حاصل نہیں کی تھی۔ ان مجسموں کو دیکھ کر بس یہی کہا جا سکتا تھا کہ کاوش کو یہ فن قدرت ہی نے ودیعت کیا تھا۔

وہ چاروں مجسمے نہایت حسین و جمیل دوشیزاؤں کے تھے۔ معصومیت ان کے نقش و نگار میں اس طرح سموئی گئی تھی کہ لگتا تھا، پتھر میں گداز پیدا ہو گیا ہے۔

"یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ تم نے بنائے ہیں!" نواب صاحب کی آواز میں مسرت آمیز کپکپاہٹ تھی اور ان کی آنکھیں بھی بھیگ گئی تھیں۔

"آپ کو یقین نہیں ہے ابا حضور!" کاوش بولا۔

"نہیں، یہ بات نہیں، بس اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا ہے۔" نواب صاحب نے کاوش کو اپنے سینے سے لگا لیا اور بھرائی ہوئی آواز میں بولے "آج میرا یہ غم جاتا رہا کہ تم نے اعلیٰ تعلیم حاصل نہیں کی۔ یہ مجسمے ہی تمہیں عزت اور شہرت کی بلندیوں تک لے جا سکتے ہیں۔ اس فن کے باعث دولت تمہاری انگلیوں میں قید رہے گی۔"

"دولت کی مجھے کوئی خواہش نہیں ہے ابا حضور!"

"خواہش۔۔۔" نواب صاحب کے ہونٹوں پر ایک مغموم سی مسکراہٹ ابھری۔ شاید وہ کچھ کہنا چاہتے تھے مگر وہ بات انہوں نے اپنے دل میں ہی دبا لی۔

تین روز بعد نواب صاحب کی عظیم الشان کوٹھی کے وسیع و عریض پائیں باغ میں ایک شاندار ضیافت تھی جس میں عمائدینِ شہر مدعو کیے گئے تھے۔ ان میں کاوش کے دوست بھی تھے جن کی تعداد دو انگلیوں پر گنی جا سکتی تھی۔ ان میں کمال بھی تھا۔

پائیں باغ کے مختلف حصوں میں کاوش کے بنائے ہوئے مجسمے استادہ تھے۔ کچھ ایسا بندوبست کیا گیا تھا کہ وہ ہر زاویے سے برقی روشنی میں نہائے ہوئے تھے۔ جو مہمان انہیں دیکھتا تھا، دانتوں میں انگلیاں دے لیتا تھا۔ کسی کے لیے بھی یقین کرنا مشکل تھا کہ مجسمے ایک اٹھارہ سالہ نوجوان کی تخلیق تھے۔

کمال نے کاوش کو گلے لگاتے ہوئے کہا "میں تو سمجھتا تھا میرے دوست کہ تمہیں وقت ضائع کرنے کا شوق ہو گیا ہے۔"

"ابا حضور بھی یہی سمجھتے تھے۔" کاوش مسکرایا۔

"ان مجسموں کی عام نمائش کا اہتمام کیا جانا چاہیے۔" کسی اور دوست نے کہا۔

"وہ بھی ہو گی۔" کاوش نے کہا "لیکن میرا کام مکمل ہونے کے بعد۔"

"کیا مطلب؟"

"دراصل میں صرف حسن و جمال تراشنے والا مجسمہ ساز نہیں کہلانا چاہتا۔ ابھی مجھے کم از کم بیس مجسمے اور بنانا ہیں۔ دراصل میرا ایک نظریہ ہے۔ جب وہ سب مجسمے بن جائیں گے تو اس نظریے کی تکمیل ہو گی جو لوگوں کو بھی نظر آئے گی۔"

"خوب!" کسی نے کہا "میرا خیال ہے کہ آج تک دنیا میں کوئی نظریاتی مجسمہ ساز پیدا نہیں ہوا۔"

کاوش مسکرا کر رہ گیا لیکن کمال بول پڑا "یہ بات سو فیصدی درست نہیں مانی جا سکتی۔ آج بھی دنیا میں ایسے مجسمے موجود ہیں جو فنکار کے کسی نظریے کے ترجمان ہیں۔"

"میرا معاملہ ذرا مختلف ہے۔" کاوش نے کہا "وہ نظریہ بیس پچیس مجسموں ہی سے آشکار ہو گا۔"

"وہ نظریہ کیا ہے؟" کسی نے پوچھا۔

"وہ مناسب وقت پر ہی سامنے آئے گا۔"

کمال بولا "تم نے ایک سال میں یہ چار مجسمے بنائے ہیں۔ مزید بیس مجسمے بنانے میں تمہیں ابھی پانچ سال اور لگیں گے۔"

"پانچ تو نہیں لیکن ساڑھے تین چار سال لگ سکتے ہیں کیونکہ میرا اعتماد بتدریج بڑھ رہا ہے اور کام کی رفتار بھی تیز ہوتی جا رہی ہے۔"

"یہ مجسمے خاصی گراں قیمت میں فروخت ہو سکتے ہیں۔"

"میں ابتدا میں جو مجسمے بناؤں گا' ان کی نمائش تو ضرور ہوگی لیکن وہ میں فروخت نہیں کروں گا۔"

"کیوں!"

"دراصل وہ مجسمے ایک نظریے ہوں گے جس کا اظہار تو میں ان کی نمائش سے کروں گا لیکن رکھوں گا اپنے ہی گھر میں۔ وہ سب اسی پائیں باغ میں رکھے جائیں گے۔ کوئی ایک شخص تو ان سب مجسموں کو خریدے گا نہیں اور میری دانست میں وہ سب مل کر ہی ایک مجسمہ ہوں گے۔ ایک نظریے کا اظہار اور میں اس نظریے کو ٹوٹتا ہوا دیکھنا پسند نہیں کروں گا۔"

اسی وقت ضیافت کا آغاز ہوا لیکن اس دوران میں بھی وہ مجسمے ہی موضوعِ گفتگو بنے رہے۔

○○○

اس ضیافت میں اخباری صنعت سے متعلق کسی فرد کو نہیں بلایا گیا تھا پھر بھی بات کسی طرح اخبارات تک پہنچ گئی۔ نواب قدوائی کے بیٹے کاوش اور اس کے بنائے ہوئے مجسموں کی خبریں شائع ہوئیں۔ عمائدینِ شہر کے حوالے سے ان مجسموں کو غیر معمولی شاہکار قرار دیا گیا۔ پھر نواب قدوائی کی کوٹھی پر صحافیوں کی یلغار سی ہو گئی۔ وہ کاوش سے انٹرویو لینا اور ان مجسموں کے ساتھ اس کی تصاویر کھینچنا چاہتے تھے مگر کاوش انٹرویو دینا تو کجا' اپنے نگار خانے سے نکل کر ان صحافیوں سے ملا تک نہیں۔ اس نے کہلوا دیا کہ جب تک وہ اپنا کام مکمل نہ کرلے' خود کو اس قابل نہیں سمجھ سکتا کہ اس کے انٹرویو شائع ہوں۔

صحافیوں کی ناکامی کی یہ خبریں بھی شائع ہوئیں اور اس طرح کاوش اپنے مجسموں کی نمائش سے پہلے ہی ملک گیر شہرت کا حامل بن گیا۔ جگہ جگہ یہ چرچا ہونے لگا کہ آخر یہ نوعمر سنگتراش اپنے مجسموں کے ذریعے کس نظریے کی عکاسی کرنا چاہتا ہے لیکن دھیرے دھیرے یہ چرچے کم ہوتے چلے گئے۔

ایک سال بعد اپنے والد ہی کی خواہش پر کاوش نے چار اور مجسمے پائیں باغ میں رکھوا دیے اور اس موقع پر بھی عمائدینِ شہر کو دعوت دی کہ وہ آکر ان مجسموں کو دیکھیں۔

اس مرتبہ صحافی بن بلائے مہمان کی حیثیت سے اس ضیافت میں پہنچ گئے۔ کاوش کو بہت غصہ آیا لیکن نواب قدوائی پرانے وقتوں کے ایک وضع دار انسان تھے۔ انہیں یہ گوارا نہیں تھا کہ گھر آئے ہوئے مہمانوں کو' خواہ وہ بن بلائے ہی سہی' گھر کے دروازے سے لوٹا دیا جائے۔ کاوش کو اپنے والد کی اس وضع داری کا پاس کرنا پڑا لیکن اس نے یہ شرط لگا دی کہ کوئی صحافی نہ تو کیمرے لے کر اندر جائے گا اور نہ اس سے انٹرویو لینے کی کوشش کرے گا۔

صحافیوں کو یہ شرط ماننا ہی پڑی۔ ان سے کیمرے اس شرط کے ساتھ لے لیے گئے کہ جب وہ رخصت ہوں گے تو پھاٹک پر ان کے کیمرے انہیں واپس لوٹا دیے جائیں گے۔

کمال نے کاوش سے کہا "اگر یہ لوگ کیمرے بھی لے آتے تو حرج ہی کیا تھا؟"

"وہ لوگ کیمرے لاتے تو مجسموں کی تصاویر کھینچ لے جاتے اور وہ تصویریں شائع بھی ہوتیں جبکہ میں نہیں چاہتا کہ میرا ادھورا کام منظرِ عام پر آئے۔"

"ادھورا کام؟"

"ہاں۔ میں تمہیں بتا تو چکا ہوں کہ جب تک میرے تمام مجسمے مکمل نہیں ہو جاتے' میں اپنے اس کام کو ادھورا ہی سمجھتا ہوں اور ادھورے کام کے منظرِ عام پر آنے سے مجھے خوشی نہیں' دکھ ہوگا۔"

پھر کمال نے اس موضوع پر کوئی گفتگو نہیں کی۔

اس مرتبہ نواب صاحب نے چاروں نئے مجسموں کی باقاعدہ نقاب کشائی کا بندوبست کیا تھا جس سے یہ بات صاف ظاہر تھی کہ وہ اپنے بیٹے کی صلاحیت سے کتنے خوش تھے۔ انہوں نے اس ضیافت میں ملک کے ایک بہت بڑے سنگتراش کو بھی بلایا تھا جو "صنم نور" کے نام سے مشہور تھے جبکہ ان کا اصل نام کچھ اور تھا۔ انہی کو کاوش کے چاروں نئے مجسموں کی نقاب کشائی کرنا تھی۔

جو مجسمے وہاں ایک سال سے موجود تھے' انہیں بہت دیر تک دیکھتے رہنے کے بعد صنم نور نے کاوش کو گلے لگا کر کہا تھا "میری سمجھ میں نہیں آتا بیٹے کہ یہ ابتدا ہے تو انتہا کیا ہوگی۔ مجھے یقین ہے کہ ان مجسموں کی عام نمائش کے بعد تم بین الاقوامی شہرت کے مالک بن جاؤ گے۔"

"آپ جیسے عظیم فنکار کے یہ الفاظ میرے لیے باعثِ فخر ہیں۔"

اس کے بعد چاروں نئے مجسموں کی نقاب کشائی ہوئی۔ سارا ہجوم وہیں جمع تھا۔ سب نے بڑی حیرت سے دیکھا کہ مجسمے انہی چاروں دوشیزاؤں کے تھے جن کے مجسمے پہلے بنائے جا چکے تھے مگر ان مجسموں کے نقوش میں وہ معصومیت نہیں تھی جو پہلے چاروں مجسموں میں تھی۔ ایک مجسمے کے چہرے پر بھرپور ریاکاری نظر آ رہی تھی۔ دوسرے کے چہرے پر شدید ترین غصے کی علامات تھیں۔ تیسری کوئی فاحشہ معلوم ہو رہی تھی۔ چوتھی کے ہاتھ میں خنجر تھا اور چہرے پر غیظ و غضب کے ایسے آثار تھے جیسے وہ کسی کو ہلاک کرنے ہی والی ہو۔

معصومیت سے ان منفی جذبات تک کے سفر کو کاوش

نے اتنی مہارت سے پیش کیا تھا کہ لوگ خاصی دیر تک مبہوت سے رہے۔ پھر سب نے یک بیک ہی بولنا شروع کر دیا۔ ہر ایک اپنا اپنا تاثر بیان کر رہا تھا۔

کمال نے کاوش کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر سرگوشی کرنے والے انداز میں کہا "اس مجسمے کے چہرے پر تم نے ایسی ریاکاری سموئی ہے کہ مجسمہ خود چیخ رہا ہے کہ وہ ریاکار ہے۔"

"صاحبزادے!" قریب کھڑے ہوئے صنم نور نے کہا "دراصل جس نے یہ فن سیکھا ہو' وہ قیامت تک بھی یہ تاثر پیدا نہیں کر سکتا مگر کاوش میاں کو یہ صلاحیت قدرت نے عطا کی ہے لہٰذا یہ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔" پھر انہوں نے دوسری مرتبہ کاوش کو گلے سے لگا کر کہا "بیٹے! ان مجسموں کو دیکھنے کے بعد تو میں اس اعتراف پر مجبور ہوں کہ تم مجھ سے بڑے فنکار ہو۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں صنم صاحب!" کاوش نے ان کے دونوں ہاتھ تھام کر بڑی عقیدت سے کہا "آپ کی یہ بات میرا دماغ خراب کر سکتی ہے۔"

"نہیں کر سکتی۔" صنم نور نے کہا "تمہارے اندر جو ایک فنکار ہے' وہ اتنا عظیم ہے کہ اس کا دماغ کسی بات سے بھی خراب نہیں ہو سکتا۔"

یہ بات سن کر قریب کھڑے ہوئے نواب قدوائی کی آنکھیں خوشی سے چھلک پڑیں۔

"ایک بات بتاؤ بیٹے!" صنم نور نے کاوش سے پوچھا۔ "ان مجسموں کے لیے تمہیں ماڈل بننے والی لڑکیاں کہاں سے مل گئیں؟"

"میں نے کسی کو ماڈل نہیں بنایا ہے صنم صاحب!" کاوش نے جواب دیا "یہ چاروں میرا تخیل ہیں۔"

"یہ۔ یہ تو۔ یہ تو۔ ناقابلِ یقین ہے۔" صنم نور کی آواز کانپ گئی۔

نواب قدوائی نے انہیں یقین دلایا کہ کاوش غلط نہیں کہہ رہا ہے۔

"تب تو۔ تب تو۔" صنم نور اپنی بات پوری نہیں کر سکے' پھر انہوں نے نواب قدوائی سے کہا "پلیز نواب صاحب! مجھے کہیں لے جا کر بٹھا دیجیے۔ مجھ سے اب کھڑا نہیں ہوا جائے گا۔" وہ خاصے معمر ہو چکے تھے۔

"آئیے' آئیے!" نواب قدوائی انہیں فوراً ایک طرف لے گئے۔

"یار!" کمال بولا "کیا واقعی ان مجسموں کی دوشیزائیں تمہارا تخیل ہیں؟"

"یہ ایسی کیا بات ہے کہ میں جھوٹ بولوں! ہاں اگر دنیا میں کہیں ان چاروں میں سے کسی ایک جیسی کوئی لڑکی بھی ہوئی تو میں حیران رہ جاؤں گا۔"

اسی وقت کچھ صحافی قریب آگئے اور انہوں نے کاوش سے سوالات شروع کر دیے۔

کاوش کے چہرے پر تناؤ پیدا ہو گیا۔ اس نے خود پر قابو رکھتے ہوئے نرم لہجے میں کہنے کی کوشش کی "آپ لوگ شاید شرط بھول گئے کہ آپ ابھی مجھ سے کوئی انٹرویو نہیں لیں گے۔"

ایک تیز طرار صحافی بولا "ہم انٹرویو تو نہیں لے رہے ہیں آپ کا' بس اسی طرح باتیں کر رہے ہیں جیسے آپ کے احباب آپ سے۔"

"مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش نہ کیجیے!" کاوش نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "میں آپ لوگوں کو خوب سمجھتا ہوں۔ انہی باتوں کو انٹرویو کی شکل دینا آپ لوگ خوب جانتے ہیں۔" پھر اس نے کمال سے کہا "تم لوگ بیٹھو! میں ذرا واش روم سے ہو آؤں۔"

کمال اور دوسرے دوست ایک طرف جا بیٹھے پھر جب کاوش آدھے گھنٹے تک نہیں لوٹا تو کسی نے کہا "اب تک تو اسے آجانا چاہیے تھا!"

"میرا خیال ہے کہ واش روم کا محض ایک بہانہ تھا۔" کمال نے مسکراتے ہوئے کہا "یہ صحافی بڑے ڈھیٹ ہوتے ہیں۔ ان سے نجات کی یہی ایک صورت ممکن تھی کہ کاوش یہاں سے رفوچکر ہو جائے۔"

کمال کا خیال درست ثابت ہوا۔ ضیافت کے اختتام تک کاوش کی شکل نظر نہیں آئی۔

بعد میں کمال کو معلوم ہوا کہ کاوش نے چپکے سے صنم نور کو گھر میں بلا کر ان سے معذرت کر لی تھی کہ وہ صحافیوں کی وجہ سے ضیافت میں شریک نہیں ہو رہا ہے۔

رخصت کے وقت صحافیوں کو گیٹ پر ان کے کیمرے واپس کر دیے گئے۔

چند دنوں بعد کمال اور دو ایک احباب کاوش سے ملنے گئے تو وہ نگار خانے سے نکل کر ان کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آ بیٹھا۔ پھر جب ضیافت کی رات کے حوالے سے صحافیوں کی بات چھڑی تو کاوش نے منہ بنا کر کہا۔

"یہ لوگ مجھے زچ کر دیں گے' اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اب میں جب تک اپنا کام مکمل نہ کر لوں' کوئی مجسمہ نگار خانے سے باہر نہیں نکالوں گا اور ابا حضور سے بھی کہہ دوں گا کہ اب وہ پائیں باغ میں لوگوں کو ضیافتیں نہ دیں۔"

"والد سے اس قسم کی بات کہنا تو ایک طرح سے گستاخی ہوگی۔" کسی دوست نے کہا۔

ہیں سے ایک ہیں۔ میں ان ہی سے ملنے کی کوشش کروں گا۔ کیا آپ مجھے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کاوش صاحب نے خود کشی کی کوشش کیوں کی؟"

"جی!" کمال چونکا۔ "خود کشی کی کوشش؟ ـ کیا مطلب؟"

"جب تک وہ زندہ ہیں' اسے خود کشی کی کوشش ہی کہا جا سکتا ہے۔"

"آپ کی بات میری سمجھ میں نہیں آسکی۔" کمال نے بے چینی سے پہلو بدل کر کہا۔ "آپ نے فون پر بتایا تھا کہ انہوں نے خود کشی کرلی ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ آپ میرے الفاظ بھول رہے ہیں۔ میں نے یہ کہا تھا کہ یہ آپ کے دوست مسٹر کاوش کی خود کشی کا معاملہ ہے' یہ نہیں کہا تھا کہ انہوں نے خود کشی کرلی ہے۔ ویسے ڈاکٹروں کو یہ امید بہرحال نہیں ہے کہ وہ انہیں بچا سکیں گے۔"

"پلیز! صاف صاف بتایئے آفیسر۔" کمال نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"دراصل انہوں نے ریوالور کی نال اپنی کنپٹی پر رکھ کر گولی چلائی تھی۔ اس طرح گولی عموماً دماغ ہی کو نشانہ بناتی ہے لیکن کسی وجہ سے ان کا ہاتھ کچھ ٹیڑھا ہو گیا تھا اور گولی ان کے دماغ کے برابر سے گزر گئی تھی۔ اگر وہ دماغ میں لگتی تو ان کی موت یقینی تھی۔ ایسا نہ ہونے کی وجہ سے خون تو بہت بہہ گیا لیکن وہ اس وقت زندہ تھے جب پولیس وہاں پہنچی۔ انہیں فوراً اسپتال پہنچا دیا گیا تھا۔ وہاں ڈاکٹرز انہیں بچانے کی سرتوڑ کوششیں کر رہے ہیں مگر جیسا کہ ابھی میں نے کہا' ان کے بچنے کی امید بہرحال نہیں ہے۔"

"وہ کس اسپتال میں ہے؟" کمال نے بے چینی سے پوچھا۔

"وہ تو میں آپ کو بتا دوں گا لیکن اس سے قبل وہ گفتگو ہو جائے تو زیادہ بہتر ہے جس کے لیے میں یہاں آیا ہوں۔"

"فرمایئے!"

"آپ چونکہ انہیں بیس پچیس سال سے جانتے ہیں اس لیے شاید ان کی زندگی کا کوئی گوشہ بھی آپ سے پوشیدہ نہیں ہو گا۔ ممکن ہے وہ اپنی اس زندگی میں کسی ایسے واقعے سے دوچار ہوئے ہوں جس نے طویل عرصے بعد انہیں اب خود کشی کی کوشش پر مجبور کر دیا ہو۔"

"مجھے تو خیر اس پر یقین نہیں ہے کہ کاوش کی زندگی کا کوئی گوشہ بھی مجھ سے پوشیدہ نہیں ہو گا لیکن جتنا کچھ بھی میرے علم میں ہے' وہ میں آپ کو بتائے دیتا ہوں۔ جو کچھ میں آپ کو بتاؤں گا' اس میں کم از کم مجھے کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جس کے باعث کاوش اتنے عرصے بعد خود کشی کی کوشش کرے۔"

"پولیس ہر بات کو ذرا مختلف زاویے سے دیکھتی ہے۔ جو بات عام لوگوں کو اہم نہیں معلوم ہوتی' پولیس اس کی اہمیت جان لیتی ہے۔"

"بہرحال" کمال نے کہا "جو کچھ میں جانتا ہوں' آپ کو بتائے دیتا ہوں۔"

انسپکٹر قریشی نے ایک قلم اور نوٹ بک سنبھال لی۔ کمال نے اس وقت سے بتانا شروع کیا جب وہ کاوش سے پہلی بار ملا تھا۔ وہ بہت دیر تک بولتا رہا اور انسپکٹر قریشی کوئی کوئی بات نوٹ کرتا رہا۔ اس طویل بیان میں کمال نے دو باتیں سچ سچ نہیں بتائیں۔ ایک تو یہ کہ جب کاوش پر مقدمہ چل رہا تھا تو اس نے گواہوں کے کٹہرے میں کھڑے ہو کر کتنا سچ یا کتنا جھوٹ بولا تھا اور دوسری یہ کہ جیل سے کاوش کی رہائی پر اس نے کاوش سے کیا باتیں کی تھیں۔

بیان مکمل کرنے کے بعد انسپکٹر قریشی کچھ سوچتا رہا' پھر اچانک کھڑا ہوتا ہوا بولا "سوچنا پڑے گا ان میں سے کون سی بات ہمارے لیے کیا اہمیت رکھتی ہے۔"

انسپکٹر قریشی کو رخصت کرنے کے بعد کمال اپنی کار میں تیز رفتاری سے اسپتال کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس نے قریشی کو رخصت کرتے وقت اسپتال کا نام پوچھ لیا تھا لیکن اب اسے خیال آرہا تھا کہ وہ ایک اہم بات پوچھنا تو بھول گیا۔ خود کشی کرنے والے عموماً کوئی تحریر چھوڑ جایا کرتے ہیں اور انسپکٹر قریشی کو اس بات کا علم ضرور ہونا چاہیے کہ کاوش نے کوئی تحریر چھوڑی تھی یا نہیں؟

اسپتال کی طرف جاتے ہوئے بھی ماضی کے واقعات کی لہریں کمال کے دماغ میں امنڈتی رہیں اور ایک اونچی لہر اس دن کی بھی اٹھی جب کاوش جیل سے رہا ہوا تھا۔

○☆○

اس روز کمال کی کار جیل کے دروازے کے قریب موجود تھی۔ اس نے کسی طرح معلوم کر لیا تھا کہ کاوش کی رہائی کی کاغذی کارروائی کس وقت مکمل ہو گی اور وہ کس وقت جیل سے نکلے گا۔

کمال لگ بھگ دس منٹ پہلے ہی وہاں پہنچ گیا تھا اور وہیں دیوار کے سائے میں کھڑی ہوئی ایک پختہ عمری لڑکی کو کھڑا دیکھ کر چونک گیا تھا۔ اسے محسوس ہوا تھا کہ وہ اس لڑکی کو کہیں دیکھ چکا ہے۔

وہ تیس سال کے لگ بھگ تھی۔ اس کے نقش و نگار قطعی جاذب نظر نہیں تھے۔ لیکن کمال اسے غور سے دیکھتا رہا۔ اس نے یہ بھی محسوس کیا کہ لڑکی اس سے نظریں چرا

رہی تھی۔

پھر اچانک جیسے کوندا لپک جاتا ہے' کمال کو یاد آیا کہ وہ نیلوفر تھی۔ وہی بدصورت لڑکی نیلوفر جسے کاوش نے اپنی مجسمہ سازی کے سلسلے میں اس وقت ماڈل بنایا تھا جب وہ صرف سولہ سال کی تھی۔

چودہ سال میں وہ اس حد تک بدل گئی تھی کہ کمال اسے بہ مشکل ہی پہچان سکا تھا۔ اس عرصے میں وہ جسمانی طور پر تو خاصی بھرپور ہو گئی تھی لیکن اس کے چہرے کے بھدے نقش و نگار میں اس کے سوا کوئی فرق نہیں آیا تھا کہ عمر کے لحاظ سے اب ان میں پختگی آگئی تھی۔ سولہ سالہ لڑکی کے چہرے کی معصومیت کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ جو وہی عمر ہونے کے باعث قدرتی طور پر ہونا بھی چاہیے تھا۔ وہ معمولی قسم کا شلوار سوٹ اور سوئٹر پہنے ہوئے تھی۔ اس کے شانوں پر پڑی ہوئی سیاہی مائل شال سے بھی اس کی کسمپرسی کا پتا چل رہا تھا۔ پیروں میں چپل بھی معمولی قسم کے تھے۔ اسے دیکھ کر کوئی بھی یہ اندازہ لگا سکتا تھا کہ وہ کسی غریب گھرانے سے تعلق رکھتی ہو گی۔

وہ جیل کے دروازے کے سامنے' کمال کی دائیں جانب دیوار سے لگی کھڑی تھی۔ کمال نے اپنی کار بائیں جانب کی دیوار کے قریب کھڑی کی تھی۔ اس کے آگے ایک اور کار بھی کھڑی ہوئی تھی جس میں کوئی نہیں تھا۔

وہاں نیلوفر کی موجودگی کا سبب کمال کی سمجھ میں نہیں آسکا۔ اس کی دانست میں یہ قیاس کرنا ایک عجیب سی بات ہوتی کہ وہ وہاں کاوش کے لیے آئی ہو گی۔ کاوش سے اس کا اتنا زیادہ تعلق نہیں تھا۔ وہ صرف ایک ماہ تک کاوش کے لیے ماڈل بنی تھی اور کمال کو یقین تھا کہ وہ بعد میں کبھی کاوش سے ملی بھی نہیں ہو گی۔

کمال سے اس کے نظریں چرانے کا سبب یہی ہو سکتا تھا کہ وہ اسے پہچان گئی ہو گی۔

کمال کو اس کی وہاں موجودگی کے بارے میں سوچنے کی زیادہ مہلت نہیں مل سکی کیونکہ جیل کا دروازہ کھلنے کی آواز سن کر وہ اس طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

جیل سے باہر آنے والا کاوش ہی تھا۔ وہ صاف ستھری قمیص پتلون پر کوٹ پہنے ہوئے تھا لیکن ٹائی نہیں تھی' گلے میں مفلر پڑا ہوا تھا۔ چودہ سال میں اس کا رنگ تو سنولا گیا تھا لیکن چہرے کے نقوش اب بھی پہلے ہی کی طرح جاذب نظر تھے۔ جسم البتہ خاصا کمزور ہو گیا تھا۔ کوئی نیا آدمی اسے دیکھ کر یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ چودہ سال پہلے وہ ایک خوبصورت کسرتی جسم کا مالک رہا ہو گا۔

اس کے ساتھ ایک آدمی بھی جیل سے باہر آیا۔ اسے کمال نے بہ آسانی پہچان لیا۔ وہ کاوش کا خاندانی وکیل تھا'

کمال تذبذب اور اضطراب کے ساتھ اپنی کار سے اترا۔

کاوش نظریں جھکائے خاموشی سے اپنے وکیل کے ساتھ اس کار کی طرف بڑھ رہا تھا جو کمال کی کار کے آگے کھڑی ہوئی تھی۔

کاوش کے وکیل کی نظریں کمال پر پڑیں۔ وہ بھی کمال کو پہچان گیا ہو گا لیکن اس نے نظریں پھیر لیں۔

اس سے پہلے کہ کاوش اس کار میں بیٹھ جاتا' کمال تیزی سے اس کے قریب پہنچا۔

"کاوش" وہ آہستہ سے بولا۔ اس کی آواز میں ہلکی سی کپکپاہٹ تھی۔ کاوش نے کھوئے ہوئے سے انداز میں مڑ کر اس کی طرف دیکھا اور خاموشی سے دیکھتا ہی رہا۔ اس کا چہرہ بالکل سپاٹ رہا تھا۔

"پلیز' کاوش! مجھے تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔" کمال کا لہجہ ملتجیانہ تھا۔

"اب بھی ایسا کچھ باقی ہے؟" کاوش کے لہجے میں تلخی تھی۔

"ہاں کاوش! پلیز' تم میری کار میں چلو۔ میں تمہیں تمہارے گھر چھوڑ دوں گا۔ جو باتیں مجھے کرنی ہیں' وہ راستے میں ہو جائیں گی۔"

"بہتر ہو تا کہ اب تم میرے سامنے کبھی نہ آتے۔" کاوش نے کہا۔ "چودہ سال کے شب و روز بھی میرے زخموں کو بھرنے میں ناکام رہے ہیں۔ میں آج بھی ماضی کے اسی کرب میں گرفتار ہوں۔"

"شاید میں اس کرب میں کچھ کمی کر سکوں۔ میری التجا ہے کہ وہ سب کچھ سن لو جو میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد اگر تم کہو گے تو پھر میں کبھی تمہیں اپنی صورت نہیں دکھاؤں گا۔"

"بہتر ہو گا کہ اب تم میرا پیچھا چھوڑ دو۔" کاوش نے چبھتے لہجے میں کہا۔

"میں صرف آج کے لیے تمہارے سامنے گڑگڑا رہا ہوں کاوش! صرف آج میری باتیں سن لو ورنہ ایک کسک مجھے زندگی بھر چین نہیں لینے دے گی۔ یہ چودہ سال بھی اسی کسک میں گزرے ہیں۔"

"تمہیں اندازہ ہے کہ میرے یہ چودہ سال کس طرح گزرے ہوں گے اور آج میں اس اذیت کا شکار ہوں کہ میری زندگی کا سب سے سنہری دور آہنی سلاخوں کے پیچھے گزر گیا جہاں سے میں کبھی آسمان کو بھی نہیں دیکھ سکا۔"

"مجھے سب کچھ اندازہ ہے کاوش' سب کچھ۔" کمال نے بڑے درد سے کہا "لیکن میری باتوں سے شاید تمہارے

اس کرب میں کچھ کمی آجائے جس میں چودہ سال تک تم گرفتار رہے ہو۔"

اسی وقت وکیل نے کاوش کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر آہستہ سے کہا "ان لمحوں میں شاید کوئی حرج نہیں ہوگا۔ آپ ان کے ساتھ چلئے میں اپنی کار میں پیچھے پیچھے آرہا ہوں۔"

کاوش نے غور سے اپنے وکیل کی طرف دیکھا اور پھر دوبارہ کمال کے چہرے پر نظریں جماتا ہوا بولا "چلو۔"

کمال کا چہرہ کھل اٹھا۔ "آؤ" اس نے جلدی سے کاوش کا ہاتھ پکڑا۔ کاوش نے جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا اور سرد لہجے میں بولا۔ "اب چل تو رہا ہوں۔"

کمال کو دکھ تو ہوا کہ کاوش نے اپنا ہاتھ جھٹک کر چھڑا لیا تھا لیکن اس نے یہ بھی سوچا کہ کاوش کا یہ رویہ غیر فطری نہیں ہے۔

کمال نے خود کاوش کے لیے کار کا دروازہ کھولا اور اسی وقت نیلوفر تیزی سے قریب آگئی۔

"سر!" اس نے کاوش کو مخاطب کیا تھا۔ اس کی آواز میں لرزش تھی۔

کاوش نے اس کی طرف دیکھا تو اس کے چہرے پر الجھن کے آثار پیدا ہوگئے۔

"آپ مجھے پہچان نہیں سکے!" نیلوفر کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور آواز بھرا گئی۔

"اوہ!" اچانک کاوش کے منہ سے نکلا۔ "تم شاید نیلوفر ہو۔"

"بس۔۔ بس سر!" نیلوفر کے ہونٹ پھڑپھڑانے لگے۔ وہ اس بات سے بہت خوش ہوگئی تھی کہ کاوش نے اسے پہچان لیا تھا۔

"لیکن۔۔" کاوش کی پیشانی پر ایک سلوٹ ابھری۔ "تم یہاں کیسے؟"

"مجھے معلوم تھا کہ آج آپ آرہے ہوں گے۔" نیلوفر نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا "میں اس لیے آئی تھی کہ۔۔" اس نے بات ادھوری چھوڑ کر کن انکھیوں سے کمال کی طرف دیکھا پھر کاوش سے بولی "کیا آپ مجھے اس کی اجازت دیں گے کہ میں کسی وقت آپ کے گھر آجاؤں؟"

"آجانا لیکن آخر۔۔ اچھا ٹھیک ہے۔ کل صبح کسی وقت آجانا۔"

"شکریہ سر!" نیلوفر نے خوش ہو کر کہا "لیکن اپنے ملازمین کو بتا دیجئے گا ورنہ تو وہ مجھے پھاٹک میں بھی قدم نہیں رکھنے دیں گے۔"

کاوش نے اس کے سراپا کا جائزہ لیا۔ وہ غربت کا منہ بولتا ثبوت نظر آرہی تھی۔

"ٹھیک ہے۔" کاوش نے کہا "میں ملازموں کو تمہارا نام بتا دوں گا۔"

"شکریہ سر!"

کمال اس کے سوا کچھ سوچ نہیں سکا کہ نیلوفر کاوش سے کچھ مالی امداد چاہتی ہوگی۔

کار روانہ ہوگئی۔ ڈرائیونگ سیٹ کمال نے سنبھال رکھی تھی۔ کاوش اس کے برابر میں بیٹھا ہوا تھا۔ کاوش کے وکیل کی کار پیچھے پیچھے آرہی تھی۔

کمال بولا "چودہ سال نے تمہیں دبلا تو بہت کر دیا ہے لیکن اس وقت تمہارے چہرے سے ایسا لگ رہا ہے جیسے تم کچھ بیمار ہو!"

"اب بیمار نہیں ہوں۔ کل سے میری طبیعت ٹھیک ہے۔ مجھے نمونیہ ہوگیا تھا لیکن کیا تم مزاج پرسی کے لیے مجھے اپنے ساتھ لے جا رہے ہو!" کاوش نے خشک لہجے میں کہا۔

"نہیں۔" کمال نے ٹھنڈی سانس لی اور سامنے سڑک پر نظریں جما دیں۔ وہ سوچ رہا تھا کہ بات کہاں سے شروع کرے۔ کیا اس دن سے جب آرٹ گیلری میں کاوش کے مجسموں کی نمائش کا دوسرا دن تھا اور وہیں صدف سے اس کی پہلی ملاقات ہوئی تھی۔

اس وقت کچھ اسی قسم کے خیالات کاوش کے دماغ میں بھی چکرا رہے تھے۔

○☆○
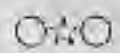
نمائش کے دوسرے دن کاوش بہت خوش تھا کیونکہ اس روز کے اخبارات نے اسے اس صدی کا بہترین سنگتراش قرار دے دیا تھا۔ اس کی تصویریں بھی چھپی تھیں اور اس کے تراشے ہوئے مجسموں کے بارے میں بڑے لوگوں کی آرا بھی شائع ہوئی تھیں۔ کچھ لوگوں نے اس پر افسوس کا اظہار بھی کیا تھا کہ وہ اپنی پسند کا کوئی مجسمہ خرید بھی نہیں سکتے کیونکہ کاوش انہیں فروخت کرنا ہی نہیں چاہتا تھا۔

ان خبروں ہی کی وجہ سے ان مجسموں کی اتنی تشہیر ہوئی تھی اور انہیں دیکھنے کے لیے لوگوں کا اشتیاق اتنا بڑھا تھا کہ دوسرے دن آرٹ گیلری میں آنے والوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔

داخلی دروازے پر لگا ہوا نوٹس بورڈ لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرا رہا تھا۔ وہ نوٹس بورڈ کاوش نے پہلے دن نہیں لگوایا تھا۔ اس بورڈ کی تحریر تھی۔ "معززین کو خوش آمدید کہتے ہوئے ان مجسموں کو تراشنے والا ناچیز فنکار کاوش آپ سے درخواست کرتا ہے کہ تمام مجسمے دیکھنے کے بعد آپ جو کچھ محسوس کریں۔ اس احساس کو ایک نام دے دیں۔ وہ نام لکھ کر گیلری کے مشرقی گوشے میں رکھے ہوئے

ڈبے میں ڈال دیں۔ کوشش کیجئے کہ آپ کا دیا ہوا عنوان دو تین الفاظ سے زیادہ پر مشتمل نہ ہو۔ شکریہ"

چنانچہ لوگ ان مجسموں کو دیکھنے کے بعد کسی نہ کسی نام کی پرچی اس ڈبے میں ڈال دیتے تھے۔ کچھ ایسے بھی تھے جو ایسا نہیں کر رہے تھے۔ شاید ان کے ذہن میں کوئی ایسا تاثر نہ بن رہا ہو جسے وہ دو تین الفاظ میں بیان کر سکیں۔

آرٹ گیلری میں رکھے ہوئے ان مجسموں کی تعداد تیس تھی جبکہ بالکل ابتدا میں کلارش نے خیال ظاہر کیا تھا کہ وہ اس نمائش کے لیے بیس پچیس مجسمے تیار کرے گا۔ یہ خیال ظاہر کرتے وقت وہ چار مجسمے بنا چکا تھا۔ ممکن ہے پچیس مجسمے تراشنے کے بعد اسے احساس ہوا ہو کہ وہ ان مجسموں کی شکل میں جو کچھ کہنا چاہتا ہے' پچیس مجسموں سے اس کا واضح اشارہ نہیں مل رہا ہے لہٰذا اس نے پانچ مجسمے اور تیار کیے تھے۔

ان تیس مجسموں کو آرٹ گیلری کے چار مختلف حصوں میں رکھا گیا تھا۔ ایک حصے میں ایک ہی عورت کے مجسمے رکھے گئے تھے جن کے چہروں کے تاثرات کے ساتھ ساتھ ان کی جسمانی بناوٹ بھی مختلف تھی۔ ایک اعتبار سے یہ بھی کہا جا سکتا تھا کہ ان مجسموں کی تعداد تیس سے بھی زیادہ تھی کیونکہ بعض مجسمے دوہرے تھے۔ یعنی کسی مجسمے میں عورت کے ساتھ کوئی مرد بھی تھا جو اسے اپنی آغوش میں سمیٹے ہوئے تھا لیکن مردوں کے نقش و نگار نہیں بنائے گئے تھے۔ وہ صرف مردانہ ہیولے کہے جا سکتے تھے۔ مگر ان ہیولوں کی بناوٹ ایسی رکھی گئی تھی کہ دو مختلف مجسموں میں بنے ہوئے ان ہیولوں کو دیکھ کر یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ وہ دونوں ایک ہی مرد کے تھے۔

کسی مجسمے میں کسی مرد سے ہم آغوش ہوتی ہوئی عورت مرد کی پشت میں خنجر پیوست کر رہی تھی' کسی مرد کے ہاتھوں کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے رو رہی تھی' کسی مرد کو خود سے دور رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے اس کے چہرے پر نفرت کے شدید تاثرات تھے جب کہ دوسرے مجسمے میں اسی مرد کے پیر پکڑے ہوئے رو رہی تھی۔

ایک مجسمے میں عورت ایک شیر خوار بچے کو اپنی چھاتی سے لگائے دودھ پلا رہی تھی۔ کسی میں وہ سال ڈیڑھ سال کے بچے کو فضا میں اچھالتے ہوئے بے حد خوش نظر آ رہی تھی۔ مگر ان بچوں کو بھی صرف ہیولوں کی صورت میں دکھایا گیا تھا۔

وہ مجسمے چار جگہ اس طرح رکھے گئے تھے کہ ایک جگہ ان کی تعداد نو تھی۔ دو جگہ آٹھ تھے اور ایک جگہ صرف پانچ تھے۔ چاروں جگہ رکھے گئے مجسموں کی عورتیں صرف؛

چار تھیں جن کو مختلف مجسموں میں مختلف تاثرات کے ساتھ دکھایا گیا تھا۔ جس جگہ ان کی تعداد دو تھی۔ ان میں ایک مجسمہ ایسا بھی تھا جس میں عورت ایک قبر پر سوگوار بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی عمر پچاس سال سے زیادہ ہو چکی تھی لیکن وہ وہی عورت تھی جس کو جوان بھی دکھایا گیا تھا۔ اس مجسمے کو کاوش کے فن کی معراج قرار دیا جا رہا تھا کیونکہ اس کی عمر رسیدگی کے باوجود دیکھنے والوں کو اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ وہی عورت تھی جس کو جوان بھی دکھایا گیا تھا۔

قبر کے کتبے پر کسی کا نام اور سن وفات لکھا ہوا تھا لیکن اس کے بیشتر حصے پر کائی جم گئی تھی (وہ رنگ سے بنائی گئی تھی) اس کائی کی وجہ سے سن وفات اتنا چھپ گیا تھا کہ اسے پڑھا نہیں جا سکتا تھا۔ اور جو نام لکھا تھا اس میں بھی آخری لفظ "خان" صاف پڑھا جا سکتا تھا اور اس طرح غالباً یہ بات ظاہر کی گئی تھی کہ وہ قبر کسی مرد کی تھی۔

ایک مجسمہ صرف مرد کا تھا اس کے چہرے کے تاثرات ایسے بنائے گئے تھے جیسے وہ کوئی بے وقوف آدمی ہو۔ اس کے ہاتھ میں عدسہ تھا جس سے وہ ان عورتوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔

ایک مجسمہ لوگوں میں متنازعہ بھی بنا ہوا تھا۔ کچھ لوگ اسے انتہائی معصومیت کا پیکر قرار دے رہے تھے اور بعض کا خیال تھا کہ وہ ایک مکار عورت تھی جس کا اظہار اس کی آنکھوں اور نیم وا ہونٹوں سے ہو رہا تھا۔ یہ مجسمہ کاوش کا دوسرا شاہکار قرار دیا جا رہا تھا۔

بعض عورتوں کے مجسموں میں عریانی بھی تھی اور ایک مجسمے میں تو یہ دکھایا گیا تھا کہ عورت خود ہی اپنے کپڑے پھاڑ کر برہنہ ہو جانا چاہتی تھی۔

ان مجسموں کی تیاری میں کاوش کو اپنے اندازے سے زیادہ وقت لگ گیا تھا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ اسے اپنا کام شروع کیے تین سال ہی گزرے تھے کہ اس کے والد کو دل کی بیماری نے آگھیرا تھا۔ انتقال تک۔ ان کی تین سالہ علالت کاوش کے کام میں رکاوٹ بنتی رہی تھی اور دوسرا سبب یہ تھا کہ اسے زیادہ مجسمے بنانا پڑے تھے۔

جب وہ نمائش ہوئی تو کاوش چھبیس سال کا تھا۔ اس کے والد کا انتقال ہوئے دو برس سے زیادہ گزر چکے تھے۔ اسے اس بات کا قلق بھی تھا کہ وہ اس موقع پر زندہ نہیں تھے مگر لوگوں کی تحسین و آفرین کا بوجھ اس قلق کو دبائے ہوئے بھی تھا۔

پہلے دن وہ لوگوں کی آمد پر گیلری ہی میں رہا تھا لیکن دوسرے دن کے ہجوم سے وہ اتنا گھبرایا کہ آٹھ بجے کے قریب گیلری سے چپکے سے کھسک لیا اور گیلری سے منسلک ریسٹورنٹ میں جا کر اسکواش پینے لگا تاکہ بھیڑ کی وجہ سے پیدا ہونے والی گھبراہٹ رفع ہو سکے۔

اس وقت آٹھ بجے تھے۔ مجسموں کی نمائش کا وقت شام چھ بجے سے رات نو بجے تک رکھا گیا تھا۔

وہ پندرہ بیس منٹ ہی وہاں تنہا بیٹھ سکا تھا کہ اس کے دوست کمال کے ساتھ دو اور دوست وہاں آ نکلے۔

"اخاہ! آپ یہاں براجمان ہیں۔" کمال نے کہا "اور گیلری میں آپ کی ڈھونڈیا پڑی ہوئی ہے۔ خاص طور سے منتظم صاحب تو بہت بوکھلائے ہوئے آپ کو ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔"

"کیوں! وہ کیوں ڈھونڈتے پھر رہے ہیں؟" کاوش نے پوچھا۔

"اس لیے کہ لوگوں نے انہیں تنگ کر رکھا ہے کہ انہیں تم سے ملایا جائے۔"

"ملاقات کی کوئی خاص وجہ؟"

"ان لوگوں کو جو مجسمے پسند آئے ہیں' وہ انہیں ہر قیمت پر خریدنا چاہتے ہیں۔"

"اوہ کاش نہیں!" کاوش کے لہجے میں مایوسی تھی۔

"اس میں اتنی مایوسی کی کوئی بات نہیں ہے۔" ایک اور دوست بولا "مختلف لوگ مل کر سبھی مجسمے خرید ڈالیں گے اور میں جو کچھ سن کر آ رہا ہوں' اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مجموعی طور پر خاصی معقول رقم تمہارے ہاتھ آ جائے گی۔"

کاوش کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں پیدا ہوا۔ وہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولا "ایک دن میں مجھے جو بین الاقوامی شہرت حاصل ہوئی ہے اس کا مجھے ہرگز کوئی گمان نہیں تھا۔ فطری طور پر اس سے مجھے خوشی بھی ہوئی ہے لیکن اس خیال سے میرا دل کچھ ٹوٹ گیا ہے کہ لوگ وہ بات نہیں سمجھ سکے ہیں جو میں نے ان مجسموں کے ذریعے سمجھنے کی کوشش کی ہے۔"

"تم کسی نظریے کی بات کرتے رہتے ہو۔" کمال بولا۔

"ہاں۔" کاوش نے کہا "جب وہ مجسمے الگ الگ فروخت ہو کر بکھر جائیں گے تو وہ نظریہ بھی گویا ٹوٹ پھوٹ کر بکھر جائے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ سارے مجسمے ایک ہی جگہ رہیں اور آج میں نے اتنے بڑے بڑے لوگوں کو گیلری میں دیکھا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی اکیلا ہی ان مجسموں کو خرید سکتا ہے۔"

"آخر وہ نظریہ ہے کیا؟ تم بتاؤ تو سہی"

"تم نے بھی سب مجسمے دیکھے ہیں' تم بتاؤ۔"

کمال کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ پھر بولا "کچھ خیالات میرے ذہن میں آ تو رہے ہیں لیکن مجھے مزید سوچنے کے لیے

دو ایک دن کی مہلت دو۔"

کاوش نے سوالیہ نظروں سے باقی دونوں دوستوں کی طرف بھی دیکھا لیکن وہ بھی کچھ کہتے ہوئے ہچکچا گئے۔

کاوش نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا "اب دو ہی باتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو میں ہی وہ تاثر دینے میں ناکام رہا ہوں جو دینا چاہتا تھا یا پھر ہمارے لوگ ابھی ذہنی طور پر اتنے میچور نہیں ہو سکے ہیں کہ آرٹ کی اس باریکی کو سمجھ سکتے۔"

"خیر تم گیلری میں تو چلو۔" کمال نے کہا "لوگوں کی وجہ سے منتظم تو پاگل ہو جائے گا۔"

"میں ان لوگوں کا سامنا نہیں کرنا چاہتا۔ تم ایسا کرو کہ وہاں جاؤ اور منتظم کو چپکے سے یہاں لے آؤ۔"

کمال نے کچھ سوچا' پھر سر ہلا کر اٹھا اور وہاں سے چلا گیا۔

کاوش نے اپنے دونوں دوستوں سے کہا "خیر مجھے یہ شبہ تو پہلے ہی تھا کہ کوئی ایک آدمی ان سب مجسموں کو خریدنے کے لیے تیار نہیں ہوگا۔ اسی لیے میں نے پیش بندی کے طور پر کہہ دیا تھا کہ میں مجسمے فروخت نہیں کرنا چاہتا۔"

اسی وقت اکیس بائیس سال کی ایک لڑکی ریسٹورنٹ میں داخل ہوئی اور پھر بڑی تیزی سے اسی میز کی طرف بڑھتی چلی آئی جہاں کاوش اور اس کے دونوں دوست بیٹھے ہوئے تھے۔

کاوش اسے دیکھ کر مبہوت سا رہ گیا۔ وہ بلا کی حسین تھی اور اس کے چہرے کی معصومیت دیکھ کر کاوش کو یاد نہیں آ سکا تھا کہ اس نے ایسا "معصوم حسن" پہلے بھی دیکھا ہو۔

لیکن اس کا لباس اس کے پاکیزہ سے معصوم حسن کا تضاد تھا۔ وہ جینز' شرٹ اور اونچی ایڑی کے سینڈل میں تھی۔ شانے سے ایک قیمتی کیمرا لٹکا ہوا تھا' ہاتھ میں ایک بال پوائنٹ اور نوٹ بک تھی۔

وہ بڑی بے تکلفی سے میز کی ایک خالی کرسی پر بیٹھ گئی اور کاوش کی طرف دیکھ کر بولی "میرا نام صدف ہے کاوش صاحب! جرنلزم میرا پیشہ تو نہیں لیکن مجھے اس کا جنون کی حد تک شوق ہے۔ یہ میرے لیے اعزاز ہوگا کہ آپ کا پہلا انٹرویو میں لوں۔ کل آپ نے صحافیوں سے کہا تھا کہ ایک دن کی نمائش کے بعد جب آپ کو لوگوں کا ردعمل معلوم ہو جائے گا' تبھی آپ کسی کو انٹرویو دیں گے۔ آج میں آدھے گھنٹے تک گیلری میں آئی تھی اور تبھی سے آپ کو ڈھونڈ رہی ہوں۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ میں تھک کر چائے پینے کے لیے یہاں آئی اور آپ مجھے نظر آ گئے۔ مجھے یقین ہے کہ ابھی آپ نے کسی کو بھی انٹرویو نہیں دیا ہوگا۔"

"آپ بہت تیزی سے بولتی چلی جاتی ہیں۔" کاوش نے ہلکی سی مسکراہٹ اور گہری نظر سے اس کی طرف دیکھا۔

"اتنا تیز بولنا میری عادت نہیں ہے۔" وہ مسکرائی۔ اس کی مسکراہٹ بھی معصومیت اور دلکشی کا امتزاج تھی۔ وہ بولی "اس وقت میں تیزی سے اس لیے بولی کہ جلد از جلد آپ کو اپنے بارے میں اور اپنی خواہش کے بارے میں بتا دوں۔"

کاوش کے دونوں دوست کبھی اسے اور کبھی کن انکھیوں سے صدف کی طرف دیکھنے لگے تھے۔

کاوش نے اس کے لیے چائے کا آرڈر دیا اور پھر بولا "آپ یہاں چائے پینے آئی تھیں' لہٰذا پہلے چائے پی لیں۔ اس کے بعد آپ کے مطلب کی بات ہوگی۔"

"لیکن اگر کوئی اور صحافی بھی ادھر بھٹک آیا تو۔"

"میرا وعدہ ہے۔" کاوش نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا "پہلا انٹرویو میں آپ ہی کو دوں گا۔" وہ بہت جلدی صدف سے متاثر ہو گیا تھا۔

"تھینک یو!" صدف خوش ہو کر بولی۔

اتنے میں کمال' گیلری کے منتظم کو لے کر ان کی طرف آتا نظر آیا۔ کاوش نے واضح طور پر محسوس کیا کہ صدف کو دیکھ کر کمال کی پیشانی پر ایک ہلکی سی شکن پڑ گئی تھی۔

ان دونوں نے اپنے لیے دو کرسیاں میز کے پاس گھسیٹ لیں۔

"کیا معاملہ ہے گردیزی صاحب!" کاوش نے منتظم سے پوچھا۔

"مجسموں کی خریداری کے سلسلے میں پریشر بہت بڑھ گیا ہے۔" گردیزی نے کہا "پانچ مجسمے تو ایسے ہیں کہ ان کی خریداری کے سلسلے میں پانچ افراد نے مسابقت کی دوڑ لگا دی ہے۔ نیلامی کی سی صورت پیدا ہو گئی ہے۔ پچھتر لاکھ تک تو بات آ گئی ہے ممکن ہے ایک کروڑ تک چلی جائے۔"

صدف نے ایک خاص انداز میں کاوش کی طرف دیکھا لیکن اگر اس کا یہ خیال تھا کہ کاوش اس سے خوش ہوگا تو وہ یقیناً مایوس ہوئی ہوگی۔ کاوش کے چہرے پر ایسا کوئی تاثر نہیں ابھرا تھا۔ اس نے گردیزی سے پوچھا "وہ مجسمے کون کون سے ہیں؟"

گردیزی نے بتایا تو کاوش کا منہ بن گیا۔ اس نے اپنے دوستوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "ان کے خریداروں میں سے ایک بھی فن کی باریکیوں کو سمجھنے والا نہیں ہے۔ ان مجسموں میں عریانیت اور حسن و جمال کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ لوگ ان مجسموں کو اپنے گھر کے کسی حصے کی آرائش کے لیے خریدنا چاہتے ہیں۔"

"اس سے تمہیں کیا غرض کہ وہ کس لیے خریدنا چاہتے ہیں۔" ایک دوست نے کہا۔

دوسرے نے گردیزی سے پوچھا "باقی مجسموں کے کیا دام لگ رہے ہیں؟"

"میرا خیال ہے کہ تین ساڑھے تین کروڑ میں سب مجسمے بک سکتے ہیں۔ گیلری میں آج مالدار لوگوں کی تعداد زیادہ ہے۔"

"جہنم میں جائیں وہ سب۔" کاوش نے جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا اور کھڑا ہو گیا پھر اس نے کمال سے کہا "جب نمائش کا وقت ختم ہو جائے تو ڈبے سے تمام عنوانات نکال کر گردیزی صاحب کو دے دینا۔ یہ مجھے گھر پہنچا دیں گے۔"

"میں خود پہنچا دوں گا۔" کمال نے کہا۔

کاوش کے ساتھ ہی صدف بھی کھڑی ہو گئی تھی۔ وہ کاوش کی طرف دیکھتے ہوئے جلدی سے بولی "لیکن سر!۔ انٹرویو؟"

"یہاں بیٹھ کر تو انٹرویو نہیں ہو سکتا نا!" کاوش نے کہا "اگر آپ مناسب سمجھیں تو اسی وقت میرے گھر چلیے، ورنہ کل دن میں کسی وقت فون کر کے آجائیے!"

"میں ابھی آپ کے ساتھ چلتی ہوں۔" صدف نے فوراً کہا۔ کاوش اپنے دوستوں سے مصافحہ کرنے لگا۔

گردیزی پہلو بدل کر بولا "وہ لوگ جو خریداری کے سلسلے میں آپ سے ملنے کے لیے بے چین ہیں، ان سے میں کیا کہوں؟"

"کہہ دیجیے گا کہ میری طبیعت اچانک کچھ خراب ہو گئی تھی اس لیے میں گھر چلا گیا ہوں۔"

کمال اس وقت بھی صدف کو کچھ تیکھی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

کاوش نے ریسٹورنٹ کا بل ادا کیا اور صدف کے ساتھ باہر نکل آیا۔

O☆O

کار میں سفر کرتے ہوئے صدف بولی "آپ کی رولز رائس بہت خوبصورت ہے کاوش صاحب!"

"پسندیدگی کا شکریہ مس۔ میرا مطلب ہے۔۔۔"

"جی ہاں۔" صدف نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا "ابھی میں مس ہی ہوں۔"

کاوش کو یہ جان کر خوشی ہوئی کہ وہ غیر شادی شدہ تھی۔

"مس صدف!" کاوش نے کہا "یہ کار خاصی پرانی ہے۔ پہلے یہ میرے والد مرحوم کے استعمال میں رہا کرتی تھی۔"

"میں نواب سلیم حیدر قدوائی کے نام سے واقف ہوں۔ شاید میں ان سے مل بھی چکی ہوتی لیکن اس وقت تک میں نے جرنلزم کے میدان میں قدم نہیں رکھا تھا۔"

کاوش اس سے اس کے گھر والوں کے بارے میں پوچھنا چاہتا تھا لیکن یہ سوچ کر رک گیا کہ پہلی ملاقات میں شاید یہ مناسب نہ ہو، اور یہ فیصلہ وہ کر چکا تھا کہ انٹرویو کے بعد وہ صدف سے دوسری ملاقات کے لیے راہ ہموار کر لے گا۔ یہ پہلا موقع تھا جب وہ اتنی جلدی بلکہ صدف کو ایک نظر دیکھتے ہی اس سے متاثر ہو گیا تھا۔ ورنہ بہت حسین حسین لڑکیاں اس کے گرد تتلیوں کی طرح منڈلایا کرتی تھیں جنہیں اس نے کبھی ذرا سا بے تکلف ہونے کا موقع نہیں دیا تھا۔

"ایک بات کہوں اگر آپ برا نہ مانیں!" صدف بولی۔

"میں عموماً برا ماننے سے پرہیز کرتا ہوں۔"

"آپ باتیں بھی دلچسپ کرتے ہیں۔" صدف دھیرے سے ہنسی۔

"بھی سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"بھی۔۔۔ میرا مطلب ہے۔۔۔" صدف کچھ گڑبڑا گئی۔

"کہہ ڈالیے!" کاوش نے اسے اکسایا "میں ابھی کہہ چکا ہوں کہ میں عموماً برا ماننے سے پرہیز کرتا ہوں۔"

"دراصل۔" صدف نے نظریں جھکا لیں۔ اس کا چہرہ کچھ گلابی ہو گیا تھا۔

"ہاں ہاں، کہیے۔" کاوش پھر بولا۔

صدف نے ایک نظر اس کی طرف دیکھ کر کہا "آپ ایک سنگتراش سے زیادہ فلمی ہیرو معلوم ہوتے ہیں۔ ہیرو بھی ایسا جسے صرف اسکرین ہی پر دیکھ کر ہزاروں لڑکیاں اپنے دل میں اس کا مجسمہ بنا لیتی ہیں۔"

"مجسمہ ساز کا مجسمہ!" کاوش ہنسا۔

"یقین کیجیے کہ میں نے مبالغے سے کام نہیں لیا ہے۔"

"آپ کہتی ہیں تو مانے لیتا ہوں۔"

کچھ اسی قسم کی باتوں میں راستہ طے ہو گیا۔

کوٹھی دیکھ کر صدف بولی "آپ کا گھر تو اچھا خاصا محل معلوم ہوتا ہے۔ اس کی مالیت پندرہ کروڑ سے کم تو کیا ہو گی!"

"میں نے کبھی اس کی مالیت جاننے کی ضرورت نہیں سمجھی۔"

"نواب قدوائی کے بیٹے کو یہ جاننے کی ضرورت ہو بھی نہیں سکتی۔"

کاوش نے اسے ڈرائنگ روم میں لے جا کر بٹھایا جہاں لاکھوں روپے کے فانوس لٹکے ہوئے تھے اور دیگر آرائشی چیزیں بھی بہت قیمتی تھیں۔ وہ سب کچھ دیکھ کر صدف کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔

انٹرویو شروع کرنے سے پہلے صدف نے مختلف زاویوں سے کاوش کی تصویریں کھینچیں۔

پھر انٹرویو کے دوران میں صدف نے ایک سوال یہ بھی

کیا "مجھے کسی نے بتایا تھا کہ آپ نے ان مجسموں کے ذریعے کوئی نظریہ پیش کیا ہے۔"

"جی ہاں کوشش کی ہے۔"

"وہ نظریہ کیا ہے؟"

"آپ کیا سمجھتی ہیں؟"

صدف کچھ رک کر بولی "عورت کے روپ"

"یہ کوئی نظریہ تو نہیں ہوا۔"

"تو آپ بتائیے!"

"یہ زحمت میں صرف مجسمے دیکھنے والوں کو دینا چاہتا ہوں۔" کاوش نے مسکرا کر کہا۔

انٹرویو لگ بھگ پون گھنٹے چلا پھر صدف نے جانے کی اجازت چاہی۔

"یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ پہلی بار یہاں آئیں اور کھانا کھائے بغیر چلی جائیں۔" کاوش نے کہا "یہ اس گھر کی روایت کے خلاف ہے۔"

صدف نے گریز کرنا چاہا۔ کاوش نے اصرار کیا اور پھر صدف مان گئی۔

عالی شان ڈائننگ روم میں کھانا کھاتے ہوئے کاوش نے گھڑی دیکھ کر کہا "کمال کو اب تک آجانا چاہیے تھا۔"

صدف نے اس کے جواب میں کچھ کہنا ضروری نہیں سمجھا اور بولی "آج تو آپ گیلری میں آنے والوں سے بچ کر نکل آئے کاوش صاحب مگر کل کیا کیجیے گا؟"

"کل میں وہاں سرے سے جاؤں گا ہی نہیں۔ ویسے بھی کل میرے ایک دوست ڈاکٹر محسن کے گھر اس کے ولیمے کی دعوت ہے۔ میرا وہاں جانا بہت ضروری ہے۔ کیوں نہ آپ بھی وہاں چلیے۔ ڈاکٹر محسن بھی ایک ایسا شخص ہے جس کا انٹرویو لیا جا سکتا ہے۔ وہ نیورو سرجن ہے۔ ابھی پچھلے ہی مہینے امریکا سے ڈگری لے کر آیا ہے۔ غالباً وہ اس پیشے میں ملک کا سب سے کم عمر اسپیشلسٹ ہے۔ اس خصوصیت کی بنا پر بھی اس کا انٹرویو لیا جا سکتا ہے۔"

صدف کے جواب سے پہلے ہی ایک ملازم نے آکر کمال کی آمد کی اطلاع دی۔

کاوش نے پوچھا "کیا تم نے اسے بتایا نہیں کہ میں کھانا کھا رہا ہوں!"

"بتایا تھا صاحب!"

"تو وہ سیدھا یہاں کیوں نہیں آگیا!؟ اسے بلا لاؤ!"

ملازم کے جانے کے بعد کاوش نے صدف سے کہا۔ "آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا!"

"کیا یہ عجیب سی بات نہ ہو گی کہ میں بن بلائے چلی جاؤں؟"

"وہ میرا بہت بے تکلف دوست ہے۔ بالکل کمال کی طرح! میں اس کی کسی بھی تقریب میں دس افراد کو بھی اپنے ساتھ لے جا سکتا ہوں۔"

"لیکن یہ بھی تو کوئی مناسب بات نہیں کہ میں اس دعوت میں انٹرویو۔"

"ارے نہیں۔" کاوش نے ہنس کر اس کی بات کاٹ دی۔ "یہ میں کب کہہ رہا ہوں کہ آپ اس سے کل ہی انٹرویو لیں۔ کل تو بس آپ کا تعارف ہو جائے گا اور یہ بات میں اس کے کان میں ڈال دوں گا کہ آپ اس کا انٹرویو لینا چاہتی ہیں۔ انٹرویو کا دن پھر کسی وقت طے کر لیا جائے گا۔"

"چلیے، اگر آپ کہتے ہیں تو یوں ہی سہی۔"

چند سرسری باتیں اور ہوئیں، پھر ملازم نے واپس آکر کہا "کمال صاحب کہہ رہے ہیں کہ وہ کھانا کھا کر آئے ہیں اس لیے ڈرائنگ روم ہی میں آپ کا انتظار کریں گے۔"

"عجیب آدمی ہے۔ جب اسے یہاں آنا تھا تو کھانا کھا کر آنے کی کیا ضرورت تھی!" کاوش نے بڑبڑانے والے انداز میں کہا اور پھر صدف سے بولا "خیر! یہ بتائیے کہ آپ یہاں سے جائیں گی کیسے؟"

"پہلے تو مجھے ٹیکسی کر کے واپس آرٹ گیلری جانا پڑے گا۔"

"کیوں؟"

"میری کار تو وہیں کھڑی ہے۔"

"اوہ! وہ تو میں نے وہاں آپ سے پوچھا ہی نہیں تھا ورنہ آپ اپنی کار میں میرے پیچھے پیچھے آجاتیں۔ خیر! یہاں سے آپ کو ٹیکسی میں جانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ آپ میری کار میں چلی جائیے گا۔ میں شوفر سے کہہ دوں گا۔ وہ آپ کو چھوڑ آئے گا۔"

"اگر آپ کا شوفر ہے تو آپ خود کار کیوں چلا رہے تھے؟"

"بس، میرا ایک شوق ڈرائیونگ بھی ہے۔" کاوش نے مسکرا کر کہا "اچھا یہ بتائیے کہ کل آپ محسن کے گھر چلنے کے لیے کس وقت تک یہاں آجائیں گی؟"

"آپ مجھے پتا بتا دیں۔ میں براہ راست وہیں پہنچ جاؤں گی۔"

"میرے ساتھ چلنے میں کوئی اعتراض ہے آپ کو!"

"دراصل بات یہ ہے کاوش صاحب!" صدف نے سنجیدگی سے کہا "مجھے اس شہر کے خاصے بڑے بڑے لوگ جانتے ہیں۔ ان میں سے دو چار تو اس تقریب میں ہوں گے ہی۔"

"تو اس سے کیا!"

"وہ جانتے نہیں کہ میں ایک پڑھے لکھے اور تعلیم یافتہ نواب خاندان کے چشم و چراغ! اس کے علاوہ ایک مجسمہ ساز کی حیثیت سے بھی آپ کی پوزیشن۔"

"لعنت بھیجئے پوزیشن پر! میں نے ساری زندگی کبھی یہ نہیں سوچا کہ میں ایک نواب زادہ ہوں۔"

"آپ نہ سوچیں مگر لوگ تو جانتے ہیں کہ آپ کیا ہیں۔ ایسی صورت میں میرا آپ کے ساتھ ہونا لوگوں کو باتیں بنانے کا موقع فراہم کردے گا۔"

"میں نے لوگوں کی پروا کرنا کبھی نہیں سیکھا۔"

"آپ کی بات اور ہے کاوش صاحب! لیکن میں ایک لڑکی ہوں۔ مجھے کسی نہ کسی حد تک ان باتوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔"

"اچھا!" کاوش نے ایک طویل سانس لی "جیسا آپ مناسب سمجھیں۔"

"آپ مجھے وہاں کا پتا دے دیں۔"

وہ دونوں کھانا کھا چکے تھے۔

○☆○

شوفر کے ساتھ صدف کو رخصت کرنے کے بعد کاوش کمال پر بگڑ گیا "جب تمہیں یہاں آنا تھا تو کھانا کھا کر کیوں آئے تھے؟"

"میں کھانا کھا کر نہیں آیا۔" کمال نے آہستہ سے کہا۔

"ارے! تو پھر جب میں نے تمہیں بلایا تھا تو ڈائننگ روم میں کیوں نہیں آئے تھے۔"

"بس یوں ہی۔" کمال نے اس سے نظریں ملائے بغیر کہا اور پھر براؤن رنگ کا ایک لفافہ کاوش کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا "یہ وہ عنوانات ہیں جو میں ڈبے میں سے نکال کر لایا ہوں۔"

کاوش نے لفافہ ایک طرف رکھتے ہوئے کہا "کیا تم صدف کو جانتے ہو؟ میرا خیال ہے کہ آرٹ گیلری کے ریسٹورنٹ میں بھی اسے میری میز پر دیکھ کر تمہاری پیشانی پر بل پڑ گئے تھے۔"

"ہاں۔" کمال نے کہا "اور پھر میں نے یہ بھی محسوس کرلیا تھا کہ تم اس کی طرف کچھ مائل تھے۔ اسے اسی وقت گھر لے آئے پھر اسے کھانا بھی کھلایا۔"

"تو اس میں حرج کیا ہے؟" کاوش نے مسکراتے ہوئے کہا "ویسے تمہارا یہ اندازہ بالکل درست ہے کہ وہ لڑکی مجھے پسند آئی ہے۔"

"بہتر ہوگا کہ تم اس سے دور رہو۔"

"مگر کیوں؟" کاوش نے سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھا۔

"یہ تمہاری شان کے خلاف ہے کاوش!" کمال نے کہا "وہ ایک جرنلسٹ ہے اور تم۔"

"اور میں تو یونائیٹڈ اسٹیٹس کا صدر ہوں۔" کاوش نے منہ بناتے ہوئے کہا "یار تم جانتے ہو کہ میں طبقاتی اونچ نیچ کا سخت مخالف ہوں۔"

"ایک دوست کی حیثیت سے تمہیں سمجھانا میرا فرض تھا جو میں نے پورا کردیا۔ اب میں چلتا ہوں۔"

"کھانا کھائے بغیر کیسے چلے جاؤ گے! اور پھر میں چاہتا ہوں کہ یہ عنوانات تمہاری موجودگی ہی میں دیکھوں۔"

کھانے کے سلسلے میں کمال زیادہ انکار نہیں کرسکا۔ وہ جانتا تھا کہ کاوش اسے کھانا کھائے بغیر نہیں جانے دے گا۔

کاوش نے ملازم کو ہدایت دی کہ وہ کمال کے لیے کھانا ڈرائنگ روم ہی میں لے آئے۔ پھر اس نے براؤن لفافہ سینٹر ٹیبل پر الٹ دیا۔ چھوٹے چھوٹے پرچوں کی خاصی تعداد ٹیبل پر بکھر گئی۔ کاوش نے ایک پرچہ اٹھایا اور اسے کھول کر دیکھا۔

"عورت، شیطان، ممتا۔" کاوش نے بلند آواز میں پڑھا اور ہنس دیا۔ وہ پرچہ ایک طرف ڈال کر اس نے دوسرا پرچہ اٹھایا اور وہ بھی بلند آواز سے پڑھا "عورت کے روپ۔"

یہ وہی عنوان تھا جو صدف بھی دے چکی تھی۔

کاوش پرچے کھولتا اور پڑھتا رہا "عورت کے سائے۔ عورت، امن، فساد۔ حسن کا زہر۔ ماں، بیٹی اور؟۔ زن صد رنگ۔ ابوالہوس مرد۔ عورت کا دیوانہ۔"

کمال خاموشی سے کاوش کی طرف دیکھتا رہا۔ ملازم کھانے کی ٹرالی وہیں لے آیا۔

"شروع کرو۔" کاوش نے اس سے کہا "ڈائننگ روم میں نہیں آئے تھے تو اب اکیلے ہی کھاؤ۔ میں تو کھا چکا ہوں۔"

کمال نے کھانا شروع کردیا۔ کاوش پرچے دیکھتا رہا۔ دس منٹ سے بھی کم وقت میں اس نے سارے پرچے دیکھ ڈالے اور اس کے چہرے سے مایوسی ظاہر ہونے لگی۔

کمال نے کھانا کھانے میں بھی اتنا ہی وقت لگایا تھا۔ اس نے اپنا دایاں ہاتھ نیم گرم پانی میں ڈبو کر نیپکن سے خشک کرتے ہوئے کاوش کی طرف دیکھا۔

"ہے کوئی صحیح عنوان؟"

"نہیں۔" کاوش نے ٹھنڈی سانس لی۔ "بعض تو مضحکہ خیز بھی ہیں۔"

"وہ کیسے؟"

"مثال کے طور پر 'ابوالہوس مرد'۔"

"یہ خیال یا ایسے خیال لوگوں کے ذہن میں مرد کے گھٹنے کی وجہ سے آسکتے ہیں۔ وہ صحیب مدت سے ان عورتوں کی طرف دیکھ رہا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابوالہوس مرد، عورت کے ایک ایک نقش کو بہت قریب سے دیکھنے کا خواہش مند ہوتا ہے۔"

"مجھ سے شاید کہیں کوئی غلطی ہوگئی ہے۔" کاوش بڑبڑایا، پھر بولا "خیر چھوڑو۔ کل محسن کا ولیمہ ہے۔ مدعو تو تم بھی ہوگے۔"

"ہاں۔" کمال دھیرے سے ہنسا "اس نے مجھے صرف تمہارا دوست ہونے کے ناتے سے مدعو کیا ہوگا۔ مجھ سے اس کی قربت کبھی نہیں رہی۔"

"دوا فراد کا تعلق عموماً کسی تیسرے فرد کی وجہ سے ہوتا ہے لہٰذا تمہیں یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ اس نے تمہیں میری وجہ سے مدعو کیا ہوگا۔ اس قسم کی تقریبات اتنی محدود نہیں رکھی جاتیں کہ ان میں صرف قریب کے لوگوں کو مدعو کیا جائے۔"

"خواہ مخواہ بحث چھڑ گئی۔ میں بہرحال مدعو ہوں اور شرکت بھی کروں گا۔"

"میں نے وہاں صدف کو بھی مدعو کرلیا ہے۔"

"تم نے!" کمال چونکا "تم نے کیسے مدعو کرلیا؟"

"تم جانتے ہو کہ محسن سے میرے تعلقات کتنے قریبی ہیں۔ میں اس کی کسی تقریب میں اپنے کسی بھی واقف کار کو مدعو کرسکتا ہوں۔"

"تم صدف سے آج پہلی بار ملے ہو۔" کمال نے غور سے کاوش کی طرف دیکھا "اور اسے اتنا زیادہ پسند کرنے لگے ہو!"

"ایسا ہوتا تو ہے کمال! بہت سے لوگ پچاس ملاقاتوں میں بھی دل کو نہیں بھاتے اور کوئی ایک ہی ملاقات میں دل پر اپنا گہرا اثر چھوڑ جاتا ہے۔"

کاوش نے کمال کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ کھیل رہی تھی اور چہرے سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ جاگتی آنکھوں سے کوئی مسکتا ہوا خواب دیکھ رہا ہے۔

کمال نے ہونٹ بھینچ لیے۔ وہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔

○☆○

کمال کی وہ رات بہت بے چینی میں گزری۔ صبح ہوتے ہی اس نے صدف کے گھر فون کیا۔ کال صدف کی والدہ نے ریسیو کی تھی۔ بعد میں صدف لائن پر آئی اور استعجابیہ لہجے میں بولی "خیریت؟ اتنی صبح صبح؟"

"میں چاہتا تھا کہ تمہاری دفتر روانگی سے پہلے ہی تم سے رابطہ ہو جائے۔ کل رات کاوش نے مجھے ساڑھے دس بجے تک روکے رکھا اور اتنی رات کے بعد تمہیں فون کرنا مجھے مناسب نہیں معلوم ہوا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم دفتر جانے سے پہلے ہی مجھ سے مل لو۔"

صدف نے ایک طویل سانس لی "میرا خیال ہے کہ میں تمہاری اس بے چینی کا سبب سمجھ رہی ہوں۔ شاید کاوش نے تمہیں یہ بھی بتا دیا ہوگا کہ اس نے مجھے آج اپنے ایک دوست کی تقریب میں مدعو کیا ہے۔"

"میں گھر پر تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔" کمال نے کہا اور جواب سنے بغیر سلسلہ منقطع کر کے کمرے میں ٹہلنے لگا۔

وہ اور صدف کافی دن سے ایک دوسرے کو نہ صرف جانتے تھے بلکہ ایک دوسرے کے بہت قریب ہوچکے تھے۔ کمال اس سے شادی کے لیے بے چین تھا لیکن صدف اس معاملے کو ٹالتے ہوئے تھی۔ شادی اور محبت کے معاملے میں اس کا نظریہ کمال کو سخت ناپسند تھا۔

ٹیلی فون کی گھنٹی کی آواز سن کر کمال ٹہلتے ٹہلتے رکا اور پھر ٹیلی فون کے قریب آگیا۔ "ہیلو!" اس نے ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں کہا۔

"تم نے میرا جواب سنے بغیر ہی ریسیور رکھ دیا!" صدف کی آواز آئی۔

"مجھے تمہارے جواب کی ضرورت نہیں تھی۔ مجھے تم سے اسی وقت ملنا ہے بس۔"

صدف دھیرے سے ہنسی "بہت ناز کرتے ہو تم اس پر کہ مجھے تم سے شدید محبت ہے۔"

"میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔" کمال نے کہا اور سلسلہ پھر منقطع کردیا۔ اسے یقین تھا کہ صدف ضرور آئے گی۔ ان دونوں کی ابتدائی ملاقاتیں تو برسرِعام ہی ہوئی تھیں لیکن بعد میں صدف نے برسرِعام ملنا چھوڑ دیا تھا۔ وہ کمال سے ملنے اس کے اپارٹمنٹ میں آجایا کرتی تھی جہاں کمال تنہا رہتا تھا۔

برسرِعام ملنے سے گریز کی وجہ صدف نے یہ بتائی تھی کہ دوسروں کو ان کی محبت کا علم نہیں ہونا چاہیے۔

اس رازداری کا مقصد بتانے میں بھی صدف نے کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی تھی۔ اس نے کہا تھا "دیکھو کمال! محبت اور شادی کو میں دو الگ الگ چیزیں سمجھتی ہوں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ جس سے شادی کی جائے اس سے محبت بھی ہو اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ اسی سے شادی کی جائے جس سے محبت ہو۔ محبت تو روحانی آسودگی کا ذریعہ ہے۔ زندگی کے لیے دولت ضروری ہے جو تمہارے پاس نہیں ہے۔ میں پڑھی لکھی لڑکی ہوں اور اتنی خوبصورت ہوں کہ

بھی نہ بھی کوئی مال دار شخص میرا اسیر ضرور بنے گا۔ میں اس سے شادی کر کے وہ تمام آسائشات حاصل کر لوں گی جن کے بغیر زندگی بہت کٹھن ہوتی ہے۔ رہی محبت کی بات تو وہ مجھے آج بھی تم سے ہے اور کل بھی تم سے ہی رہے گی۔ شادی کا مطلب یہ نہیں ہوگا کہ میں تم سے دور ہو جاؤں گی۔ اب یہ میرے لیے ممکن ہی نہیں رہا ہے کہ تمہیں چھوڑ دوں یا تمہیں بھول جاؤں۔"

"یہ کوئی اچھی بات نہیں ہوگی کہ تم کسی اور سے شادی کرنے کے بعد مجھ سے اپنے تعلقات بحال رکھو۔"

"یہ اچھی بات کیوں نہیں ہوگی؟ اچھائی اور برائی کے معیار انسان خود مقرر کرتا ہے اور ہر عہد میں یہ معیار ہمیشہ بدلتے رہے ہیں۔ یہ ہمیشہ انسانی خواہشات کے تابع رہے ہیں۔ کل کے معاشرے کا انسان جن چیزوں کو غلط سمجھتا تھا' وہ آج کے معاشرے کا انسان بہ خوشی قبول کر چکا ہے اور کل جو کچھ صحیح سمجھا جاتا تھا' وہ آج غلط قرار پا چکا ہے۔"

صدف اس سلسلے میں مثالیں بھی گنوا ڈالتی تھی اور کمال کھسیا جاتا تھا۔ "تم آج جو کچھ سوچ رہی ہو' یہ ممکن ہے کہ آئندہ صدیوں میں برا نہ سمجھا جائے لیکن آج کے معاشرے میں برا ہی سمجھا جاتا ہے۔"

"کسی بھی انسان کو بڑی کامیابی اسی وقت ملتی ہے جب وہ وقت کی طنابیں توڑ کر آگے نکل جائے۔"

کمال اس بحث میں ہمیشہ بے بس ہو جایا کرتا تھا۔

صدف کہا کرتی تھی "اسی لیے یہ ضروری ہے کہ ہم اب چھپ کر ملا کریں۔ اگر دوسروں کو ہمارے تعلق کا علم ہو گیا تو میں اپنے مقصد میں ناکام ہو جاؤں گی اور چونکہ تمہیں بھی مجھ سے محبت ہے اس لیے مجھے یقین ہے کہ تم بھی یہ بات ہمیشہ راز میں رکھو گے۔"

کمال کو نہ جانے کیوں اُمید تھی کہ وقت گزرنے کے ساتھ صدف کا یہ لاابالی پن ختم ہو جائے گا لیکن اس وقت پہلی بار اس کے کان کھڑے ہوئے جب اس نے صدف کو کاوش کی میز پر دیکھا۔ کمال کو کچھ تشویش ہوئی کیونکہ کاوش کی آنکھوں میں بھی صدف کے لیے پسندیدگی کی چمک تھی۔ اس کے بعد جب صدف کاوش کا انٹرویو کرنے کے لیے اس کے گھر گئی تو بھی کمال کچھ کسمسایا تھا اور خاصی دیر بعد جب وہ کاوش کے گھر گیا تھا اور اسے یہ بات معلوم ہوئی کہ صدف کاوش کے ساتھ ڈائننگ روم میں بھی تو وہ بڑی شدت سے کھسیا گیا تھا۔ اسے اس وقت بھوک لگ رہی تھی لیکن کھسیا جانے کی وجہ سے وہ ڈائننگ روم میں نہیں گیا تھا پھر جب صدف رخصت ہوئی تو اسے ڈرائنگ روم میں اکیلے ہی کھانا کھانا پڑا تھا۔ اس نے کاوش کو سمجھانے کی کوشش بھی

مزاحمت

وکیل نے کیس لینے سے پہلے مؤکل سے پوچھا

"تمہیں کس سلسلے میں گرفتار کیا گیا ہے؟"

"سرکاری کام میں مداخلت کرنے کے جرم میں۔" مؤکل نے بتایا۔

"تم نے کس کام میں مداخلت کی تھی؟"

"انسپکٹر صاحب مجھے گرفتار کرنا چاہتے تھے۔ میں نے مزاحمت کی تھی۔"

"کس طرح مزاحمت کی تھی؟ مار پیٹ کی تھی یا بحث و مباحثہ؟"

"نہ مار پیٹ اور نہ ہی بحث و مباحثہ..... بس وہ بیس ہزار مانگ رہے تھے' میں نے پانچ ہزار دینے کی کوشش کی تھی۔"

کی تھی کہ وہ ایک نواب زادہ اور صدف ایک معمولی جرنلسٹ ہے لیکن کاوش پر اس کی باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوا اور یہ بات بالکل واضح ہو گئی تھی کہ اس نے صدف کو پسند کر لیا تھا۔ صدف اس کی دعوت پر محسن کی تقریب میں شرکت کے لیے آمادہ ہو گئی تھی۔ اس سے کمال نے یہ نتیجہ اخذ کیا تھا کہ وہ کاوش کو اپنا اسیر بنانے کا فیصلہ کر چکی تھی اور خود اس نے بھی یہ محسوس کر ہی لیا ہوگا کہ کاوش اس کی طرف راغب ہو چکا تھا۔

بات اس حد تک بڑھ جانے ہی کی وجہ سے کمال کی رات بڑی بے چینی سے گزری تھی اور اس نے صبح ہوتے ہی صدف سے رابطہ کیا تھا۔

صدف آدھے گھنٹے میں وہاں پہنچ گئی۔ اس نے اپنی وینٹی بیگ ایک صوفے پر اچھالا اور دونوں ہاتھ کمال کی گردن میں ڈال کر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی "فرمائیے جناب! کنیز حاضر ہو گئی ہے۔"

"دیکھو صدف!" کمال نے سرد لہجے میں کہا "اب تک میں یہ سمجھتا رہا تھا کہ وقت گزرنے کے ساتھ تمہارے خیالات میں تبدیلی آ جائے گی لیکن میرا یہ خیال شاید اب غلط ثابت ہو چکا ہے۔ کاوش کی دعوت پر تم محسن کی تقریب میں جا رہی ہو۔ گویا اب یہ معاملہ تیزی سے آگے بڑھے گا اور میں اسے برداشت نہیں کر سکتا۔ تم نے مجھ سے جو وعدہ لیا تھا' اس کے مطابق میں نے ابھی کاوش کو اپنے اور تمہارے

تعلق کے بارے میں کچھ نہیں بتایا لیکن۔"

"اور اب بھی کچھ نہیں بتاؤ گے۔" صدف نے اس کی بات کاٹتے ہوئے مسکرا کر کہا "مجھے یقین ہے کہ نہیں بتاؤ گے۔"

"کیوں ہے تمہیں یہ یقین؟"

"اس لیے کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔"

"اسی لیے تو بتاؤں گا کہ مجھے تم سے محبت ہے۔"

"اگر تمہیں مجھ سے محبت ہے تو تم ہرگز نہیں چاہو گے کہ میں ایک پر آسائش زندگی سے محروم ہو جاؤں اور پر آسائش زندگی کے حوالے سے کاوش میرے لیے ایک آئیڈیل شوہر ثابت ہوگا۔"

"وہ میرا بہت اچھا دوست ہے صدف! میں اسے دھوکے میں نہیں رکھ سکتا۔"

"تو پھر کسی ایک کا انتخاب کر لو۔ اپنے دوست کا یا اس کا جس سے تمہیں محبت ہے۔" صدف نے سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن اگر تم نے اپنے دوست کا انتخاب کیا تو یہ میرے لیے ناقابل برداشت ہوگا۔ میں تمہیں کبھی نہیں بھول سکتی کمال! مایوسی کی ایسی کسی حد پر میں خودکشی بھی کر سکتی ہوں لیکن یہ بھی طے ہے کہ اپنی کنپٹی پر گولی چلانے سے پہلے میں ایک گولی تمہاری کنپٹی پر بھی چلاؤں گی۔ میں مرنے سے پہلے اپنے ذہن میں یہ تصور نہیں رکھنا چاہتی کہ میرے بعد تم کبھی نہ کبھی مجھے بھول کر کسی اور کے ہو جاؤ گے۔"

"پاگل ہو تم!" کمال نے جھنجلا کر کہا "تمہیں دماغی علاج کی ضرورت ہے۔"

"مجھے کسی علاج کی ضرورت نہیں ہے کمال!" صدف نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا "تم ایک ٹریولنگ ایجنسی کے مالک ہو جو تمہیں ورثے میں ملی ہے۔ تم نے آنکھیں کھول کر اپنے گرد بے بسی کے سائے نہیں دیکھے جو میں نے دیکھے ہیں۔ میں نے غربت کو اس طرح دیکھا ہے جیسے کوئی اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔ میں نے فاقے بھی کیے ہیں کمال! میرے باپ کے مرنے کے بعد میری ماں نے مجھے جس طرح پالا پوسا اور پڑھایا لکھایا ہے' وہ میں ہی جانتی ہوں۔ کپڑوں کی سلائی کر کے' شدید محنت کر کے وہ وقت سے پہلے بوڑھی نظر آنے لگی ہیں لیکن انہوں نے مجھے کسی قابل بنا دیا ہے اور یہ میری خوش قسمتی بھی ہے کہ میں نے جرنلزم میں بہت جلد اور بہت زیادہ ترقی کر لی لیکن یہ میری منزل نہیں ہے۔ میری عمر اس وقت زیادہ نہیں تھی جب امیر لوگوں کو دیکھ کر میرے دل میں ہوک اٹھنا شروع ہو گئی تھی۔ میرا جی چاہتا تھا کہ ان سے وہ سب کچھ چھین لوں۔ میری یہ خواہش مجھے جرائم کی طرف بھی لے جا سکتی تھی لیکن ماں سے حاصل کردہ تربیت کے باعث میں

نے خود کو سنبھالے رکھا اور اب میں جائز طریقے سے دولت مند بننا چاہتی ہوں۔"

کمال نے تلملا کر کہا "یہ جائز طریقہ ہوگا کہ تم کاوش سے شادی کرنے کے بعد مجھ سے بھی تعلق قائم رکھو گی؟"

"میرا خیال ہے کہ آج کل تو ایسی عورتوں کی تعداد بہت کم نہیں ہوگی۔"

"لیکن ایسی عورتیں اچھی نہیں ہوتیں۔"

"اچھائی اور برائی کے معیار انسان اپنی خوشی اور اپنی خواہش کے مطابق قائم کرتا ہے۔ تم میرے اس نظریے سے واقف ہو۔"

"مجھ سے شادی کر کے بھی تم ایک اچھی خاصی زندگی گزار سکتی ہو۔"

"میں اچھی خاصی نہیں' ایک شاندار زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔" کمال نے شکست خوردہ لہجے میں کہا "تم کاوش سے شادی کر کے مجھے بھول جانا۔"

"اچھا!" صدف دھیرے سے ہنسی "کیا تم مجھے بھول جاؤ گے؟"

"میں زندگی بھر شادی نہیں کروں گا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تمہارے دل سے میری محبت کبھی نہیں مٹ سکے گی۔ بس اسی طرح تم میرے بارے میں بھی سوچو۔ کاوش سے شادی کے باوجود میرے دل میں تمہاری محبت ختم نہیں ہو سکے گی۔ ختم تو کیا' کم بھی نہیں ہو سکے گی۔ کاوش سے شادی کر کے مجھے یہ آسانی بھی حاصل رہے گی کہ تم سے ملنا جلنا میرے لیے قطعی دشوار نہیں ہوگا۔ تم اس کے بہت قریبی دوست ہو۔ تم کسی وقت بھی اس کے گھر آ جا سکتے ہو۔"

"میں اس سے کہیں اور مل لیا کروں گا۔"

"خام خیالی ہے تمہاری! میں تمہیں بلاؤں گی اور تم آؤ گے۔" صدف نے بڑے اعتماد سے کہا۔

"میں نہیں آؤں گا۔"

"چلو اس کا فیصلہ وقت پر چھوڑ دیتے ہیں۔" صدف نے ہنس کر کہا۔

کمال نے بے بسی سے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا۔

تھوڑی دیر بعد صدف چلی گئی۔

اسی شام کمال نے صدف کو کاوش کے ساتھ محسن کی تقریب میں دیکھا۔ صدف نے اپنے لباس اور میک اپ پر خصوصی توجہ دی تھی۔ اس عالم میں وہ تقریب میں شامل عورتوں کی رشک آمیز یا حسد آمیز نگاہوں کا ہدف بنی ہوئی تھی۔

○☆○

محفلوں کی رونقیں ختم ہونے کے بعد کاوش پر ایک جمود سا چھا گیا۔ کوئی نہیں تھا جس نے اس نظریے کو سمجھا ہو جو کاوش نے ان مجسموں کے ذریعے ظاہر کیا تھا یا ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی۔

مجسموں کے خریدار تو بہت تھے لیکن کاوش نے ہر بڑی پیشکش مسترد کر دی تھی اور سب مجسمے گیلری سے واپس اس کی کوٹھی کے تہ خانے میں پہنچ گئے تھے۔

مایوسی کی اس کیفیت میں اس نے گھر سے نکلنا بھی چھوڑ دیا تھا۔ دوست احباب آتے تھے تو وہ بھی اس کی چپ سے پیدا ہونے والی خاموشی سے اکتا جاتے تھے۔ اسے مایوسی کے اس بھنور سے نکالنے کی کوششیں کمال نے بھی کیں لیکن اس سلسلے میں زیادہ موثر صدف ثابت ہوئی۔

"آپ خود کو ناکام مجسمہ ساز سمجھتے ہیں، غلطی پر ہیں کاوش!" صدف اس قسم کی باتیں کیا کرتی تھی۔ "بہت سے عظیم فنکاروں کے نام تاریخ کے صفحات میں موجود ہیں۔ ان کے فن کو ان کی زندگی میں کسی نے نہیں سمجھا۔ آپ تو بہر حال ایک آسودہ حال شخص ہیں لیکن ان فنکاروں کو تو بڑی کسمپرسی کی زندگی گزارنا پڑی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ آج سے پچاس سال بعد کے لوگ وہ بات سمجھ لیں گے جو آپ نے ان مجسموں کے ذریعے کہنا چاہی تھی۔"

"ہاں"، کاوش ٹھنڈی سانس لیتا۔ "لیکن آج تو میں اس احساس کے ساتھ مر جاؤں گا کہ میں اپنے مقصد میں ناکام رہا۔"

ایک دن ایسی ہی بات پر صدف نے اپنا ہاتھ کاوش کے منہ پر رکھ دیا۔ "مریں آپ کے دشمن!" پھر یکایک اس نے اپنا ہاتھ اس طرح کھینچا جیسے اپنی اس حرکت پر خجل ہوئی ہو۔

کاوش کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔ اس نے کہا "شاید میں اپنے مجسموں کے تاثرات میں وہ گداز نہیں لا سکا جو تمہارے ہاتھوں میں ہے۔"

اور اس طرح وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی گفتگو کا "تکلف" کم ہوتا چلا گیا۔ کمال کبھی دور سے اور کبھی قریب سے وہ سب کچھ دیکھتا رہا۔ جو کچھ وہ دیکھتا تھا اسے اپنی تنہائیوں میں بھی محسوس کرتا تھا اور تڑپ جاتا تھا۔ صدف کے نظریے کو ناپسندیدہ سمجھنے کے باوجود اس کے لیے ممکن نہیں تھا کہ وہ صدف کو بھول جاتا۔

اور پھر زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ سب کچھ متوقع ہونے کے باوجود اس کے ذہن کو اچھا خاصا جھٹکا لگا جب ایک دن کاوش نے اسے اپنی اور صدف کی شادی کا دعوت نامہ دیا۔

ذہنی جھٹکے سے سنبھلنے کے بعد اس نے بھرائی ہوئی آواز

صحیح وقت

ایک صاحب کے گھر کے دروازے پر شیروں کے دو مجسمے نصب تھے۔ ان کے ہاں ایک مہمان آیا تو اس نے ازراہِ مذاق پوچھا "آپ انہیں خوراک کب دیتے ہیں؟"

"جب یہ بھوک سے دہاڑتے ہیں۔" ان صاحب نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

میں کہا "میں اب اتنا غیر ہو گیا ہوں کہ تم اپنی شادی سے مجھے اس وقت آگاہ کر رہے ہو جب شادی کے کارڈ چھپ چکے ہیں۔"

"بے وقوفی کی باتیں نہ کرو۔ تمہیں بھی مجھ سے بہت قریب ہے لیکن میرے لیے تم اس سے زیادہ ہو۔ میں نے صرف اس ڈر سے تمہیں پہلے کچھ نہیں بتایا کہ تم تقریر کرنے بیٹھ جاتے 'مجھے بتانے لگتے کہ صدف ایک جرنلسٹ اور میں ایک نواب کا بیٹا ہوں۔ میں تمہاری ان باتوں سے بچنا چاہتا تھا۔ اب یہ کارڈ دیکھنے کے بعد تم وہ سب باتیں کرنا فضول ہی سمجھو گے۔"

اور اسی شام جب صدف کمال کے اپارٹمنٹ میں آئی تو اسے دیکھتے ہی کمال آبدیدہ ہو گیا۔

"یہ کیا!" صدف تڑپ کر اس سے لپٹ گئی۔

"آج ایسا محسوس کر رہا ہوں جیسے میرا سب کچھ ختم ہونے جا رہا ہے۔"

"کچھ بھی ختم ہونے نہیں جا رہا ہے۔" صدف نے اسے جھنجھوڑ ڈالا۔ "اب تو ایک نئی زندگی کا آغاز ہونے جا رہا ہے۔ میں دولت مند بننے والی ہوں۔ میرے سب خواب پورے ہو جائیں گے۔ میں تمہیں ٹریولنگ ایجنسی کی برانچ کھلواؤں گی۔"

"ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔ خود کاوش کئی مرتبہ مجھے یہ پیشکش کر چکا ہے لیکن میں نے اس کی بات نہیں مانی۔"

"میری تو ماننا ہو گی۔"

"میں نہیں مانوں گا۔"

"تمہیں تو میری ہر بات ماننا ہو گی۔" صدف نے شوخی سے کہا اور پھر اس نے ایک ایسی حرکت کی کہ کمال نے اس کا ہاتھ بڑی مضبوطی سے پکڑ لیا۔

"نہیں" وہ سخت لہجے میں بولا "اب یہ سب کچھ تسلیم

ہو گا۔ اب تم میرے دوست کی بیوی ہو۔"

"نہیں" صدف نے اس کی بات کاٹ دی "میں تمہاری محبوبہ تھی' میں تمہاری محبوبہ ہوں اور تمہاری محبوبہ ہی رہوں گی۔"

"کاوش کی بیوی اور میری محبوبہ؟۔ نہیں۔ یہ بیک وقت نہیں ہو سکتا۔"

"ہو گا اور ہوتا رہے گا" صدف نے اسے بڑی زور سے بستر پر دھکا دیا اور خود اس کے سینے پر چڑھ بیٹھی۔ "ورنہ میں تمہارا گلا گھونٹ دوں گی۔" اس کے دونوں ہاتھ کمال کی گردن پر پہنچ گئے۔

"گھونٹ دو" کمال بڑبڑایا۔ "مار ڈالو مجھے!"

"لیکن اس کے بعد" صدف کی آنکھیں چھلک پڑیں۔ "مجھے بھی مرنا ہو گا۔ تمہارے بغیر زندگی کا کوئی تصور نہیں ہے میرے پاس۔" اس نے کمال کی گردن سے ہاتھ ہٹا لیے۔

"تم ایک معما ہو۔" کمال نے اسے بے بسی سے دیکھا۔

صدف دھیرے سے ہنس دی۔ اس نے اپنی آنکھوں سے آنسو صاف کیے اور بولی "تم اس معمے کے ہر پہلو کو سمجھتے ہو۔" وہ کمال پر اس طرح جھکی کہ اس کی گھنیری زلفوں نے دونوں کے چہرے چھپا لیے۔

○☆○

چند روز بعد کاوش اور صدف کی شادی ہو گئی۔

کاوش کو ذاتی طور پر ایسی شان و شوکت سے دلچسپی نہیں رہی تھی لیکن اپنے مرحوم والد کی وصیت کے مطابق اس نے اپنی خاندانی روایات کو مجروح نہیں ہونے دیا تھا اور شادی ایسی دھوم دھام سے ہوئی تھی جیسے کسی مسند نشین نواب کے بیٹے کی شادی ہو۔

لیکن کاوش کو اس کا بھی احساس تھا کہ یہ بے پناہ اخراجات اس کے خاندانی شان و شوکت کی آخری ہچکی تھے۔ اس کے بعد اس کا بینک بیلنس ایسی کسی تقریب کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کے مرحوم والد اس کے نام اپنے آخری خط میں یہی لکھ گئے تھے کہ اب نوابین قدوائی کی اس وضع داری کو تین ساڑھے تین سال سے زیادہ عرصے تک قائم نہیں رکھا جا سکتا۔ انہوں نے خط میں یہ خواہش بھی ظاہر کی تھی کہ کاوش کوئی ایسا راستہ نکالے کہ اس خاندان کا احترام اور عزت وہ عرصہ گزرنے کے بعد بھی قائم رہے اور کسی کی زبان پر یہ نہ آسکے کہ نواب قدوائی اپنی زندگی کے آخری دنوں میں کنگال ہو گئے تھے۔

کاوش نے اپنی شادی کے ساتھ ہی سوچ لیا تھا کہ اسے مستقبل میں کیا کرنا ہو گا لیکن اسے جو قدم اٹھانا تھا' اس کے لیے بہت زیادہ عجلت کی ضرورت بہر حال نہیں تھی۔

صدف کو شریکِ زندگی بنانا کاوش کے لیے بے حد مسرت انگیز تھا لیکن وہ متعجب بھی تھا کہ اتنی جلدی یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔ وہ سب کچھ خواب کے مانند یا اس مشہور جملے کی طرح تھا کہ "اس نے دیکھا' پسند کیا اور فتح کر لیا۔" خود کاوش نے کمال سے یہ بات بھی کہی تھی کہ کچھ لوگ ایک نظر میں' ایک پل میں' کسی کے دل کی گہرائی میں اتر جاتے ہیں اور کوئی برسوں میں بھی کسی کے دل تک رسائی نہیں پاتا۔

خود اپنی اس بات کے باوجود کاوش کو قطعی اندازہ نہیں تھا کہ صدف میں وہ کیا بات تھی کہ اس نے اسے دیکھا' اسے پسند کیا اور فتح کر لیا۔

مجسمہ سازی کے معاملے میں جو ایک مایوسی کاوش پر مسلط ہوئی تھی' وہ شادی کے بعد کچھ عرصے کے لیے اس کے ذہن سے محو ہو گئی۔ خاندانی روایات کے خاتمے کا احساس بھی صدف کی گھنیری زلفوں میں کہیں کھو گیا اور کاوش اس کی محبت کے سرشار لمحوں میں خود کو گم کیے رہا لیکن کچھ عرصے بعد تفکر اور مایوسی دھیرے دھیرے پھر اس کے دماغ کی سطح پر ابھرنے لگی۔ یکایک وہ گم صم ہو جاتا اور پھر صدف کی آواز ہی اسے چونکاتی۔

"اچانک پھر کچھ ہونے لگا ہے آپ کو۔" صدف نے ایک دن اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر بڑی محبت سے کہا "آج آپ کو بتانا پڑے گا کہ آخر بات کیا ہے جو آپ اچانک اس طرح کھو جاتے ہیں!"

کاوش نے اپنے والد سے کوئی وعدہ تو نہیں کیا تھا لیکن اسے احساس تھا کہ اگر اس نے صدف کو بھی اپنی اس پوزیشن سے آگاہ کیا تو اس کے والد کی روح کو تکلیف پہنچے گی۔ لہٰذا اس نے وہ بات زبان پر لانے سے گریز کیا اور اپنی صرف وہ مایوسی ظاہر کر دی جو اسے اپنی مجسمہ سازی کی وجہ سے ہوئی تھی۔

وہ سن کر صدف نے ایک طویل سانس لی۔ "میں تو سمجھتی تھی کہ اب آپ وہ سب کچھ بھول جائیں گے بلکہ بھول چکے ہوں گے لیکن شادی کے تین نہایت خوشگوار مہینے گزارنے کے بعد آپ پھر اسی طرف لوٹ رہے ہیں۔"

"ہمیشہ کے لیے وہ سب کچھ میں نہیں بھول سکتا صدف! میرا خیال ہے کہ کوئی بھی انسان اپنی شکست کے احساس کو دل و دماغ سے ہمیشہ کے لیے نہیں مٹا سکتا۔"

"آپ اسے اپنی شکست کیوں سمجھتے ہیں؟"

"یہ شکست نہیں تو اور کیا ہے کہ میں نے اپنے فن کے ذریعے جو کچھ کہا' یا جو کچھ کہنے کی کوشش کی' وہ لوگوں کی سمجھ میں نہیں آسکا۔"

"میں اس موضوع پر باتیں کرتے ہوئے' شادی سے

پہلے بھی آپ سے کہہ چکی ہوں کہ یہ لوگوں کی ناسمجھی ہی ہو سکتی ہے۔"

"میری کوئی کوتاہی بھی تو ہو سکتی ہے!"

"کیا کوتاہی ہو سکتی ہے؟"

"میں اسے سمجھنے سے قاصر ہوں لیکن چند دن سے ایک خیال بار بار ذہن میں ابھر رہا ہے۔"

"وہ کیا؟"

"شاید مجھ سے غلطی یہ ہوئی کہ میں نے اپنی بات کہنے کے لیے نہایت حسین لڑکیوں کے مجسمے تراشے اور لوگوں کا ذہن ان کی خوبصورتی ہی میں الجھا رہا۔ میری بات ان مجسموں کے حسن میں کہیں کھو گئی۔ اگر میں نے حسین نقش و نگار کے بجائے معمولی نقش و نگار بنائے ہوتے تو ان میں لوگوں کا ذہن نہ الجھتا اور وہ بات ان کی سمجھ میں آجاتی جو میں نے کہی تھی۔"

"اگر یہ خیال آپ کے ذہن میں آچکا ہے تو اب آپ کو مایوس نہیں ہونا چاہیے۔"

"کیوں؟"

"ناکامی کے بعد اگر انسان کو اپنی غلطی کا علم ہو جائے تو وہ دوسرا قدم اٹھاتے ہوئے اس غلطی سے گریز کرتا ہے۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا کہ تم کیا کہنا چاہ رہی ہو۔"

"آپ کا دماغ الجھا ہوا ہے ورنہ میری بات تو بالکل صاف ہے۔ آپ ایک مرتبہ پھر مجسمے بنایئے اور اس مرتبہ کوئی مجسمہ بھی حسین لڑکی کا نہیں ہونا چاہیے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔" کاوش کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی' وہ کچھ سوچتا ہوا بڑبڑایا "ہاں صدف! تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔"

"اب آپ پہلی فرصت میں اپنا وہ کام شروع کر دیں۔ اس کے بعد ہی آپ کی یہ گم صم ہو جانے والی کیفیت ختم ہوگی۔"

"فوری طور پر تو یہ کام شروع نہیں کیا جا سکتا۔"

"کیوں؟"

"جن حسین لڑکیوں کے میں نے مجسمے بنائے تھے' وہ تو میرے تخیل کی پیداوار تھیں۔ میں ایسی لڑکیوں کو اپنے تخیل میں نہیں بنا سکتا جو خوبصورت نہ ہوں۔"

"آپ پیدائشی حسن پرست ہیں!" صدف ہنسی۔

"وہ تو ہے۔" کاوش نے اسے محبت بھری نظروں سے دیکھا۔ "یہ بات نہ ہوتی تو تمہیں پہلی بار دیکھتے ہی تمہارا دیوانہ نہیں ہوتا۔"

صدف نے یہ بات ٹالنے کے لیے کچھ سوچتے ہوئے کہا "یہ مسئلہ کیسے حل ہو؟"

مغز

حزبِ اقتدار کے ایک سیاست داں نے ایک روز بحث کے دوران میں سخت غصے میں اپوزیشن کے ایک ممبر سے کہا "دل چاہتا ہے تمہیں کچا چبا جاؤں۔"

اپوزیشن ممبر پُرسکون لہجے میں بولا "اگر تم ایسا کر سکو تو اس کے بعد تمہاری کھوپڑی میں نہ سہی... لیکن تمہارے معدے میں کچھ مغز ضرور موجود ہوگا۔"

"میری دیوانگی کا مسئلہ تو اب بھی حل نہیں ہوگا۔"

"آپ بھی کمال ہیں بس!" صدف پھر ہنسی "میں اس مسئلے کی بات کر رہی ہوں کہ آپ کسی ایسی لڑکی کو اپنے تخیل میں نہیں لا سکتے جو خوبصورت نہ ہو۔"

"اچھا!" کاوش بھی ہنسا "اس کی بات کی تھی تم نے! میں سمجھا تھا کہ تم میری دیوانگی کے مسئلے پر غور کرنے لگیں۔"

"یہ اگر کوئی مسئلہ ہے تو میری تمنا ہے کہ یہ ہمیشہ رہے۔ آپ میرے اور میں ہمیشہ آپ کی دیوانی رہوں' لیکن اس وقت اس لڑکی کی بات ہو رہی ہے جو..."

"اس کی ایک ہی صورت ممکن ہے۔" کاوش نے سوچتے ہوئے کہا "کسی لڑکی کو ماڈل بنانا پڑے گا۔"

"ایسی لڑکی آئے گی کہاں سے؟"

"اخبار میں اشتہار دیا جا سکتا ہے!"

"کمال کرتے ہیں آپ بھی!" صدف نے ہنستے ہوئے کہا۔ "آپ یہ اشتہار دیں گے کہ ماڈل بننے کے لیے ایسی لڑکی کی ضرورت ہے جو خوبصورت نہ ہو؟ کیا کوئی لڑکی یہ کہہ سکتی ہے کہ وہ خوبصورت نہیں؟"

"ہوں" کاوش نے مسکراتے ہوئے سر ہلایا۔ "اس پہلو پر میں نے سوچا ہی نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ میں سوچے سمجھے بغیر ہی بول گیا تھا۔ اس قسم کا اشتہار پڑھ کر تو ایک لڑکی بھی نہیں آئے گی کریہہ صورت بھی نہیں۔"

"کیا آپ کریہہ صورت لڑکی چاہتے ہیں؟"

"نہیں۔"

"قبول صورت؟"

"اس سے بھی کچھ کم۔"

"وہ تو تلاش کرنا پڑے گی۔ یہ کام ہم تینوں کو خود ہی کرنا پڑے گا۔"

"تینوں؟"

"آپ کے دوست کمال بھی تو ہیں! آپ اکثر بتاتے رہے ہیں کہ آپ کو اپنے دوستوں میں کمال سے زیادہ کوئی بھی عزیز نہیں لیکن ہماری شادی اور دو ہفتے میں شرکت کے بعد وہ ان تین مہینوں میں صرف ایک بار آپ سے ملنے ہمارے گھر آئے تھے اور وہ بھی ذرا سی دیر کے لیے!"

"اس سے ٹیلی فون پر میرا رابطہ رہتا ہے۔ دراصل وہ ان دنوں بہت مصروف ہو گیا ہے۔ اپنی ایڈورٹائزنگ ایجنسی کو وسعت دینے کے لیے اسے کچھ مواقع ملے ہیں جن سے فائدہ اٹھانے کی وہ پوری پوری کوشش کر رہا ہے۔ میں خود بھی چاہتا ہوں صدف کہ وہ ترقی کرے۔"

"آدمی کتنا بھی مصروف ہو' اسے ذہنی تھکن دور کرنے کے لیے دو تین گھنٹے تو نکالنے ہی چاہئیں ورنہ وہ بیمار پڑ جائے گا۔"

کاوش نے کچھ سوچتے ہوئے سر ہلایا' پھر بولا "تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ اسے اپنے معاونین کی تعداد بڑھانا چاہیے۔ آج رات اسے کھانے پر مدعو کر لیتے ہیں۔"

"میں کروں انہیں فون؟ یہ میں اس لیے کہہ رہی ہوں کہ آپ سے تو وہ بہانہ سازی کر لیں گے یا اپنی مصروفیت کو اتنا زیادہ اہم ظاہر کریں گے کہ آپ کو چپ ہو جانا پڑے گا لیکن مجھ سے بات کرتے ہوئے انہیں کچھ تکلف ہوگا اور میں انہیں مدعو کرنے میں ضرور کامیاب رہوں گی پھر ہم تینوں مل کر اس پر غور کریں گے کہ آپ کی مطلوبہ لڑکی کیسے ڈھونڈی جائے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو!" کاوش نے سر ہلایا "تم ہی فون کرو اسے اور ابھی کرو۔ وہ اس وقت اپنے دفتر میں ہوگا۔"

......"فون نمبر بتایئے۔"

کاوش نے فون نمبر بتایا۔

وہ اور صدف اس وقت اپنی خوابگاہ میں تھے۔ صدف نے وہیں رکھے ہوئے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے لگی۔

○○○
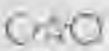
دوسری گھنٹی بج ہی رہی تھی کہ کمال نے ریسیور اٹھایا

"ہیلو!"

"میں مسز کاوش بول رہی ہوں۔" دوسری طرف سے کھنکتی ہوئی آواز آئی۔

کمال چونکا اور مضطرب ہو گیا۔ "کہاں سے بول رہی ہو؟"

"اپنے گھر سے ہی بول رہی ہوں۔" صدف ہنسی۔

"کاوش تمہیں پاگلوں کی طرح چاہتا ہے صدف! اگر اسے کچھ معلوم ہو گیا تو وہ نہ جانے کیا کر بیٹھے! تمہیں یہ حماقت نہیں کرنا چاہیے تھی۔"

"جی ہاں' کاوش اس وقت میرے قریب ہی ہیں۔ انہی کے کہنے سے تو میں نے آپ کو فون کیا ہے۔"

"اوہ!" کمال نے اپنی آواز دھیمی کر لی۔ "یہ مجھے بالکل جھوٹ معلوم ہو رہا ہے کہ اس نے تم سے فون کروایا ہوگا۔ تم نے خود کوئی ایسی چال چلی ہوگی کہ اس کے سامنے مجھے فون کر سکو۔"

"آپ بالکل بے فکر رہیے کمال صاحب! ہم دونوں نے ان تین ماہ میں بہت اچھا وقت گزارا ہے لیکن کاوش آپ کی کمی بڑی شدت سے محسوس کر رہے ہیں۔ آپ کی کسی مصروفیت کی وجہ سے وہ آپ سے کچھ نہیں کہتے لیکن مجھے پوری شدت سے احساس ہے کہ وہ آپ کی کمی محسوس کرتے ہیں۔ یہ بڑی زیادتی ہے کہ جن دوستوں کو روزانہ ایک دوسرے سے ملے بغیر چین نہ آتا ہو' وہ مہینوں ایک دوسرے سے نہ ملیں۔ میں بیوی بننے کے بعد یہ محسوس نہیں کرنا چاہتی کہ میری وجہ سے دو دوست ایک دوسرے سے اتنی دور ہو جائیں۔ آپ کے لیے کاوش کی بے چینی مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ آج رات کا کھانا آپ ہمارے ساتھ کھائیں گے۔"

"لیکن..."

"لیکن ویکن کچھ نہیں چلے گا۔ آپ شام کو سات بجے تک آجایئے گا۔ اتنی زیادہ مصروفیت انسان کو بیمار ڈال دیتی ہے۔ آپ آئیں گے تو بہت سی باتیں ہوں گی۔ کاوش ایک الجھن میں بھی ہیں' آپ سے مشورہ کرنا چاہتے ہیں۔"

"فون کاوش کو دو۔"

"وہ تو میں دے دیتی ہوں لیکن ان سے آپ کوئی بھی بہانہ کریں' میری صحت پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ میں ملازموں سے کہے دیتی ہوں کہ وہ آپ کے لیے ایک شاندار دعوت کا اہتمام کریں۔"

"میں سمجھتا ہوں کہ..." کمال کی بات پوری نہیں ہو سکی۔

"ہیلو!" دوسری طرف سے کاوش کی آواز آئی۔

"بھئی یہ کیا حرکت ہے!" کمال نے کہا "اپنی بیوی سے دباؤ ڈلوا رہے ہو؟"

"دباؤ کی بات نہیں ہے یار! صدف کی یہ بات بالکل غلط

نہیں کہ میں تمہاری کمی محسوس کرتا رہا ہوں۔ صدف کی یہ بات بھی بالکل درست ہے کہ زیادہ مصروفیت انسان کو بیمار ڈال دیتی ہے۔ چند دن کے لیے بھی بستر پہ جاؤ تو اس وقت تک کا کیا دھرا خاک میں ملے لگتا ہے۔ دو تین گھنٹے تو ایسے گزارنا ہی چاہئیں جب ذہن پر کوئی دباؤ نہ ہو اور یہ میں خوب جانتا ہوں کہ میرے ساتھ وقت گزار کر تم ذہنی طور پر بہت ہلکے پھلکے ہو جاتے ہو۔ پھر اس وقت تو میں ایک الجھن میں بھی ہوں اور مجھے تمہارے مشورے کی ضرورت ہے۔"

"کیا الجھن آپڑی؟"

"فون پر کیا بتاؤں، آؤ گے تو تفصیل سے بات ہوگی۔"

"اچھا!" کمال نے ایک طویل سانس لی۔ "میں آجاؤں گا۔"

"شکریہ میری جان! میں سات بجے تمہارا انتظار کروں گی۔"

کمال نے کھوئے کھوئے سے انداز میں ریسیور رکھ دیا۔ اسے یقین تھا کہ اسے بلانے میں کوئی نہ کوئی چالاکی صدف نے بھی دکھائی ہوگی۔

صدف کی محبت اس کے دل سے ختم نہیں ہو سکی تھی لیکن وہ چاہتا تھا کہ اب شادی کے بعد تو دوستی کے نام پر وہ صدف نہ بنے۔ اسی لیے اس نے کاوش کے گھر جانا چھوڑ دیا تھا۔ مصروفیت تو محض ایک بہانہ تھی۔ حقیقتاً تو اب اس کا کسی کام میں جی ہی نہیں لگتا تھا۔ زیادہ تر وقت گھر ہی گزارتا تھا۔ صدف سے دور ہو جانے کے بعد بھی کبھی اس کی وحشت اتنی بڑھتی تھی کہ وہ شراب پینے بیٹھ جاتا تھا۔

ٹیلیفون پر اس گفتگو کے بعد دفتر میں اس کا دل بالکل نہیں لگا۔ وہ گھر آگیا۔ وحشت میں اس کا جی تو چاہا تھا کہ شراب کی بوتل کھول لے لیکن اس نے خود کو قابو میں رکھا۔ اسے ڈر تھا کہ اگر وہ پینا شروع کرتا تو پیتا ہی چلا جاتا اور وہ نہیں چاہتا کہ شام کو جب کاوش کے گھر جائے تو نشے میں ہو۔ کاوش شراب کو بہت برا سمجھتا تھا۔ خود کمال نے بھی پہلے کبھی نہیں پی تھی۔ وہ تو زندگی ہی نے اسے ایک ایسے موڑ پر لاکھڑا کیا تھا کہ شراب اسے لبھانے لگی تھی اور وہ اس کا عادی بھی نہیں ہوا تھا۔

چار بجے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور اس نے ریسیور اٹھایا تو چونک پڑا۔ اسے توقع نہیں تھی کہ صدف اس وقت پھر فون کرے گی۔

"ابھی سے گھر پر ہو؟" صدف ہنسی "خواہ مخواہ بہانہ کر رکھا تھا بے پناہ مصروفیت کا۔"

اس بے تکلفانہ انداز گفتگو سے کمال نے سمجھ لیا کہ کاوش اس وقت صدف کے قریب نہیں ہوگا۔

"اس وقت فون کیوں کیا ہے؟" کمال نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"کاوش نے کہا تھا کہ تمہیں تمہارے گھر فون کر کے دیکھوں اور اگر تم گھر پر ہو تو تمہیں ساڑھے پانچ بجے ہی بلالوں۔ کیا ضروری ہے کہ تم سات بجے ہی آؤ۔"

"کاوش نے کہا ہے؟"

"اگر میرا یقین نہیں کر رہے ہو تو کاوش سے بات کرا دیتی ہوں۔"

"کہاں ہے وہ؟"

"باتھ روم میں۔" صدف نے جواب دیا "میں انہیں آواز دے کر کارڈلیس فون باتھ روم میں ہی دیے دیتی ہوں اور۔۔۔۔۔"

"نہیں رہنے دو۔ میں ساڑھے پانچ بجے آجاؤں گا لیکن ایک بات کا خیال رکھنا۔ کاوش کے سامنے مجھ سے کسی قسم کی اشارے بازی نہ کر بیٹھنا۔"

"میں اشارے بازی کی نہیں، عمل کی قائل ہوں۔" صدف ہنسی اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

کمال نے گھڑی پر نظر ڈالی، پھر باتھ روم میں جانے کے ارادے سے کھڑا ہو گیا۔ تیار ہونے کے بعد اس نے کچن میں جا کر ایک پیالی چائے بنائی۔ اس نے کوئی ملازم نہیں رکھا تھا۔ ناشتا بھی خود ہی تیار کیا کرتا تھا اور کھانا ہوٹل میں کھاتا تھا۔ اس کے دو پسندیدہ ہوٹل تھے لیکن احباب کے ساتھ وہ کہیں بھی کھا لیا کرتا تھا۔

تیار ہونے اور چائے پینے میں اتنا وقت گزر گیا کہ پانچ بج گئے۔

کاوش کے گھر تک کی ڈرائیو آدھے گھنٹے سے زیادہ کی نہیں تھی۔

پانچ بج کر پچیس منٹ ہوئے تھے جب وہ کاوش کے گھر پہنچ گیا۔ صدف باہر ہی اس کی منتظر تھی۔

کمال نے پریشان ہو کر پوچھا "کاوش کہاں ہے؟"

"آئیے!" وہ کمال کو اندر لے جانے لگی۔

ملازمین کے سامنے وہ کمال سے بے تکلفانہ گفتگو نہیں کر سکتی تھی۔

کمال کچھ مضطرب سا اس کے ساتھ چلنے لگا۔

"خوب دوست ہیں آپ بھی!" صدف بولی "دوستوں سے اتنی دور رہا جاتا ہے کیا؟" اس کی بات ذو معنی تھی۔

"کاوش کہاں ہے؟" کمال نے بے چینی سے پوچھا "تم مجھے کہاں لے جا رہی ہو؟"

"بیڈ روم میں۔"

"وہاں کیوں؟"

"کاوش سے آپ کا تعلق بہت قریبی ہے۔ وہ مجھے بتا

چکے ہیں کہ وہ اپنے بیڈ روم میں ہی کبھی کبھی آپ کے ساتھ شطرنج کھیلا کرتے تھے۔"

"تو اس نے مجھے شطرنج کھیلنے کے لیے اتنی جلدی بلایا ہے۔" کمال بڑبڑایا۔

صدف کچھ نہیں بولی۔

کاوش کا بیڈ روم اوپر کی منزل پر تھا۔

"تمہاری آنکھیں بہت چلتی ہیں صدف!" کمال نے کہا "میں ایک بار پھر کہتا ہوں کہ کاوش کے سامنے مجھے کوئی اشارہ نہ کرنا۔"

"میں بھی پھر جواب دیے دیتی ہوں کہ میں اشاروں کی نہیں، عمل کی قائل ہوں۔"

اس مرتبہ کمال نے خاموشی اختیار کر لی۔

بیڈ روم میں داخل ہوتے وقت صدف ایک قدم پیچھے رہی تھی۔

"کہاں ہے کاوش؟" کمال نے بیڈ روم میں ادھر ادھر نظر دوڑائی اور پھر یہ دیکھ کر چونکا کہ صدف نے دروازہ اندر سے بولٹ کیا تھا۔ "یہ کیا کر رہی ہو؟" وہ تیزی سے بولا۔

"گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔" صدف نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف کھینچا۔ "کاوش اس وقت اپنے نگار خانے میں ہیں۔"

"لیکن تم نے مجھ سے یہ جھوٹ بولا کہ وہ بیڈ روم میں ہے!"

"میں جھوٹ بھی بول سکتی تھی لیکن میں نے اس وقت جھوٹ نہیں بولا۔" صدف نے مسکراتے ہوئے کہا "تم نے بیک وقت دو سوال کیے تھے اور میں نے تمہارے پہلے سوال کا نہیں، دوسرے سوال کا جواب دیا تھا کہ میں تمہیں بیڈ روم میں لے جا رہی ہوں۔"

"پاگل پن کا ثبوت نہ دو صدف! کاوش ہم دونوں کو بند کمرے میں دیکھے گا تو قیامت آجائے گی۔"

"کوئی قیامت نہیں آئے گی۔ کاوش ابھی نہیں آئیں گے۔ انہیں خاصی دیر لگے گی۔ وہ دوبارہ مجسمہ سازی شروع کرنے والے ہیں۔ بہت دن سے انہوں نے نگار خانے کا رخ نہیں کیا تھا۔ وہ دو ملازمین کے ساتھ وہاں کی صفائی اور چیزوں کو ٹھکانے سے رکھنے کے لیے ابھی پانچ دس منٹ پہلے ہی گئے ہیں۔ انہیں اس کام میں ایک گھنٹے سے زیادہ بھی لگ سکتا ہے لیکن وہ کہہ رہے تھے کہ ساڑھے چھ بجے نگار خانے سے نکل آئیں گے تاکہ جب تم سات بجے آؤ تو وہ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر تیار ہو چکے ہوں۔"

"کیا!" کمال اسے گھورنے لگا۔ "تم نے فون پر کہا تھا کہ اس نے مجھے ساڑھے پانچ بجے بلایا ہے؟"

غلطی

اخبار کے دفتر میں ایک صحافی نے دوسرے صحافی سے پوچھا "وزیر صاحب اپنے استعفے کی خبر چھپنے پر اتنے ناراض کیوں ہو رہے تھے؟"

"تم نے شاید توجہ نہیں دی۔ ہم نے ان کے استعفے کی خبر غلطی سے "خوش خبریاں" والے کالم میں چھاپ دی تھی۔"

اندازہ

جج: تمہیں کار چرانے کا خیال کیوں کر آیا؟

ملزم: جناب والا! کار قبرستان کے قریب کھڑی تھی۔ میں سمجھا اس کے مالک کا انتقال ہو چکا ہے۔

"وہ جھوٹ تو میں نے اپنے لیے بولا تھا۔" صدف کمال کی گردن میں دونوں بانہیں ڈال کر لپٹ گئی۔ "کاوش نے جب یہ پروگرام بنایا تھا کہ پانچ بجے چائے پینے کے بعد وہ نگار خانے کی صفائی وغیرہ کے لیے جائیں گے تو میں نے یہ موقع غنیمت جانتے ہوئے تمہیں اس وقت بلا لیا تھا۔ اب ہم ایک گھنٹے کے لیے بالکل آزاد ہیں۔"

"تم۔ تم۔" کمال کو پسینہ آنے لگا۔ "تم بہت نڈر ہو صدف لیکن میں اتنا نڈر نہیں ہوں۔ کاوش کسی وجہ سے جلدی بھی آسکتا ہے۔ مجھے جانے دو۔ میں ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر اس کا انتظار کر لوں گا۔"

"میں بے وقوف نہیں ہوں کہ یہ سنہری موقع ضائع کر دوں۔" صدف کمال سے اور زیادہ چمٹ گئی۔ اس کی آنکھوں میں سرخ سرخ ڈورے سے تیرنے لگے تھے۔ "تین ماہ تم سے دور رہی ہوں۔ کاوش میرا پیچھا ہی نہیں چھوڑتے تھے ورنہ میں تم سے ملنے تمہارے گھر آجاتی۔ کاوش نے مجھے بہت مایوس کیا ہے۔ ویسے تو وہ خود بھی کسی یونانی مجسمے کی طرح پرکشش ہیں لیکن کئی برس تک اپنا سارا وقت مجسمہ سازی میں گزار کر انہوں نے اپنی کچھ حسیات کو خاصی حد تک متاثر کر لیا ہے۔"

"مجھے چھوڑ دو صدف!" کمال نے بھرائی ہوئی آواز میں کہتے ہوئے جدوجہد بھی کی۔

"ریگستان میں رہی ہوں کمال! میرے ہونٹ خشک

ہو گئے ہیں۔ میرا دل ڈوب رہا ہے۔"

"پلیز صدف! مجھ سے الگ رہو۔ تمہارا اتنا قرب مجھے پاگل کیے دے رہا ہے۔"

"میں چاہتی بھی یہی ہوں کہ تم بالکل پاگل ہو جاؤ۔ پاگلوں کی طرح مجھے جھنجوڑ ڈالو۔"

"صدف! پلیز۔" کمال کا گلا خشک ہونے لگا تھا۔ آواز اس کے حلق میں اٹک گئی تھی۔ وہ لمبی لمبی سانسیں لینے لگا تھا۔ اس کے چہرے پر بے بسی بھی نظر آنے لگی تھی۔

عورت کی یلغار بہت شدید ہوتی ہے۔ مرد کی بے بسی میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے اور ایسا ہی کمال کے ساتھ بھی ہوا۔

OOO
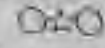
ساڑھے چھ بجنے میں چند منٹ باقی تھے جب خواب گاہ کے ایک صوفے پر بیٹھی ہوئی صدف کمال کو اپنی شادی کی تصویروں کا البم دکھا رہی تھی۔ اس وقت اس کا چہرہ بہت نکھرا نکھرا سا نظر آ رہا تھا لیکن کمال کی کیفیت ایسی تھی جیسے کوئی اپنے دوست کے گھر میں ڈاکا مارنے کے بعد شرمسار ہو۔

صدف اس کی کیفیت سے بے نیاز اس البم کی ایک ایک تصویر کے بارے میں کچھ بتا رہی تھی کہ کاوش دروازہ کھول کر اندر آیا۔

ذرا دیر پہلے صدف نے دروازے کا بولٹ کھول دیا تھا۔

"ارے!" کاوش چونکا۔ "تم کچھ جلدی آ گئے۔"

کمال سے پہلے صدف بول پڑی۔ "یہ تو ساڑھے پانچ بجے ہی آ گئے تھے۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ آپ دفتر سے خانے کی صفائی کے لیے گئے ہیں۔ میں آپ کو بلانا چاہتی تھی مگر انہوں نے روک دیا۔ کہہ رہے تھے کہ یہ بھی اپنے دوست کی مصروفیت میں خلل انداز نہیں ہوتے پھر یہ مجھے اچھا نہیں لگا کہ یہ ڈرائنگ روم میں بیٹھے بور ہوتے رہیں اس لیے میں انہیں شادی کی تصویریں دکھانے کے لیے یہاں لے آئی۔"

"چلو اچھا کیا۔ میں اب ذرا غسل کر لوں کمال! ملازموں کو ساتھ لے گیا تھا، پھر بھی یہ حلیہ ہو گیا ہے۔ بہت جلدی کروں گا غسل! تمہیں اتنے دن بعد دیکھ کر اتنی خوشی ہوئی ہے کہ زیادہ سے زیادہ وقت تمہارے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں۔"

"میں نے کہا تھا نا!" صدف نے کمال کی طرف دیکھا "کاوش آپ کی کمی بڑی شدت سے محسوس کرتے رہے ہیں۔"

"تم اتنے چپ کیوں ہو کمال!" کاوش بولا۔

کمال نے مسکرانے کی کوشش کی۔ "ابھی دماغ انہی کاموں میں الجھا ہوا ہے جو چھوڑ کر آیا ہوں۔"

"یہ تو غلط بات ہے نا کمال صاحب!" صدف بولی "آپ کو ہمارے ساتھ ہو کر سب کچھ اپنے ذہن سے جھٹک دینا چاہیے۔" پھر اس نے کاوش سے کہا "آپ جلدی سے غسل کر لیجیے۔ آپ کا ساتھ ہو گا تو یہ خود بخود سب کچھ بھول جائیں گے۔ میں اتنی دیر میں انہیں شادی کی کوئی ویڈیو دکھاتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ابھی آیا کمال!" کاوش نے کہا اور باتھ روم میں چلا گیا۔

صدف نے مسکرا کر کمال کی طرف دیکھا۔ نظریں چار ہوئیں اور پھر کمال نے سر جھکا لیا۔

صدف نے اٹھ کر ایک ویڈیو نکالی اور وی سی آر میں لگا دی۔ ٹیلی ویژن کھولتے وقت اس نے آواز کچھ زیادہ رکھی تھی۔

ٹی وی اسکرین پر نظر جمائے رہنے کے باوجود کمال کا ذہن کہیں اور تھا۔

قریب کے دوسرے صوفے پر بیٹھتے ہوئے صدف بولی "مجھے اندازہ تھا کہ تم ویڈیو میں دلچسپی نہیں لو گے۔ تمہارے چہرے سے یہ بات صاف ظاہر ہو رہی ہے۔ خیر، میں نے تو ویڈیو اس لیے لگائی ہے کہ ہم کچھ باتیں کر لیں۔ ٹی وی کی آواز میں نے اتنی تیز اس لیے رکھی ہے کہ ہماری کوئی بات کاوش کے کانوں تک نہ پہنچ سکے۔ مجھے یقین ہے کہ تین ماہ تک مجھ سے دور رہ کر تم بھی میری ہی طرح بے سکون رہے ہو گے لیکن آج؟ مجھے یقین ہے کہ تمہیں بھی سکون مل گیا ہو گا۔"

"تم سے مل کر مجھے ہمیشہ سکون ہی ملا ہے۔" کمال نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "لیکن آج میں کچھ کرب بھی محسوس کر رہا ہوں۔"

"آہستہ آہستہ عادی ہو جاؤ گے، دھیرے دھیرے یہ کرب ختم ہو جائے گا۔" صدف معنی خیز انداز میں مسکرائی۔

"کیا مطلب!" کمال نے اسے گھور کر دیکھا۔

"کاوش کو مجسمہ سازی شروع کرنے کے بعد میرا تو کیا اپنا بھی ہوش نہیں رہے گا۔ اس وقت کیا میں اس کمرے میں دیواروں سے باتیں کروں گی؟ تم اب یہاں آتے رہا کرنا۔ آج تمہاری تھوڑی سی جھجک تو دور ہو گئی ہو گی۔"

"مجھے بار بار کہنا پڑ رہا ہے کہ تم پاگل ہو۔ اگر اسی طرح اس آگ سے کھیلتی رہو گی تو کسی دن ضرور جل جاؤ گی۔ مجھے کسی نہ کسی بہانے یہاں بلانے کا خیال اپنے ذہن سے جھٹک دو۔ میں نہیں آؤں گا۔"

"تمہیں آنا پڑے گا۔" صدف نے زور دے کر کہا "تم نہیں آؤ گے تو میں تمہارے پاس آ جایا کروں گی۔"

"یہ غضب نہ کرنا۔" کمال نے گھبرا کر کہا "کچھ ہی دن پہلے ایک صاحب میری ہی بلڈنگ کے ایک اپارٹمنٹ میں آ گئے ہیں جو کاوش کو بھی جانتے ہیں۔ وہ کاوش کی شادی میں بھی شریک ہوئے تھے۔ وہ تمہیں اب ضرور پہچان لیں گے۔ تم میرے پاس آؤ گی تو کسی وقت ان کی نظر تم پر پڑ سکتی ہے۔"

"اگر تم نہیں آؤ گے تو مجھے یہ خطرہ مول لینا ہی پڑے گا۔" صدف نے سنجیدگی سے کہا "میں تم سے دور نہیں رہ سکتی کمال! یہ تین مہینے بھی مجھ پر قیامت کی طرح گزرے ہیں۔"

کمال نے بے بسی سے اس کی طرف دیکھا۔

"تمہاری روزانہ آمدورفت کا بھی ایک بہانہ بن سکتا ہے۔" صدف کچھ سوچتے ہوئے بولی "یہاں ایک کمرا ہے جہاں کبھی کاوش کے والد ٹیبل ٹینس کھیلا کرتے تھے۔ کاوش نے بتایا ہے کہ آخری عمر میں تو ان کا یہ شوق ختم ہو گیا تھا لیکن وہ کمرا اب بھی ویسا ہی ہے جیسا پہلے تھا۔ کاوش کو تو ٹیبل ٹینس سے دلچسپی نہیں لیکن سال بھر پہلے تک تو تم باقاعدگی سے کھیلا کرتے تھے۔ کبھی کبھی میں بھی کھیلی ہوں۔ اب ہم دونوں کھیلا کریں گے۔ کاوش سے میں کہہ سکتی ہوں کہ ان کی مصروفیت کے باعث مجھے بھی تو وقت گزاری کے لیے کچھ سوچنا ہو گا لہٰذا میں تمہیں ٹیبل ٹینس کھیلنے کے لیے بلا سکتی ہوں۔ کاوش کو تمہاری آمد پر ہرگز کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔"

"یہ اسے دوبارہ مجسمہ سازی کی تم نے سجھائی ہے؟" کمال نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"ساری ذمے داری تو خیر مجھ پر نہیں آتی۔" صدف نے ہنس کر کہا "لیکن بات کچھ ایسی ہو گئی تھی کہ۔۔۔" وہ کچھ زور سے ہنسی "کہ بات بن گئی۔"

"یہ کھیل بہت خطرناک ہو گا صدف!"

"اس میں اور زیادہ مزہ آئے گا۔"

"کاش میں تمہیں کسی ماہر نفسیات کو دکھا سکوں!"

صدف پھر ہنسنے لگی۔

"مجسمہ سازی کی بات کیسے نکل آئی؟" کمال نے پوچھا۔

صدف نے اسے ساری بات بتا دی۔

اسی وقت کاوش باتھ روم سے نکل آیا۔

"بس دو منٹ اور۔" اس نے کمال کی طرف دیکھ کر کہا اور ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھ گیا۔

صدف نے اٹھ کر ٹی وی اور وی سی آر بند کر دیا۔

کاوش نے پوچھا "تم نے کمال کی کچھ خاطر بھی کی؟"

"جس حد تک کر سکتی تھی، وہ تو کر چکی ہوں۔" صدف نے کن انکھیوں سے کمال کی طرف دیکھا۔

کاوش نے پوچھا "کس حد تک کر چکی ہو؟"

کمال کا چہرہ کچھ عجیب سا ہو گیا تھا لیکن صدف نے

عقل

اخبار میں طلاقوں کی بڑھتی ہوئی شرح کے بارے میں پڑھ کر ایک صاحب افسوس ظاہر کرتے ہوئے بولے "اگر لوگ ذرا عقل سے کام لیا کریں تو طلاقوں کی نوبت نہ آئے۔"

"اگر لوگ ذرا عقل سے کام لے سکیں تو شادی کی نوبت ہی کیوں آئے؟" دوسرے صاحب بولے۔

مسکراتے ہوئے کہا "انہیں البم دکھانے کے بعد ویڈیو دکھائی۔"

"ارے واہ! یہ بھی کوئی خاطر ہوئی! میرا مطلب ہے کافی، چائے یا اسکواش یا۔"

"میں نے ان سے پوچھا تھا۔" صدف نے بات کاٹتے ہوئے جواب دیا "لیکن یہ کہنے لگے کہ آپ کے ساتھ ہی پئیں گے۔"

"میرا تو کافی پینے کو جی چاہ رہا ہے۔ تم کیا پیو گے کمال؟"

"کافی ہی پی لوں گا میں بھی!"

"تو کسی ملازم سے کافی کے لیے کہو صدف!"

"جی۔"

تھوڑی دیر بعد وہ تینوں اسی کمرے میں بیٹھے کافی پی رہے تھے۔

"میں نے انہیں آپ کے سارے پروگرام سے آگاہ کر دیا ہے۔" صدف نے کمال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کاوش سے کہا۔

کمال بولا "جیسی لڑکی تم چاہتے ہو، اس کا ملنا آسان نہیں ہو گا۔ ماڈلنگ کے پیشے سے وابستہ لڑکیاں تو تمہارے کام نہیں آ سکتیں۔ کوئی متوسط گھرانے کی لڑکی تلاش کرنا ہو گی اور متوسط گھرانے کے لوگ اپنی لڑکیوں کو اس قسم کے پیشے سے دور رکھتے ہیں۔"

"ابھی ابھی مجھے ایک لڑکی کا خیال آیا ہے۔" صدف نے کاوش سے کہا "وہ ماں بیٹی ہیں بہت اچھی۔ میری بلڈنگ میں ایک خدا ترس بڑی بی رہتی ہیں ان کے دونوں بیٹے بیرون ملک کہیں ملازمت کرتے ہیں۔ ماں کو اخراجات کے لیے اچھی خاصی رقم بھیج دیتے ہیں۔ انہوں نے کچھ خدا ترسی اور کچھ اپنی تنہائی دور کرنے کے لیے ان ماں بیٹی کو گھر میں رکھ لیا ہے۔ ماں ان بڑی بی کے گھر کا کام کاج کر دیتی ہے اور اس کی بیٹی کسی کمپنی میں پیکنگ کے کام پر لگی ہوئی ہے۔ اس نے مڈل

تب پتا چلا تھا جب اس کے باپ کا انتقال ہو گیا۔ ان کے بعد وہ مزید نہیں پڑھ سکی۔ اس لیے اسے کوئی معقول ملازمت بھی نہیں مل سکی تھی۔ جب ہماری شادی ہوئی تھی' اس وقت اسے ملازمت کرتے ہوئے تین مہینے گزرے تھے۔ اب تین مہینے اور گزر رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ اب بھی وہیں ملازمت کر رہی ہو گی۔ اسے اچھی تنخواہ دی جائے تو وہ ماڈلنگ کے لیے تیار ہو سکتی ہے۔"

"میں نے ابھی کیا کہا تھا۔" کمال بولا "اس قسم کے لوگ بھوکے مر جاتے ہیں لیکن اس قسم کے کام نہیں کرتے۔ ان کے خیال کے مطابق اس قسم کے کام کرنے والی لڑکیاں اچھی نہیں ہوتیں۔"

"میری وجہ سے وہ یہ بات مان سکتی ہے۔ وہ کبھی کبھی میرے پاس آیا کرتی تھی۔ مجھے باجی کہا کرتی تھی۔ اس خیال سے وہ بہت اداس رہتی تھی کہ وہ تعلیم حاصل نہیں کر سکی۔ شاید اسے یہ احساس بھی تھا کہ اس کی شادی ہونا بہت مشکل ہے۔ اول تو وہ میرے کہنے سے اس کام کے لیے تیار ہو سکتی ہے اور دوسرے اسے یہ لالچ بھی دیا جا سکتا ہے کہ جب اسے اچھی تنخواہ ملے گی تو وہ اپنا تعلیمی سلسلہ بھی جاری رکھ سکے گی۔"

"اسے پڑھنے کے لیے وقت کہاں ملے گا؟" کاوش نے کہا "میں تو جب کام میں مشغول ہوتا ہوں تو مجھے دن رات کی پروا نہیں رہتی مگر اس مرتبہ چونکہ ایک لڑکی بھی ہوگی تو اسے چھٹی بھی دینا ہوگی۔ اس کے باوجود میں اسے صبح دس سے شام تک روکوں گا۔"

"وہ خاصی محنتی لڑکی ہے۔ گھر جا کے رات کو پڑھ سکتی ہے۔ پرائیویٹ امتحانات دے سکتی ہے اور یہ سب کچھ تو میں نے بر سبیل تذکرہ کہہ ڈالا۔ یہ تو اس پر منحصر ہے کہ وہ پڑھے یا نہ پڑھے لیکن اچھی تنخواہ کے لیے وہ میرے کہنے سے تو یہاں ضرور آ جائے گی۔ اسے ہفتے میں بس ایک دن کی چھٹی دینا ہوگی۔"

"میں کام کے معاملے میں چھٹیوں کا قائل نہیں ہوں۔" کاوش نے کہا۔

"اب صورت حال دوسری ہے کاوش! کسی کو ملازم رکھا جائے گا تو اسے چھٹی بھی دینا ہوگی۔ اس کے علاوہ میں بھی تو ہوں۔" صدف نے کاوش کو شاکی نظروں سے دیکھا۔ "کیا آپ میرے لیے بھی ہفتے میں کوئی دن نہیں نکالیں گے؟"

کاوش خفیف سا مسکرا دیا۔ "چلو ٹھیک ہے۔ تم جا کے اس لڑکی سے ملو تو سہی!"

○☆○

صدف نے جس لڑکی کا ذکر کیا تھا' اس کا نام نیلوفر تھا۔

وہی نیلوفر جو جیل سے کاوش کی رہائی کے وقت جیل کے دروازے پر موجود تھی۔ جب کاوش اور کمال وہاں سے رخصت ہو گئے تھے تو وہ بھی اپنی اداسیوں کے ساتھ اپنے گھر لوٹ آئی تھی۔

وہ تین کمروں کا ایک فلیٹ تھا جہاں وہ اپنی ماں کے ساتھ رہتی تھی۔ ساٹھ سال کی عمر تک پہنچ جانے والی ماں اب بھی اس کے ساتھ تھی۔

اپنے گھر کی طرف لوٹتے ہوئے ماضی کے خیالات نیلوفر کے ذہن میں بھی چکرا رہے تھے۔ وہ دن اسے اچھی طرح یاد تھا جب اس نے کاوش کو پہلی بار دیکھا تھا۔ وہ اس وقت سولہ سال کی تھی اور ایک کمپنی میں پیکنگ کا کام کیا کرتی تھی۔ صدف اسے کبھی کبھی اپنے پاس بلا لیا کرتی تھی۔ نیلوفر اس کی بہت عزت کیا کرتی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ صدف کسی اخبار میں ملازم تھی۔ اسی لیے نیلوفر کا خیال تھا کہ صدف بہت پڑھی لکھی تھی۔ کبھی کبھی اس سے ملنے کوئی مرد بھی آ جاتا تھا اور نیلوفر کے خیال کے مطابق مردوں سے ملنا جلنا صدف کے پیشے کا تقاضا تھا۔

صرف ایک مرتبہ نیلوفر نے وہاں کاوش کو بھی آتے دیکھا تھا۔

خوب صورت اور نوجوان مرد اس نے اکثر دیکھے تھے لیکن کاوش کو دیکھ کر وہ کچھ عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گئی تھی۔ اس رات اس نے ایک عجیب خواب دیکھا تھا۔ وہ ایک صحرا میں تھی اور اس قابل نہیں تھی کہ اپنے پیروں پر کھڑی ہو سکتی۔ وہ گھسٹتی ہوئی اس صحرا میں آگے بڑھ رہی تھی۔ اس کے ذہن میں صرف ایک خیال تھا کہ اسے اپنی منزل تلاش کرنا تھی لیکن اسے نہیں معلوم تھا کہ اس کی منزل کہاں تھی اور وہ اس تک پہنچ بھی سکے گی یا نہیں؟

گھسٹتے گھسٹتے اس کا جسم لہولہان ہو گیا تھا۔ حلق میں کانٹے سے پڑنے لگے تھے لیکن اسے پانی کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس پر غشی طاری ہونے لگی تھی۔ آنکھیں بار بار بند ہونے لگی تھیں کہ یکایک اس کے سامنے پانی آ گیا۔ چاندی کے اس کٹورے میں ٹھنڈا پانی بھرا ہوا تھا۔ اس نے بے تابی سے وہ گھونٹ لے لیے اور اس کے گلے میں پڑے ہوئے کانٹے جیسے چیخ چیخ کر ریزہ ریزہ ہوئے اور ٹھنڈے پانی میں تحلیل ہو گئے۔ اس نے دو گھونٹ پینے کے بعد سر تھوڑا سا اٹھایا تو اس نے کاوش کو دیکھا۔ ٹھنڈے پانی کا وہ کٹورا کاوش ہی کے ہاتھوں میں تھا۔ کاوش کی اس مہربانی پر احساس ممنونیت نے نیلوفر کو آبدیدہ کر دیا۔ اپنے آنسوؤں کو کاوش سے چھپانے کے لیے اس نے سر جھکا کر پھر پانی پینا چاہا لیکن اس مرتبہ وہ پانی نہیں پی سکی۔ کسی نے جھپٹا مار کر کٹورا کاوش

کے ہاتھ سے گرا دیا تھا اور اسی وقت نیلوفر کی آنکھ کھل گئی تھی۔

صبح ہونے والی تھی۔ نیلوفر بستر پر پڑے پڑے اس خواب کے بارے میں سوچتی رہی۔ صحرا میں اس کا گھسٹنا ایسا ہی تھا جیسے وہ اپنی بیتی جاتی زندگی میں خود کو گھسیٹ رہی تھی۔ اسے اپنی منزل کا علم نہیں تھا۔ محرومیاں بہت سے انسانوں کی زندگی میں ہوتی ہیں لیکن اسے اس کا احساس کچھ زیادہ ہی شدت سے تھا۔ وہ سوچا کرتی تھی کہ پیکنگ کی ملازمت کرتے کرتے وہ بوڑھی ہو جائے گی لیکن اس کی زندگی میں ہوا کا کوئی ایسا جھونکا نہیں آئے گا جو اسے گھٹن کے احساس سے نجات دلا سکے۔

خواب میں اس کی یہ خواہش ٹھنڈے پانی کے کٹورے کی علامت بن کر دکھائی دی تھی اور اسے پانی پلانے والا کاوش تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ کاوش کے نظر آنے کا سبب یہ تھا کہ دن میں اسے ایک بار دیکھنے کے بعد وہ اس کے بارے میں کافی دیر تک سوچتی رہی تھی۔ آئینے نے اسے کبھی دھوکا نہیں دیا تھا۔ اسی لیے اس نے یہ بات بھی نہیں سوچی تھی کہ کاوش اس کی زندگی کے لیے ہوا کا خوشگوار جھونکا بن سکتا ہے۔ وہ تو اس لڑکی کی خوش قسمتی پر رشک کرتی رہی تھی جو کاوش کی شریک زندگی تھی۔

کاوش کو دیکھ کر اس نے یہ ضرور سوچا تھا کہ دنیا کی کوئی بھی لڑکی کاوش کی شریک زندگی بننے کی خواہش کر سکتی تھی۔ یہی سوچ کر دن میں اس نے دو مرتبہ آئینہ دیکھا اور تلخی سے مسکرا دی تھی۔

لیکن ساری حقیقت کو سمجھنے کے باوجود اس کے دل میں کوئی چور سی خواہش ضرور..... تھی جو خواب بن کر اس کی آنکھوں میں سمائی تھی۔

خواب سے جاگنے کے بعد وہ اس کے بارے میں سوچتی رہی اور پھر اس کا دل بھر آیا۔ اس نے سوچا تھا کہ اس جیسی لڑکیوں کی ساری زندگی اسی قسم کے خوابوں میں گزرتی ہوگی لیکن اس قسم کے خوابوں کی تعبیر کا انتظار کرنا بے وقوفی کے سوا کچھ نہیں!

تھوڑی دیر بعد وہ بستر سے اٹھ گئی۔ ناشتا کر کے اپنی ملازمت پر جانا تھا۔ خواب کی ساری باتیں اس نے اپنے ذہن سے جھٹک دیں۔ وہ کاوش کے بارے میں دوبارہ سوچنا نہیں چاہتی تھی لیکن ایسا ہو نہیں سکا۔ آئندہ چند دنوں میں جب بھی اسے فرصت کے لمحات میسر آتے تھے' اس کے تصور میں کاوش کا چہرہ ابھر آتا تھا۔

دھیرے دھیرے بھول جاؤں گی' وہ سوچتی' کوئی بھی لڑکی اتنے خوبصورت چہروں کو فوراً نہیں بھول سکتی۔

لیکن ایسا نہیں ہو سکا۔ ایک مہینہ گزر گیا لیکن کاوش اس کے دل و دماغ میں بیٹھا رہا۔ اب اسے جھنجلاہٹ سی ہونے لگی۔ وہ کبھی کبھی آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر لاشعوری طور پر بڑبڑاتی "زمین کا ایک معمولی ذرہ ہے تو اور دیکھ رہی ہے چاند کی طرف!"

"تو ایک چکور ہے۔" ایک مرتبہ اس کے دل نے اس سے کہا "چکور کو چاند کبھی نہیں ملتا لیکن چاند کی محبت اس کے دل سے کبھی ختم نہیں ہوتی۔"

اس آواز نے اسے چونکا دیا۔ وہ آواز اسے اجنبی بھی نہیں لگی تھی۔ یہ آواز اس نے پہلے بھی سنی تھی لیکن اس طرف سے اپنے کان بند رکھنے کی کوشش کرتی رہی تھی۔

اس رات اسے بہت دیر تک نیند نہیں آئی تھی۔ وہ سوچتی رہی کہ محبت شاید ایسی ہی ہوتی ہے۔ اس پر کسی کا اختیار نہیں ہوتا۔ میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے اور یہ اچھا نہیں ہوا ہے۔ اب مجھے ساری زندگی چکور ہی کی طرح تڑپنا ہوگا۔ چاند تو مجھے نہیں مل سکتا۔

"تو کیا ہوا؟" اس کے دل نے کہا "چکور بن کر زندہ رہنے میں حرج کیا ہے؟ چکور تو محبت کی ایک عظیم علامت ہے!"

اس کے بعد اس نے خود پر جھنجلانا چھوڑ دیا۔ ایک میٹھا میٹھا سا درد دل میں بسا کر جینا اسے اچھا لگنے لگا۔ رات کو سوتے وقت اسے خواہش رہنے لگی کہ کاوش اسے خواب میں نظر آئے۔

جیتی جاگتی زندگی میں نہ سہی اگر خواب میں بھی محبوب مل جایا کرے تو کیا حرج ہے؟ ان خوابوں سے بھی تو کچھ سکون ملے گا!

اس کی یہ خواہش اتنی شدید تھی کہ خوابوں میں وہ کاوش کو کثرت سے دیکھنے لگی پھر اسے یہ بھی محسوس ہونے لگا کہ اس کی زندگی میں رچی بسی ہوئی اداسی کچھ کم ہو گئی تھی۔ اسے پہلی بار اندازہ ہوا کہ کسی طمع کے بغیر محبت کرنا بھی آسودگی کا ایک ذریعہ ہوتا ہے۔

کچھ عرصے بعد اسے معلوم ہوا کہ صدف کی شادی ہونے والی تھی۔ صدف نے اسے اپنے ہونے والے شوہر کی تصویر دکھائی۔ وہ کاوش تھا۔

اس رات نیلوفر نے پھر وہی خواب دیکھا جو پہلی مرتبہ دیکھا تھا۔ اس مرتبہ اس میں اتنا اضافہ ہوا کہ اس نے پانی کا کٹورا جھپٹنے والی کو بھی دیکھ لیا۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ کٹورا جھپٹنے والی بھی وہ خود ہی تھی۔

صبح آنکھ کھلی تو اسے رات کا خواب یاد آیا۔ اسے خواب کا وہ موڑ بہت عجیب معلوم ہوا۔ اس کے خیال کے

..... [illegible] آگے

مطابق کنوارا لڑکپن جیسی والی صدف ہونا چاہیے تھی لیکن اس نے
خود کو بیچا تھا۔
خواب کی یہ بات اس کی سمجھ میں بالکل نہیں آسکی۔
پھر وہ دن آگیا جب صدف اور کاوش کی شادی ہوئی۔
نیلوفر اس شادی میں اس لیے شریک ہوئی کہ آخری مرتبہ
کاوش کو دیکھ لے۔
اس دن کاوش کو دیکھ کر اس کے ضبط کے بند جیسے ٹوٹ
گئے۔ وہ اپنے گھر آکے بہت دیر تک پھوٹ پھوٹ کر روتی
رہی۔ ہمیشہ اسے یہ احساس رہا تھا کہ کاوش کبھی اس کا نہیں
ہوسکے گا لیکن اس روز اسے یہ عجیب خیال آرہا تھا کہ کاوش
کبھی نہ کبھی اس کا ہو جاتا لیکن اسے اس سے چھین لیا گیا
تھا۔
نیلوفر کی یہ کیفیت دو تین دن میں بتدریج ختم ہو گئی۔
اس نے خود کو سمجھا لیا تھا کہ جلد یا بدیر کسی دن یہ تو ہونا ہی
تھا۔ یہ اس کی خام خیالی تھی کہ کاوش کو اس سے چھین لیا گیا
تھا۔ یہ بات ممکن ہی نہیں تھی کہ کاوش نے بھی صدف کو
پسند کیا ہوگا۔ صدف تھی بھی ایسی! کاوش جیسے شخص کی بیوی
کو اتنا ہی خوبصورت ہونا چاہیے تھا۔
ان چند ماہ میں نیلوفر نے کاوش کے بارے میں تمام
معلومات بھی حاصل کرلی تھیں۔ اس کی دولت مندی، اس کی
شاندار کوٹھی، اس کی مجسمہ سازی، اس کے مجسموں کی
نمائش اور اس نمائش کے حوالے سے لوگوں کے تذکرے!
ان میں سے کچھ باتیں نیلوفر کو اشارات سے حاصل ہوئی
تھیں اور کچھ اس نے خود معلوم کی تھیں اور سوچتی بھی رہی
تھی کہ کاوش جیسا شخص کسی بھی لڑکی کے لیے ایک آئیڈیل
شوہر ہو سکتا تھا۔
ایک دن نیلوفر اپنے کام سے لوٹی تو اسے معلوم ہوا کہ
اس دن صدف کاوش کے ساتھ اپنی ماں سے ملنے آئی تھی۔
نیلوفر کو بہت افسوس ہوا کہ وہ دن میں گھر پر نہیں تھی ورنہ
شاید اسے کاوش کو دیکھنے کا موقع مل جاتا۔ اب اس کی زندگی
میں خوشی کے چند لمحات اسی صورت میں آسکتے تھے کہ وہ کبھی
کبھی کاوش کو بس دیکھ ہی لیا کرتی۔
صدف کی والدہ کا آس پاس کے سبھی لوگوں سے میل
جول تھا۔ اسی لیے نیلوفر کو بھی اس کا علم ہو گیا کہ کاوش
انھیں اپنے گھر لے جا کر رکھنا چاہتا تھا لیکن وہ داماد کے گھر
میں رہنے کے لیے تیار نہیں تھیں۔
پھر کچھ دن بعد ایسا ہوا کہ صدف کی والدہ اس فلیٹ سے
چلی گئیں۔ صدف نے انھیں ایک اچھا اپارٹمنٹ دلا دیا تھا
اور اس اپارٹمنٹ میں آسائشات کی تمام چیزیں مہیا کر کے
ایک ملازمہ بھی رکھوا دی تھی۔

نیلوفر نے سوچا "ایک دولت مند شوہر کی بیوی کو اپنی ماں
کے لیے اتنا تو کرنا ہی چاہیے" لیکن ایسا ہو جانے سے نیلوفر پر
ایک افسردگی مسلسل طاری رہنے لگی۔ اس کے خیال کے
مطابق اب وہ کاوش کو کبھی نہیں دیکھ سکتی تھی۔
پھر جب کاوش کی شادی کو تین ماہ سے زیادہ کا عرصہ گزر
گیا تو ایک چھٹی کے دن نیلوفر نے کال بیل کی آواز سن کر
دروازہ کھولا تو صدف کو سامنے دیکھ کر جانے کیوں ہکا بکا سی
رہ گئی۔
"آپ؟" اس کے منہ سے نکلا۔
"کیوں!" صدف مسکرائی "کیا مجھے نہیں آنا چاہیے
تھا؟"
"ارے نہیں، آ کیوں نہیں سکتیں!" نیلوفر نے سٹپٹا کر
کہا "آپ بیگم آپا سے ملنے آئی ہوں گی!"
نیلوفر اور اس کی ماں جس فلیٹ میں رہا کرتی تھیں، اس
فلیٹ کی مالکہ کو بلڈنگ کے سبھی لوگ "بیگم آپا" کہا کرتے
تھے۔
"آئی ہوں تو ان سے بھی ملوں گی۔" صدف نے اندر
آتے ہوئے کہا "لیکن میں خاص طور پر تم سے ملنے آئی
ہوں۔"
"مجھ سے؟" نیلوفر کو تعجب ہوا۔
"کیوں؟ کیا بھول گئیں! تم مجھے باجی کہا کرتی تھیں۔ کیا
میں اپنی چھوٹی بہن سے ملنے نہیں آسکتی؟"
"آپ کو اب بھی یاد ہے کہ میں آپ کو باجی کہا کرتی
تھی!" نیلوفر کی آنکھوں میں تشکر کے آنسو آگئے۔
"یاد کیوں نہیں رہے گا؟" صدف بولی "برسوں تو نہیں
ہوگئے مجھے یہاں سے گئے!"
اسی وقت ایک طرف سے نیلوفر کی ماں اور اپنے کمرے
سے بیگم آپا باہر آئیں۔ صدف کو دیکھ کر انھوں نے بھی
مسرت کا اظہار کیا۔ وہ صدف کو اپنے کمرے میں لے گئیں۔
نیلوفر اور اس کی ماں کو باہر ہی لاؤنج میں رک جانا پڑا۔ نیلوفر
کی ماں تو بہرحال اس گھر کی ملازمہ ہی تھی اور نیلوفر نے بھی خود
کو کبھی اس گھر کا فرد نہیں سمجھا تھا۔ وہ دونوں بیگم آپا سے
اجازت لیے بغیر ان کے کمرے میں نہیں جاتی تھیں۔
"باجی دراصل مجھ سے ملنے آئی ہیں اماں!" نیلوفر کی
آواز میں مسرت آمیز کپکپاہٹ تھی۔
"تم سے ملنے؟"
"ہاں۔"
"تم سے انھیں کیا کام ہوگا؟"
"یہ تو مجھے نہیں معلوم لیکن وہ کہہ رہی تھیں کہ آئی

ہوں تو بیگم آپا سے بھی ملوں گی لیکن خاص طور پر میں تم سے
ملنے آئی ہوں۔"
یہ بات جتنی عجیب نیلوفر کے لیے تھی، اتنی ہی عجیب
اس کی ماں کے لیے بھی ثابت ہوئی۔
بیگم آپا نے صدف کی خاصی خاطر مدارات کی اور وہ
سب کچھ نیلوفر کی ماں کے ہاتھوں سے ہوا۔ بعد میں صدف
نے نیلوفر اور اس کی ماں کو بیگم آپا ہی کے کمرے میں بلا لیا۔

○☆○

صدف کی پیشکش ایسی تھی کہ نیلوفر بت بن کر رہ گئی۔
"میرا خیال ہے کہ تمھیں یہ کام کرلینا چاہیے نیلوفر!"
بیگم آپا بولیں۔ "ویسے اس کام کو اچھی نظروں سے تو نہیں
دیکھا جاتا لیکن یہاں معاملہ مختلف ہے۔ کاوش ایک شریف
اور نجیب الطرفین خاندانی آدمی ہیں۔ پھر یہ کہ تم وہاں تنہا تو
ہوگی نہیں۔ خود صدف وہاں ہے۔ میں تو کہتی ہوں کہ تمھیں
یہ کام ضرور... کرلینا چاہیے۔ دس ہزار کی تنخواہ تمھیں کہیں
سے نہیں مل سکتی اور کام بھی تین چار سال کا ہے۔ تم چاہو تو
اس عرصے میں اپنی پڑھائی بھی دوبارہ شروع کرسکتی ہو۔" پھر
وہ نیلوفر کی ماں سے بولیں "تمھارا کیا خیال ہے؟"
"میں کیا کہوں آپا بیگم! آپ جو مشورہ دیں گی، وہ غلط تو
نہیں ہوگا۔"
"صدف کی وجہ سے میرے دل میں کسی قسم کا اندیشہ
نہیں ہے۔" بیگم آپا نے نیلوفر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "دس
ہزار کی تنخواہ بھی تمھارے لیے کچھ کم نہیں ہوگی۔ پھر جب
کاوش میاں کے ان مجسموں کی نمائش ہوگی تو تمھیں بھی بہت
شہرت ملے گی۔"
لیکن نیلوفر کے لیے پیسہ اور شہرت کوئی اہمیت نہیں
رکھتی تھی۔ اسے تو یہ احساس ہی سرشار کیے دے رہا تھا کہ
کاوش اس کے سامنے ہوگا۔ وہ اس کے وجود کو اپنی آنکھوں
کی پہنائیوں میں سمیٹ لے گی۔
"بیگم آپا!" نیلوفر نے دھڑکتے دل کے ساتھ کہا "میرے
اور میری ماں کے لیے دس ہزار واقعی بہت اہمیت رکھتے ہیں
لیکن مجھ میں آپ کی اور صدف باجی کی بات ٹالنے کی بھی
ہمت نہیں ہے۔"
"شکریہ" صدف نے طویل سانس لی "میرے ذہن سے
اس وقت ایک بوجھ اتر گیا۔ نیلوفر! تم تھوڑی دیر کے لیے تو
ابھی میرے ساتھ چلی چلو۔ کاوش سے تمھاری ملاقات
ضروری ہے۔ ویسے مجھے اطمینان ہے کہ کاوش اپنے مجسموں
کے لیے جس قسم کی لڑکی کو ماڈل بنانا چاہتے ہیں، تم بالکل ویسی
ہی ہو۔ ابھی کوٹھی دیکھ لوگی تو کل سے تمھیں وہاں آنے میں
کوئی دشواری نہیں ہوگی۔ میرا مطلب ہے کہ کوٹھی ڈھونڈنا
نہیں پڑے گی۔"
نیلوفر نے اجازت طلب نظروں سے ماں کی طرف
دیکھا۔
"اب نہیں کیا دیکھ رہی ہو!" صدف بولی "بس جلدی سے
جا کر تیار ہو جاؤ!"
نیلوفر کو تیار کیا ہونا تھا بس کپڑے تبدیل کرنا تھے۔
میک اپ اس نے کبھی کیا ہی نہیں تھا۔
بیس منٹ بعد نیلوفر، صدف کے ساتھ روانہ ہوئی۔
راستے بھر اس کے دل کی دھڑکنیں تیز رہیں۔
کاوش گھر پر ان کا منتظر تھا۔
"یہ ہے نیلوفر" صدف نے اسے بتایا۔
کاوش نے غور سے نیلوفر کو سر سے پیر تک دیکھا۔ نیلوفر
بھی اسے اپنی آنکھوں کی پہنائیوں میں اتار لینا چاہتی تھی
لیکن اس وقت وہ ایسا نہ کرسکی۔ اس کی نظریں جھک گئیں۔
دل کی دھڑکنیں پہلے سے زیادہ تیز ہو گئیں۔ حلق کچھ خشک
ہونے لگا۔
"ٹھیک ہے" کاوش نے کہا پھر نیلوفر سے ہی پوچھا۔
"تمھاری عمر کیا ہے؟"
"سترہ سال سے کچھ زیادہ ہے" صدف بول پڑی۔
"یہ ٹھیک کہہ رہی ہیں؟" کاوش نے پھر نیلوفر سے
پوچھا۔
"جی" نیلوفر نے دھیمی سی آواز میں جواب دیا۔
"میں ان کی آواز سننا چاہتا تھا۔" کاوش نے مسکرا کر
کہا "میں نہیں چاہتا کہ جب کل میں کام شروع کروں تو نیلوفر
کی آواز میرے لیے اجنبی ہو۔" اس کے بعد وہ نیلوفر سے بولا
"تم آ تو جاؤ گی کیسے؟"
"بس سے" نیلوفر نے جواب دیا۔
"یہ مناسب نہیں ہوگا۔ تم رکشا یا ٹیکسی کرلیا کرنا۔
اس خرچ کا اضافہ تمھاری تنخواہ میں کردیا جائے گا۔ تم نے
تنخواہ بتا دی ہے نا صدف؟"
"جی ہاں۔"
"ابھی تو تم ہی انھیں واپس چھوڑ آؤ!" کاوش نے کہا
"راستے سے کچھ ملبوسات وغیرہ بھی دلوا دینا۔"
"ٹھیک ہے" صدف نے کہا "واپسی پر میں امی سے
بھی ملتی آؤں گی۔"
"لیکن جلدی آنا" کاوش نے مسکرا کر کہا "کل سے
میں بہت مصروف ہو جاؤں گا۔ اب آج کا باقی دن تمھارے
ساتھ گھوم پھر کر گزارا جائے۔"
"میں بس دس منٹ کے لیے جاؤں گی امی کے پاس۔ چلو
نیلوفر!"

"دیکھو، قمر! ایڈوانس بھی دے رہا۔"
"یہ میں نے پہلے ہی سوچ لیا تھا۔"

○۰○

اس دن نیلوفر جب واپس گھر پہنچی تھی تو اس کے ساتھ کئی نئے ملبوسات، دو جوڑی سینڈلیں اور ضرورت کی بہت سی چیزیں بھی تھیں۔ وہ سب اس نے اپنی ماں کو دکھا رہی تھی۔ اسی وقت بیگم آپا بھی آ گئی تھیں۔ ان کے سامنے ہی نیلوفر نے اپنی ماں کو پانچ ہزار روپے بھی دیے اور کہا "یہ ایڈوانس ملا ہے ماں!"

"اب تم دونوں ماں بیٹی کی قسمت کا ستارہ چمکا ہے۔" بیگم آپا نے کہا "کچھ دن بعد تم الگ گھر لے کر بھی رہ سکتی ہو۔"

"میں تو آپ ہی کے قدموں میں رہنا چاہتی ہوں بیگم آپا!" نیلوفر کی ماں نے کہا۔

"اب تمہاری مرضی ہے۔" بیگم آپا نے محبت سے کہا۔ "میں کسی بات پر بھی زور نہیں دینا چاہتی۔"

"مجھے صبح دس بجے وہاں پہنچنا ہو گا ماں!" نیلوفر نے بتایا۔

"جہاں ملازم ہو، انہیں جواب دینے کب جاؤ گی۔"

"وہاں کل صبح فون پر بتا دوں گی کہ مجھے دوسری ملازمت مل گئی ہے۔ پچھلے مہینے کی تنخواہ مجھے دو دن پہلے ہی مل چکی ہے۔"

"بس اب تم اپنے یہ کپڑے وغیرہ ٹھیک کر کے رکھ دو۔" بیگم آپا بولیں "کل سے تمہیں ایک اچھی زندگی کا آغاز کرنا ہے۔"

لیکن نیلوفر پر ایک "اچھی زندگی" سے زیادہ ایک "نئی زندگی" کا نشہ طاری تھا۔ وہ نئی زندگی جس میں کاوش اس کی نظروں کے سامنے رہتا۔ یہ اس کے لیے بہت کچھ تھا۔ اس سے زیادہ کے بارے میں وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ انسان زندگی میں چاہتا تو بہت کچھ ہے لیکن اسے وہ سب کچھ ملتا نہیں ہے لیکن جس چیز کی خواہش ہو، اسے نظر کے سامنے پا کر بھی کچھ آسودگی ضرور ملتی ہے۔ ذرا دیر کے لیے وہ آسودگی

نیلوفر کو اس وقت بھی ملی تھی جب وہ صدف کے ساتھ کاوش کے سامنے گئی تھی۔

دوسرے دن وہ کاوش کے گھر پہنچی۔

"مجھے خوشی ہے کہ تم نے وقت کی پابندی کی۔" کاوش نے اس سے کہا۔

"میں ہمیشہ اس بات کا خیال رکھوں گی سر!" نیلوفر نے جواب دیا۔

"آج کے بعد تم سیدھی نگار خانے میں چلی آیا کرنا۔ میں تمہیں وہیں ملا کروں گا۔"

"نگار خانے میں؟" نیلوفر نے پلکیں جھپکائیں۔

صدف اس وقت کاوش کے ساتھ تھی۔ اس نے ہنس کر کہا "ان کا اسٹوڈیو نگار خانے ہی میں ہے۔ ابھی چل کر دیکھ لینا۔"

"ہاں۔" کاوش کھڑا ہو گیا۔

"آج میں بھی دیکھوں گی کہ آپ کام کس طرح شروع کرتے ہیں۔" صدف بھی کھڑی ہو گئی۔

وہ تینوں نگار خانے میں پہنچے۔ نیلوفر کے لیے وہ وسیع و عریض نگار خانہ خاصا مرعوب کن تھا۔ اتنی جگہ میں تو ویسے دو فلیٹ بن جاتے جہاں وہ رہ کر آئی تھی۔

کاوش نے نیلوفر سے کہا "ویسے تو میں خود ہی سمجھاؤں گا کہ کام کے وقت تم کس طرح بیٹھو گی اور کس طرح کھڑی ہو گی لیکن بہتر ہو گا کہ تم ایک نظر ان سب مجسموں کو دیکھ لو جو یہاں رکھے ہوئے ہیں۔ انہیں دیکھ کر تمہیں خود بھی خاصا اندازہ ہو جائے گا۔"

ان مجسموں کو دیکھنے دکھانے میں صدف، کاوش اور نیلوفر کو ایک گھنٹا لگ گیا۔ بعض نیم عریاں مجسموں کو دیکھ کر نیلوفر اپنی نظریں چرانے لگی۔

ایک گھنٹے بعد جب کاوش اپنے کچھ اوزاروں کو جانچ پرکھ رہا تھا تو کچھ فاصلے پر کھڑی ہوئی نیلوفر نے دھیمی آواز میں صدف سے کہا "یہ سب کچھ تو مجھ سے نہیں ہو گا باجی!"

"کیا نہیں ہو گا؟"

"وہ... وہ... اس قسم کے انداز... وہ... کپڑے..." نیلوفر نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"تم یہیں رکو۔" صدف نے اس سے کہا اور ٹہلتی ہوئی کاوش کے قریب گئی۔ "ایک پہلو پر تو میں نے غور ہی نہیں کیا تھا!"

"کیا ہوا؟" کاوش نے پوچھا۔

صدف نے اسے نیلوفر کے "خدشے" سے آگاہ کیا۔

"اس کی تم فکر نہ کرو۔" کاوش نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا "تم نے ٹھیک نہیں سوچا ہو گا لیکن مجھے اس کا اندازہ تھا۔ پیشہ ور ماڈل گرلز اور متوسط طبقے کی ایسی غیر پیشہ ور لڑکیوں میں یہ فرق تو فطری بات ہے۔ میں اس معاملے کو سنبھال لوں گا۔ میں نے کئی کتابوں میں کچھ مجسمہ سازوں کے ایسے تجربات کے بارے میں پڑھا ہے۔ اس دشواری سے کس طرح نکلا جا سکتا ہے، یہ میں جانتا ہوں۔ بہت سے مجسمہ ساز اپنے مطلب کی ماڈل کے باعث اس دشواری سے گزرے ہیں۔ اسی طرح مجھے بھی کرنا پڑے گا۔ نیلوفر کی جھجک دھیرے دھیرے ختم ہو گی۔ ابھی سال بھر تو ایسا کوئی کام ہو گا بھی نہیں جس میں اسے نیم عریانیت کی طرف آنا پڑے۔ پھر جب وہ سفر شروع ہو گا تو وہ بھی دھیرے دھیرے ہو گا۔ اتنے عرصے میں نیلوفر میرا مزاج بھی سمجھ جائے گی اور یہ تو میرا مشاہدہ ہے کہ بعض نہایت غریب گھرانے کی لڑکیاں دھیرے دھیرے انتہا درجے کی فیشن ایبل بن جاتی ہیں۔"

"ابھی میں اس سے کیا کہوں۔ وہ تو اس طرح گھبرا رہی ہے کہ شاید آج کے بعد ادھر کا رخ بھی نہ کرے۔"

"فی الحال اس سے کہہ دو کہ گھبرائے نہیں، اس کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں ہو گا۔ ابھی تو کام شروع ہونے میں بھی ایک ہفتہ لگے گا۔ آج میں نے ایک درزی کو بلوایا ہے۔ وہ نیلوفر کا ناپ لے جائے گا۔ ان ملبوسات کی تیاری میں کچھ وقت لگے گا اور فی الحال وہ ملبوسات ایسے نہیں ہوں گے جو نیلوفر کو نیم عریاں کر دیں۔"

"ان ملبوسات کی تیاری کے بعد ہی کام شروع ہو گا؟"

"کام تو شروع ہی سمجھو لیکن اتنے ابتدائی اسٹیج میں نیلوفر کو دوسرے ملبوسات پہننے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔"

"درزی کب آئے گا؟"

"دو بجے کے قریب آئے گا۔ ہم اس وقت تک لنچ سے فارغ ہوں گے۔ نیلوفر کو لنچ میں اپنے ساتھ ہی بٹھانا۔ اس کی جھجک اسی طرح دور ہو گی کہ ہم کھانے پینے میں بھی اسے اپنے ساتھ رکھیں۔ اسے یہ احساس دلانا ہو گا کہ وہ یہاں ملازم نہیں بلکہ ہم ہی میں سے ایک ہے، اس گھر کی فرد ہے۔ فی الحال تو تم اسے بس اتنا بتا دو کہ اس کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں ہو گا۔"

"ٹھیک ہے۔"

صدف مسکراتے ہوئے نیلوفر کے قریب گئی جس کے چہرے پر الجھن کے آثار تھے۔ صدف نے اسے زیادہ سے زیادہ بہتر انداز میں مطمئن کرنے کی کوشش کی۔ اس نے اسے درزی کی متوقع آمد کے بارے میں بھی بتایا اور کہا "جب وہ

ملبوسات تیار ہو کر آ نہیں گے تو تم دیکھو گی کہ وہ نیم عریاں کر دینے والے نہیں ہوں گے۔"

نیلوفر کچھ مطمئن ہوئی کچھ نہیں ہوئی لیکن یہ فیصلہ کرنا اس کے لیے ناممکن ہی تھا کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کاوش سے دور ہو جائے۔ اسے جو خوشی حاصل ہوئی تھی، وہ چھوڑ دینا اس کے لیے ممکن نہیں تھا۔

نیلوفر کی عمر زیادہ نہیں تھی لیکن زمانے کے رنگ ڈھنگ اس نے کم عمری ہی میں دیکھ لیے تھے۔ چودہ سال کی عمر سے تو وہ ملازمت کرنے لگی تھی اس لیے سولہ سال ہی کی عمر میں اس کی ذہنی پختگی انیس بیس سال کے لڑکیوں سے کم نہیں تھی اور اسی لیے وہ صدف کی باتوں سے پوری طرح مطمئن نہیں ہو سکی تھی۔

ایک بجے تک صدف وہیں رہی اور دیکھتی رہی کہ کاوش کی ابتدائی تیاریوں کی نوعیت کیا تھی۔ ان تیاریوں میں کاوش نے کچھ وقت نیلوفر کو یہ سمجھانے میں بھی گزارا کہ اسے کہاں کس طرح کھڑا ہونا یا بیٹھنا پڑے گا۔

ایک بجے جب وہ بت خانے سے نکل رہے تھے تو صدف نے کاوش سے کہا "لنچ پر آپ کے دوست بھی آرہے ہیں۔"

"کمال؟"

"جی۔" صدف نے جواب دیا "وہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ میں نیلوفر کے انتخاب کے سلسلے میں پُریقین کیوں تھی۔"

نیلوفر کو یہ بات اچھی نہیں لگی کہ کاوش کے علاوہ کوئی اور بھی اسے سر سے پیر تک تنقیدی نظروں سے دیکھے لیکن اس نے خود کو اس پوزیشن میں نہیں پایا کہ اپنے اس احساس کا اظہار کر سکتی۔

لنچ کی میز پر اس نے کمال کو پہلی بار دیکھا اور سوچے بغیر نہ رہ سکی کہ کیا خوب صورت لوگوں کے دوست بھی خوب صورت ہوتے ہیں؟ البتہ یہ ضرور تھا کہ جو مقناطیسی کشش کاوش میں تھی، وہ کمال میں نہ تھی لیکن اس نے یہ بھی سوچا کہ انسان کے دل کو اگر کوئی چیز بھا جاتی ہے تو پھر دوسری اچھی چیزیں اس کے دل کو نہیں بھاتیں!

لنچ کے بعد وہ چاروں ڈرائنگ روم میں آ بیٹھے۔ کمال نے کاوش کے فنِ مجسمہ سازی پر بات چھیڑ دی۔ اس گفتگو میں صدف نے بھی حصہ لیا لیکن نیلوفر خاموش بیٹھی رہی۔ جب کوئی اس سے مخاطب ہوتا تو وہ مختصر سا جواب دیتی۔ بولنے میں اس کی جھجک کا سبب یہ احساس بھی تھا کہ وہ بہت بڑے لوگوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔

دو بجے درزی آیا اور نیلوفر کا ناپ لے کر چلا گیا۔ ڈیزائنز وغیرہ کے سلسلے میں کاوش کی ہدایات اسے پہلے ہی مل چکی ہوں گی۔

"اچھا اب میں تو جاتا ہوں بت خانے میں۔" کاوش نے کمال کی طرف دیکھ کر کہا اور نیلوفر کو بھی اٹھنے کا اشارہ کیا۔

اس سیشن میں کاوش نے نیلوفر کو مختلف انداز میں کھڑا کر کے اس کی دس بارہ تصویریں کھینچیں۔

"اگر آپ اجازت دیں تو ایک بات پوچھوں سر؟" نیلوفر بولی۔

"ہاں ہاں، پوچھو۔"

"جب میری تصویریں آپ کے پاس ہوں گی تو میری موجودگی تو ضروری نہیں رہے گی!"

"وہ تو بہت ضروری ہے۔ اصل اور نقل میں فرق تو ہوتا ہے۔ تصویریں صرف اس لیے ضروری ہیں کہ ایک دن کے سیشن کا کام ختم ہونے کے بعد جب تم دوسری مرتبہ اسی انداز میں کھڑی ہو تو کوئی فرق نہ آئے۔ اس سلسلے میں تصویریں ہی مددگار ہوتی ہیں۔ ہر مجسمہ ساز کا اپنا اپنا کوئی طریقہ ہوتا ہے۔ پہلی مرتبہ تو میں نے کسی ماڈل کے بغیر کام کیا تھا۔ لیکن اب تمہاری وجہ سے مجھے یہ طریقہ اختیار کرنا پڑا ہے اور صحیح معنوں میں فوٹوگرافی تو اس دن ہوگی جب تمہارے ملبوسات تیار ہو کر آجائیں گے۔"

"کیا مجھے ایک ہی انداز میں کئی گھنٹے کھڑا رہنا پڑے گا؟" نیلوفر نے کچھ پریشانی سے پوچھا۔

"نہیں۔" کاوش دھیرے سے ہنسا "تھوڑی تھوڑی دیر کے لیے ایسا ہوگا۔ پھر جب تم دوبارہ اسی طرح کھڑی ہوگی تو انہی تصویروں سے مدد ملے گی۔"

نیلوفر مطمئن ہو گئی لیکن اس نے یہ ضرور سوچا کہ جب کام کا باقاعدہ آغاز ملبوسات آنے کے بعد ہی ہوگا تو ابھی سے اس کی مختلف انداز کی تصویریں کھینچنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ کیا کاوش اس طرح دھیرے دھیرے اس کی جھجک ختم کرنا چاہتا تھا؟

بات جو کچھ بھی رہی ہو نیلوفر کے لیے وہ سیشن خاصا سنسنی خیز رہا تھا۔ اسے مختلف انداز میں کھڑا کرنے کے لیے کاوش نے کبھی اس کے ہاتھ پکڑ کر کسی خاص انداز میں اٹھائے تھے، کبھی کسی شانے پر دباؤ ڈالتے ہوئے کہا تھا "اس طرح تھوڑا سا جھکاؤ رہنا چاہیے۔"

کاوش کے ہاتھوں کے لمس نے نیلوفر کے جسم میں سنسناہٹ پھیلا دی تھی۔ وہ اس کے لیے ایک بے حد خوشگوار تجربہ تھا۔ وہ کبھی خواب میں بھی نہیں سوچ سکتی تھی

کہ اسے اپنے محبوب کا اتنا قرب مل جائے گا!

پانچ بجے وہ دونوں چائے پینے کے لیے اوپر پہنچے۔ اس وقت صدف اکیلی ہی تھی۔ کمال جا چکا تھا۔

"یہ تو بڑا مسئلہ ہو جائے گا۔" صدف نے چائے پیتے ہوئے کہا "صبح دس بجے سے شام کے سات بجے تک آپ مصروف رہیں گے تو میرا کیا ہوگا؟ میں تو مرجانے کی حد تک بور ہو جاؤں گی!"

"تم نے ٹیبل ٹینس کا پروگرام بنایا تھا اور غالباً کمال سے بات بھی کر چکی ہو!"

"لیکن وہ دو تین گھنٹے سے زیادہ دیر کے لیے تو نہیں آسکتے نا!"

"دیکھو صدف!" کاوش نے سمجھانے والے انداز میں کہا "والد مرحوم کی زندگی میں تو میں اپنا سارا وقت بت خانے میں گزارتا تھا۔ دوپہر کا کھانا، چائے سبھی کچھ بت خانے میں منگوا لیا کرتا تھا۔ اب صرف تمہاری ہی وجہ سے میں نے یہ طریقہ اپنایا ہے کہ کھانے اور چائے کے لیے اوپر ہی آجایا کروں۔"

"تو اتنا اور کیجیے کہ اسی وقت کام ختم کر دیا کیجیے! کم از کم شام کا وقت تو میں آپ کے ساتھ گزار لوں۔"

کاوش نے کچھ سوچا اور پھر سر ہلاتے ہوئے ایک طویل سانس لے کر بولا "چلو ٹھیک ہے۔ اس طرح مجھے اپنا کام مکمل کرنے میں کچھ زیادہ عرصہ لگ جائے گا لیکن یہ سوچنا ضروری ہے کہ میں اب صرف اپنے لیے نہیں، تمہارے لیے بھی ہوں۔" بات ختم کرتے ہوئے وہ مسکرایا۔

"گڈ!" صدف نے خوش ہو کر کہا "صبح دس بجے سے ایک بجے کا وقت تو زیادہ بوریت میں گزرتا بھی نہیں ہے۔ لنچ کے وقت میں کمال صاحب کو بلوا لیا کروں گی۔ لنچ کے بعد میں اور وہ ٹیبل ٹینس کھیل لیا کریں گے۔ اب تم بھی خوش ہو جاؤ نیلوفر! اب تم اس وقت بس چائے پی کر چلی جایا کرنا۔"

لیکن نیلوفر کے لیے یہ کوئی خوشی کی بات نہیں تھی کہ کاوش سے اس کی قربت کے وقت میں روزانہ ڈیڑھ گھنٹے کی کمی آجاتی۔

○☆○

ایک ہفتے بعد کچھ ملبوسات سل کر آگئے۔ کاوش نے ان میں سے ایک لباس منتخب کر کے نیلوفر کو دیا۔ "بت خانے کے اوپر جو ایک کمرا ہے، وہ میں نے تمہیں دکھایا تھا نا! وہیں جا کے یہ لباس پہنو اور واپس آؤ۔ باقی ملبوسات وہیں رکھ آنا۔"

"بہتر ہے۔"
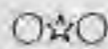
نیلوفر نے اوپر کے کمرے میں جا کر جب وہ لباس پہنا تو کچھ پریشان ہو گئی۔ وہ لباس اتنا چست تھا کہ اس کے جسم کے اعضا خاصے نمایاں ہو گئے تھے۔ پہلی مرتبہ اسے یہ احساس بھی ہوا کہ وہ بڑے متناسب جسم کی مالک تھی۔ وہ دھڑکتے دل سے بت خانے میں پہنچی۔ اس وقت وہ کاوش سے نظریں نہیں ملا سکی۔

"ٹھیک ہے۔" کاوش نے کہا "اب میں تمہاری چند تصاویر بناؤں گا اور کل سے میرا کام اپنے اہم مرحلے میں داخل ہوگا۔"

اس وقت نیلوفر کا دل کچھ اداس ہو گیا۔ پہلی مرتبہ جب وہ اس بت خانے میں آئی تھی تو بعض نیم عریاں مجسمے دیکھ کر اس نے سوچا تھا کہ وہ خود کو ایسا نہیں بنا سکتی لیکن اس وقت چست لباس پہن کر جب وہ کاوش کے سامنے آئی تو یہ شاید اس کی لاشعوری خواہش تھی کہ کاوش اسے دیکھ کر متاثر ہو لیکن ایسا نہیں تھا۔

اس دن جب وہ اپنے گھر لوٹی تو کچھ جھنجلائی ہوئی سی تھی۔ کیا تم بالکل پتھر ہو؟ وہ دل ہی دل میں کاوش سے کہہ رہی تھی، میں خوبصورت نہ سہی لیکن میرا جسم تو بہت سی عورتوں سے زیادہ خوبصورت ہے! تم ہمیشہ کے لیے میرے نہیں ہو سکتے لیکن مجھے تھوڑی سی توجہ تو دے سکتے ہو!

رات کو جب وہ سونے کے لیے لیٹی تو اس کے ذہن میں یہ سوال ابھرا کہ گھر لوٹتے وقت اس کی جھنجلاہٹ کا سبب کیا تھا؟ آخر وہ چاہتی کیا ہے؟

اس کے دل میں کچھ خواہشات مچلیں تو اس کا دماغ اسے لعن طعن کرنے لگا 'تو خوبصورت نہ سہی لیکن خود کو ارزاں بنانے کی خواہش تو نہ کر!'

اس کی وہ رات بڑی بے چینی سے گزری لیکن دوسرے دن جب وہ کاوش کے گھر کی طرف روانہ ہوئی تو اس نے خود کو اس پر قانع کر لیا تھا کہ کاوش کا صرف قرب ہی اس کے لیے بہت بڑی دولت ہے۔

لیکن یہ دولت ہمیشہ کے لیے نہیں ہے۔ یہ احساس بڑا کربناک تھا۔ جب کاوش کا کام ختم ہو جاتا تو وہ اس سے دور ہو جاتی۔

دل و دماغ کی کشمکش میں دو مہینے گزر گئے لیکن وہ خود کو پُرسکون نہیں کر سکی۔ وہ وقت اسے بڑا کربناک معلوم ہو رہا تھا جب وہ کاوش سے دور ہو جاتی۔ اس نے اپنے دل میں مچلنے والی بہت سی خواہشات کو کچل دیا تھا لیکن کاوش سے دور ہو جانے کا تصور اس کے لیے بہت ہولناک تھا۔ ان دو مہینوں

میں اس نے یہ بھی محسوس کر لیا کہ کاوش کو اپنی بیوی سے شدید محبت تھی۔ وہ اپنی بیوی کے علاوہ کسی عورت کو بھی ایک خاص نظر سے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ نیلوفر بھی اس کے لیے بس ویسی ہی چھوٹی بچی تھی جیسے بچے اس تہ خانے میں موجود تھے۔

کاوش کے اس رویے نے نیلوفر کے دل میں دھیرے دھیرے احترام کا جذبہ ابھارنا شروع کیا۔ مزید کچھ عرصہ گزرنے کے بعد وہ اس بات پر فخر محسوس کرنے لگی کہ اس کا محبوب انسانیت کے ایک بہت ہی افضل مقام پر تھا۔

ایک دن کام کرتے کرتے کاوش اچانک رکا اور تھکے تھکے سے انداز میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تم میرا ایک کام کرو گی نیلوفر؟"

"جی ہاں سر! کیوں نہیں کروں گی!" نیلوفر نے جواب دیا۔

"فقہ کی کتابیں میں ہمیشہ یہیں رکھتا ہوں لیکن کل رات ایک کتاب بیڈ روم میں لے جا کر پڑھتا رہا تھا۔ آج بھول ہی گیا کہ وہ وہاں سے اٹھا لاؤں۔ کیا تم وہ کتاب لے آؤ گی؟"

"جی ہاں سر! لیکن وہ کہاں رکھی ہے؟"

"سرہانے ہی رکھ دی تھی۔ وہیں ہوگی۔ صدف کو اس قسم کی کتابوں سے کوئی دلچسپی ہی نہیں ہے کہ وہ اس نے اٹھائی ہو۔"

"بہتر ہے۔ میں لے آتی ہوں۔"

"یہ چابی لیتی جاؤ۔" کاوش نے جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔ "میں اپنا کمرا ہمیشہ مقفل رکھتا ہوں۔ صدف اس وقت وہاں ہوگی نہیں' کمال کے ساتھ ٹیبل ٹینس کھیل رہی ہوگی۔"

"لیکن جب چابی آپ کے پاس ہے تو کمرا مقفل کیوں ہوگا؟"

"دوسری چابی صدف کے پاس ہے اور جب وہ کمرے سے نکلتی ہے تو میری ہی طرح وہ بھی کمرا مقفل کر دیتی ہے۔" کاوش نے جیب سے چابی نکال کر نیلوفر کی طرف بڑھائی۔

"جی میں ابھی لے آتی ہوں۔" نیلوفر نے چابی لیتے ہوئے کہا۔ "کتاب کا نام کیا ہے؟"

"وہاں بس وہی ایک کتاب رکھی ہوگی۔"

"بہتر ہے۔ میں ابھی لاتی ہوں۔"

نیلوفر تہ خانے سے نکلی۔ وہ اس کوٹھی کے چپے چپے سے واقف ہو چکی تھی۔ ایک دن کاوش طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے کام نہیں کر سکا تھا تو صدف نے اسے ساری کوٹھی دکھائی تھی۔ اس خواہش کا اظہار خود نیلوفر نے کیا تھا۔ وہ اس کوٹھی کا ایک ایک چپہ دیکھنا چاہتی تھی جہاں اس کا محبوب رہتا تھا۔

چابی لیے ہوئے وہ سیدھی کاوش کی خوابگاہ کے دروازے پر پہنچی۔ چابی سے قفل کھول کر وہ بڑے اطمینان سے کمرے میں داخل ہوئی لیکن پھر ٹھٹک کر رکی اور اسے یوں لگا جیسے اس کے جسم کا سارا خون سمٹ کر سر کی طرف چلا گیا ہو۔ اس کے دماغ کو ایسا ہی دھچکا لگا تھا۔

پھر دوسرے ہی لمحے وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں کمرے سے نکلی۔ اس کا یہ فعل قطعی غیر ارادی تھا۔

"رک جاؤ نیلو!" صدف کی آواز سنائی دی۔

نیلوفر کے قدم فرش سے چپک گئے اور اسی وقت اسے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ کھڑی نہیں رہ سکے گی۔ اس کی سنسناتی ہوئی پنڈلیاں کانپ بھی رہی تھیں۔ اس نے جو کچھ دیکھا تھا' اس کا تصور وہ خواب میں بھی نہیں کر سکتی تھی۔

اس نے دیوار سے ٹیک لگا لی۔ وہ اتنی لمبی لمبی سانسیں لے رہی تھی جیسے کوئی لمبی دوڑ لگا چکی ہو۔ اس وقت اسے بہت کچھ سوچنا چاہیے تھا' بہت سے خیالات دماغ میں آنا چاہیے تھے لیکن اس کے دماغ کی حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے کسی بند کمرے میں گھپ اندھیرا ہو۔ وقت تو اس کے لیے جیسے ٹھہر گیا تھا۔

صدف کمرے سے نکلی۔ وہ گاؤن پہنے ہوئے تھی۔

"تم یہاں کیسے آئیں؟" وہ نیلوفر کو گھورتے ہوئے بولی۔ "چابی کہاں سے آئی تمہارے پاس؟"

"سر۔ سر نے۔ سر نے دی تھی۔" نیلوفر گھٹی گھٹی سی آواز میں جواب دے سکی۔

"کیوں؟" صدف اسے گھورتی رہی۔

نیلوفر اٹک اٹک کر بڑی مشکل سے بتا سکی کہ کاوش نے اسے کیوں بھیجا تھا۔

صدف نے کچھ سوچا۔ "ایک منٹ۔" وہ واپس اپنے کمرے میں چلی گئی۔ جب وہ لوٹی تو اس کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی۔ وہ اس نے نیلوفر کے ہاتھ میں دی اور بولی "ابھی تم نے کیا دیکھا تھا؟"

نیلوفر کے منہ سے کچھ نہیں نکلا۔ وہ منہ کھولے' پلکیں جھپکائے بغیر صدف کی طرف دیکھتی رہی۔

"تم نے کچھ نہیں دیکھا۔" صدف بہت سخت لہجے میں بولی۔

اسی وقت کمال اپنی ٹائی ٹھیک کرتا ہوا کمرے سے نکلا۔ اس کے چہرے سے گھبراہٹ ظاہر ہو رہی تھی۔

"تم ٹیبل ٹینس کے کمرے میں میرا انتظار کرو۔" صدف نے اس سے کہا۔

کمال سر ہلا کر تیزی سے ایک طرف بڑھ گیا۔

"سن لیا تم نے!" صدف پھر نیلوفر کو گھورنے لگی۔ "تم نے کچھ نہیں دیکھا۔ سمجھ گئیں!"

"جی۔" نیلوفر نے تھوک نگلا۔

"اور" صدف نے تنبیہ کرنے والے انداز میں کہا "اگر مجھے کسی سے معلوم ہوا کہ تم نے کچھ دیکھا ہے تو تمہارے حق میں بہت برا ہوگا۔ میں اس گھر کی مالک ہوں۔ میں کچھ بھی کر سکتی ہوں۔ کاوش صرف میرا اعتبار کریں گے لیکن تم کہیں کی نہیں رہو گی۔" صدف کی آواز میں کوڑے کی سی سنسناہٹ تھی جو نیلوفر نے اپنے اعصاب پر محسوس کی۔

"بس اب جاؤ۔" صدف نے کہا "ایسا نہ ہو کہ کاوش تہ خانے سے نکل کر یہاں آجائیں۔"

نیلوفر جانے کے لیے مڑی۔ اس کی چال میں ڈگمگاہٹ تھی۔

صدف واپس کمرے میں چلی گئی۔ وہ صرف نائٹ گاؤن میں تو ٹیبل ٹینس کے کمرے کی طرف جا نہیں سکتی تھی۔

نیلوفر کسی نہ کسی طرح تہ خانے کے قریب پہنچی ہی تھی کہ کاوش تہ خانے سے نکلا۔ "اتنی دیر لگا دی تم نے! میں یہ سوچ کر آ رہا تھا کہ شاید تمہیں کتاب نہیں ملی۔"

نیلوفر نے کتاب اس کی طرف بڑھا دی۔

کاوش ابتدائی لمحوں میں نیلوفر کی حالت پر دھیان نہیں دے سکا تھا لیکن جب اسے کتاب دیتا ہوا نیلوفر کا ہاتھ کپکپاتا نظر آیا تو اس نے حیرت سے نیلوفر کی طرف دیکھا۔ "کیا بات ہے؟"

"کک۔ کچھ۔ کچھ نہیں۔ سر؟"

"تمہارے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی ہیں' جسم کانپ رہا ہے' اور تم کہہ رہی ہو کچھ نہیں!"

"شاید۔ شاید میری طبیعت۔" نیلوفر سے بولا نہیں جا رہا تھا۔

"کیا ہوا اچانک تمہاری طبیعت کو؟"

"معلوم نہیں۔ بس۔ بس اچانک۔ گھبراہٹ سی ہونے لگی۔"

"اچھا بیٹھو' یہیں اس کمرے میں بیٹھو۔ میں کوئی مشروب منگواتا ہوں۔"

"نہیں سر! میں۔ ٹھیک ہو جاؤں گی۔ بس ٹھنڈا پانی پی کر ٹھیک ہو جاؤں گی۔ تہ خانے میں پانی تو ہے نا!"

"وہاں فریج میں مشروبات بھی ہیں۔ چلو۔ تہ خانے ہی میں چلو۔"

تہ خانے کی سیڑھیاں اترتے ہوئے بھی نیلوفر کی ٹانگیں اس کے قابو میں نہیں تھیں۔ کاوش نے اسے سہارا دیا۔ شاید اسے خیال آیا تھا کہ نیلوفر گر نہ جائے۔ اس وقت اس کی اتنی قربت اور اس کے لمس نے نیلوفر پر کوئی اثر نہیں کیا۔ اس کی حسیات جیسے شل ہو گئی تھیں۔

تہ خانے میں نیلوفر کو کرسی پر بٹھا کر کاوش نے خود فریج سے ایک مشروب نکال کر گلاس میں ڈالا' اس میں پانی ملایا اور اسے چمچے سے گھولتا ہوا نیلوفر کے قریب آگیا۔

"لو یہ پی لو۔ یہ شربت دل کی گھبراہٹ کے لیے بہت مفید ہے۔"

نیلوفر نے پہلی مرتبہ کاوش کے لہجے میں اپنے لیے شفقت محسوس کی تو اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ کتنے عظیم ہیں یہ! اس نے سوچا اور وہ عورت ان کے ساتھ کیسی گھناؤنی بے وفائی کر رہی ہے؟

"ارے!" کاوش نے ہنس کر اس کا شانہ تھپکا۔ "تم تو بچوں کی طرح رونے لگیں۔ جلدی سے یہ پی لو۔ ابھی طبیعت ٹھیک ہو جائے گی۔"

نیلوفر نے ہاتھ سے ہی اپنی آنکھوں سے بہہ جانے والے آنسو صاف کیے اور پھر ایک ہی سانس میں شربت کا گلاس خالی کر کے لمبی لمبی سانسیں لینے لگی۔

"بس دو منٹ میں بالکل ٹھیک ہو جاؤ گی۔" کاوش نے اس کے ہاتھ سے گلاس لیتے ہوئے کہا۔ "کیا پہلے بھی کبھی اس طرح تمہاری طبیعت خراب ہوئی ہے؟"

"ج۔ جی ہاں۔ کبھی کبھی ایسا ہو جاتا ہے۔"

"اب کیسا محسوس کر رہی ہو؟"

"میرا خیال ہے میں ٹھیک ہوتی جا رہی ہوں۔" نیلوفر نے کہا۔ "آپ اپنا کام کیجیے!"

"نہیں۔ پہلے تم کچھ دیر آرام کر لو۔ اس دیوان پر لیٹ جاؤ۔" کاوش نے نیلوفر کا بازو پکڑ کر اسے کرسی سے اٹھایا۔

"نن۔ نہیں۔ نہیں سر! میں اب۔ اب میں ٹھیک ہوں سر!"

لیکن کاوش نے اس کی ایک نہ سنی اور اسے لے جا کر دیوان پر لٹا دیا۔

○☆○
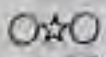
اس وقت کے واقعے سے کمال اتنا حواس باختہ ہوا تھا

کہ فوراً وہاں سے رخصت ہو جانا چاہتا تھا لیکن صدف نے اسے روک لیا تھا۔ ٹیبل ٹینس کے کمرے میں وہ بے چینی سے ٹہلتا رہا۔ گھبراہٹ اور خوف کا احساس اس کے اعصاب کو توڑے ڈال رہا تھا۔

صدف کمرے میں آ کے مسکرائی لیکن کمال نے محسوس کیا کہ وہ مسکراہٹ جبری تھی۔ یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ اس واقعے کا صدف پر کوئی اثر نہیں ہوتا!

"کیا رہا؟" کمال نے بے چینی سے پوچھا۔

"میں نے اسے بہت سختی سے تنبیہہ کی ہے۔ وہ کاوش سے کچھ کہنے کی ہمت نہیں کر سکے گی۔"

"اگر کاوش ہی آجاتا تو کیا ہوتا؟ تم نے دروازہ اندر سے بولٹ کرنے کی بھی زحمت نہیں کی تھی!" کمال کچھ جھنجلایا ہوا بھی تھا۔

"کاوش کی عادت ہی نہیں ہے کہ کام چھوڑ کر تہ خانے سے نکلے۔ اتنے عرصے میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ وہ لنچ یا چائے کے وقت سے پہلے باہر نکلا ہو؟ یہ بس ایک ناخوشگوار اتفاق ہی تھا کہ وہ کمرے میں کوئی کتاب بھول گیا اور کتاب لینے کے لیے اس نے نیلوفر کو بھیج دیا۔ یہ بہت اچھا ہوا کہ وہ خود نہیں آیا۔ اگر کمرا اندر سے بولٹ ہوتا تو بھی کیا فرق پڑتا؟ قفل کھولنے کے بعد وہ دستک دیتا اور دروازہ کھولنے میں مجھے کچھ دیر تو لگتی۔ ممکن تھا کہ اسے شبہ ہو جاتا تو وہ کسی بہانے باتھ روم میں جھانک لیتا۔ صرف وہی ایک ایسی جگہ ہے جہاں میں تمہیں چھپا سکتی تھی لیکن اب ان باتوں سے کوئی فائدہ نہیں! جو کچھ ہوا اسے بھول جاؤ۔"

"اتنا آسان نہیں ہے اسے بھول جانا۔ تمہاری حالت بھی ٹھیک نہیں ہے۔ تم بس مجھ پر ظاہر کر رہی ہو کہ پُرسکون ہو۔ میں تمہیں بہت سمجھایا کرتا تھا کہ یہ سب کچھ آگ سے کھیلنے کے مترادف ہے۔"

"میرا ہیجان ابھی ختم نہیں ہو سکتا۔ مجھے ڈر ہے کہ نیلوفر کاوش کو بتا دے گی!"

"مجھے یقین ہے کہ نہیں بتائے گی۔ اچھا میں تہ خانے کا ایک چکر لگا کے آتی ہوں۔ تم ابھی جانا نہیں۔"

"تم آخر مجھے روکنے پر کیوں تلی ہوئی ہو؟"

"یہ ضروری ہے اور مجھے یقین ہے کہ نیلوفر کچھ نہیں کہے گی لیکن اگر میرا یقین غلط نکلا تو میں اسی پر الزام لگا دوں گی کہ اس نے تم پر ڈورے ڈالنے کی کوشش کی تھی اور ناکامی کے بعد اب یہ گھناؤنا حربہ استعمال کیا ہے۔ تم تو میری بات کی تائید کرو گے۔ تائید کیا' خود تمہیں ہی یہ سب کچھ کہنا ہوگا۔ تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ اگر یہ حقیقت ہوتی تو تم خوف زدہ ہو کر بھاگ جاتے۔ تمہاری موجودگی ہی اس بات کا ثبوت ہوگی کہ تمہارے دل میں کوئی چور نہیں۔ کاوش تم پر اعتبار کرے گا' نہ کہ اس معمولی لڑکی پر جس کو اس نے چند مہینے پہلے دیکھا ہے۔ تم اس کے بہت پرانے دوست ہو۔ اچھا خیر! میں دیکھ کر آتی ہوں۔"

اس نے کمال کے جواب کا انتظار نہیں کیا اور چلی گئی۔

کمال پھر بے چینی سے ٹہلنے لگا۔ بار بار وہ گھڑی کی طرف بھی دیکھتا تھا۔ جب پندرہ منٹ گزر گئے تو اس کی بے چینی میں اضافہ ہوا۔ صدف کو اتنی دیر تو نہیں ہونا چاہیے تھی۔

آخر صدف لوٹ آئی۔ اس وقت کمال نے اسے خاصی حد تک پُرسکون دیکھا۔

"اتنی دیر لگا دی۔" وہ بولا۔

"نیلوفر بہت حواس باختہ ہو گئی تھی۔ اپنی اس کیفیت کا سبب چھپانے کے لیے اس نے کاوش سے کہا تھا کہ اچانک اس کی طبیعت کچھ خراب ہو گئی ہے۔ کاوش نے اسے آرام کرنے کے لیے دیوان پر لٹا دیا تھا لیکن میں نے کہا کہ نیلوفر کو اس وقت چھٹی ہی دے دی جائے۔ کاوش نے اسے اپنی کار میں اس کے گھر بھجوا دیا ہے۔ شوفر لے گیا ہے اسے!"

"کاوش کہاں ہے؟"

"وہ باہر ہی رک کر مالی کو کچھ ہدایات دینے لگا تھا۔ ابھی ادھر ہی آئے گا۔ وہ ہم دونوں کا کھیل دیکھنا چاہتا ہے۔"

"ابھی تک میرے اعصاب قابو میں نہیں ہیں۔ مجھ سے کھیلا نہیں جائے گا۔"

"یہ ضروری ہے کہ کاوش کو بالکل مطمئن نظر آؤ۔ چلو' ریکٹ سنبھالو۔"

"تم اچانک تہ خانے میں پہنچ گئی تھیں!" کاوش نے اس بارے میں۔"

"میں کبھی کبھی تہ خانے کا ایک چکر لگا ہی لیتی ہوں۔ میرا جانا کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی۔ چلو۔" وہ ٹینس کی میز کے قریب گئی۔

پھر ان دونوں نے ریکٹ سنبھالے ہی تھے کہ کاوش آگیا۔

"ہیلو کمال!" اس نے مسکراتے ہوئے کہا "آج میں کچھ دیر تم دونوں کا کھیل دیکھوں گا۔ نیلوفر کے بارے میں تمہیں صدف نے بتا ہی دیا ہوگا!"

"کیا ہو گیا اسے؟"

"میرا خیال ہے کوئی خاص بات نہیں تھی۔ کبھی کبھی

انسان اپنی کسی پریشانی کے بارے میں زیادہ سوچ بیٹھے تو ذہنی دباؤ دل پر بھی اثر انداز ہو جاتا ہے۔ مجھے تو اطمینان تھا کہ وہ تھوڑی دیر میں ٹھیک ہو جائے گی لیکن صدف کے کہنے سے میں نے اسے اس کے گھر بھجوا دیا ہے۔ تم دونوں رک کیوں گئے؟"

"یہ تو وقت گزاری کا ایک ذریعہ ہے۔" صدف بولی "اب آپ فارغ ہیں تو لاؤنج میں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔"

"باتیں تو کرتے ہی رہتے ہیں۔ میں اس وقت تم دونوں کا کھیل دیکھنا چاہتا ہوں۔"

کاوش کا اصرار اتنا زیادہ تھا کہ ان دونوں کو کھیل جاری رکھنا ہی پڑا۔

پانچ منٹ بعد کاوش بولا "یہ کیسے کھیل رہے ہو کمال؟ میں نے یہ کھیل کبھی نہیں کھیلا لیکن تمہیں کھیلتے ہوئے تو دیکھ چکا ہوں۔ صدف نے تو ابھی نیا نیا کھیلنا شروع کیا ہے لیکن تمہارے شاٹس مجھے اس وقت ایسے معلوم ہو رہے ہیں جیسے کوئی کسی بہت بڑے کھلاڑی کے سامنے نروس ہو جاتا ہے۔"

"دراصل تم آگئے ہو نا' اس لیے کھیل میں جی نہیں لگ رہا ہے۔" کمال نے کہا

"ختم کرتے ہیں۔" صدف نے اس کی تائید کی۔ "بیٹھ کر گپ شپ کریں گے۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" کاوش نے طویل سانس لی۔ "تم دونوں ہی کا موڈ نہیں بن رہا ہے تو ختم کرو۔"

وہ تینوں اس کمرے سے نکل کر لاؤنج میں آگئے۔

آدھے گھنٹے بعد انھوں نے چائے پی' پھر کمال وہاں سے رخصت ہو کر سیدھا اپنے گھر پہنچا۔ وقتی طور پر تو نیلوفر کا مسئلہ ٹل ہی گیا تھا لیکن کمال کے دل سے ڈر ختم نہیں ہو سکا تھا۔ نیلوفر کی زبان کسی وقت بھی کھل سکتی تھی۔

ایک گھنٹے بعد صدف کا فون آیا۔

"کیا کر رہے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"میری پریشانی ابھی ختم نہیں ہوئی ہے۔ کاوش کہاں ہے؟"

"لان میں ہیں۔ اس وقت وہ پھر مالی سے الجھ رہے ہیں کہ وہ گلاب کے بعض پودوں کی دیکھ بھال ٹھیک سے نہیں کر پایا ہے۔"

"کاوش کے بارے میں بات کرتے ہوئے تمہارا لہجہ کبھی کچھ ہوتا ہے' کبھی کچھ!"

"ذہنی کیفیت کی بات ہے۔ اس وقت میں بالکل پُرسکون ہوں۔" صدف نے کہا' پھر بولی "آئندہ ہمیں کچھ زیادہ احتیاط برتنا ہوگی۔"

"کیا فضول بات کر رہی ہو!" کمال نے جھنجلا کر کہا "اب ہمارا معاملہ ختم ہو جانا چاہیے۔ آج کے خوفناک تجربے کے بعد تمہیں۔"

"کوئی خوف ناک بات نہیں تھی اس میں!" صدف اس کی بات کاٹتے ہوئے بولی۔ "بس اب ذرا احتیاط کرنا ہوگی۔ میں نے اس بارے میں سوچ لیا ہے۔ اب ہم وہ بیڈ روم استعمال نہیں کریں گے۔"

"اب میں وہاں اس لیے آ ہی نہیں سکتا۔" کمال نے سختی سے کہا۔

"اور میں تمہارے بغیر رہ نہیں سکتی۔"

"سمجھنے کی کوشش کرو صدف!"

"اگر تم نہیں آؤ گے تو میں آجایا کروں گی۔"

"میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ تمہارا یہاں آنا بالکل مناسب نہیں ہے۔"

"اچھا تو پھر ایک اور کام کرو۔ کہیں کوئی دوسرا فلیٹ خرید لو یا کرائے پر لے لو لیکن یہ کام چند دن کے اندر ہو جانا چاہیے۔ کاوش سے میں کہہ دوں گی کہ ٹیبل ٹینس میں میرا دل نہیں لگ رہا ہے اس لیے جب وہ مصروف ہوا کریں گے تو میں اپنی کسی دوست سے ملنے چلی جایا کروں گی۔"

"صدف' تم۔"

"میری یہ بات تو تمہیں ماننا ہی ہوگی۔" صدف نے پھر اس کی بات کاٹی۔ "اگر تم نے ایک ہفتے کے اندر اندر دوسرے فلیٹ کا بندوبست نہیں کیا تو میں اس کے اگلے دن تمہارے گھر آجاؤں گی یا تم یہاں آؤ گے۔ سمجھ گئے؟"

"سمجھ گیا۔" کمال نے ایک طویل سانس لی۔

"اب میں فون بند کر رہی ہوں۔"

کمال نے ایسی آواز سنی جیسے ماؤتھ پیس کو چوما گیا ہو اور اس کے بعد سلسلہ منقطع کیا گیا۔

ریسیور رکھتے وقت کمال کے چہرے پر بڑی بے بسی تھی۔

○☆○

اس دن کے بعد نیلوفر کا دل نہیں چاہا تھا کہ اس جگہ جائے جہاں ایک گھناؤنا کھیل کھیلا جا رہا تھا۔ اسے دس ہزار روپے ماہانہ آمدنی کی بھی کوئی خاص پروا نہیں تھی لیکن اس کا دل اسے مجبور کر رہا تھا کہ وہ کاوش سے دور نہ ہو۔ اسے اب کاوش سے ہمدردی بھی ہو گئی تھی۔ اس اچھے انسان کے ساتھ بہت زیادتی ہو رہی تھی۔ اس کے اعتماد کے سینے میں خنجر اتارا جا رہا تھا۔

دوسرے دن وہ اپنے گھر سے روانگی کے لیے تیار ہو رہی تھی کہ صدف آ گئی۔

"میں ایک کام سے نکلی تھی۔" وہ نیلوفر سے بولی "واپسی پر ادھر سے گزری تو سوچا کہ تمہیں لیتی چلوں۔"

نیلوفر کچھ نہیں کہہ سکی اور اپنے گھر سے اس کے ساتھ روانہ ہوئی۔

"مجھے خوشی ہے کہ تم نے عقل مندی سے کام لیا۔" راستے میں صدف نے اس سے کہا "اور مجھے یقین ہے کہ تم آئندہ بھی عقل مندی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑو گی۔"

نیلوفر سر جھکائے بیٹھی رہی۔

صدف نے ایک ہاتھ سے اسٹیرنگ سنبھال کر دوسرے ہاتھ سے اپنا پرس کھولا اور اس میں سے ایک لفافہ نکال کر نیلوفر کی طرف بڑھایا۔ "یہ رکھ لو۔"

"یہ یہ کیا ہے؟" نیلوفر لفافہ لیتے ہوئے ہچکچائی۔

"پانچ ہزار روپے۔" صدف نے جواب دیا۔ "یہ میں تمہیں ہر مہینے دیتی رہوں گی۔"

"مگر کیوں؟"

"مجھے تمہاری احسان مندی کا کچھ صلہ تو دینا ہی چاہیے۔"

"نہیں نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"میں ضرورت کو سمجھ رہی ہوں لہٰذا میری بات مانو!" صدف کے لہجے میں سختی تھی۔

نیلوفر نے آہستگی سے لفافہ لے کر اپنے پرس میں رکھ لیا۔ صدف کے موڈ کی وجہ سے اس نے خود کو مجبور محسوس کیا تھا لیکن یہ بات اس نے سمجھ لی تھی کہ وہ "احسان مندی" کا صلہ نہیں بلکہ "زبان بندی" کی قیمت تھی۔

لفافہ لیتے ہوئے اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ ان گندے پیسوں میں سے ایک پیسہ بھی اپنی ذات پر خرچ نہیں کرے گی لیکن فوری طور پر وہ یہ نہیں سوچ سکی تھی کہ پھر آخر وہ یہ پیسہ اپنے پاس رکھ کر کیا کرے گی۔

کوٹھی پہنچ کر صدف نے اس سے کہا "کاوش تہ خانے ہی میں ہوں گے۔"

نیلوفر اس کا اشارہ سمجھ گئی اور تہ خانے کی طرف چل پڑی۔

"اوہ! تم آ گئیں؟" کاوش اسے دیکھ کر مسکرایا۔ "مجھے یقین ہے کہ تمہاری طبیعت کل ہی ٹھیک ہو گئی ہوگی۔"

"جی سر!"

"کیا تم کسی وجہ سے پریشان ہو؟"

"نہیں تو سر!"

"طبیعت کی اس قسم کی خرابی اس صورت میں ہوتی ہے جب آدمی اپنی کسی پریشانی کے بارے میں زیادہ سوچ بیٹھتا ہے۔"

"نہیں سر! مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے۔"

"تم چھپانے کی کوشش کر رہی ہو۔ مجھے بتاؤ نیلوفر! ہو سکتا ہے میں تمہاری وہ پریشانی دور کر سکوں۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے سر!"

"لیکن اس وقت میری ان باتوں سے ہی تمہارے چہرے سے پریشانی ظاہر ہونے لگی ہے۔"

"نہیں سر! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"اچھا۔" کاوش نے غور سے اس کی طرف دیکھا۔ "چلو پھر کام شروع کرتے ہیں۔ تم اوپر جا کے وہی لباس پہن آؤ جو کل پہنے ہوئے تھیں۔"

"بہتر ہے۔"

تھوڑی دیر بعد کام شروع ہو گیا۔ نیلوفر عموماً بہت کم بولتی تھی لیکن اس وقت اسے نہ جانے کیوں یہ احساس ہونے لگا کہ وہ بہت چپ چپ تھی۔ اس نے یہ بھی محسوس کیا کہ کاوش معمول کے خلاف زیادہ سنجیدہ تھا لیکن پھر نیلوفر نے یہ خیالات اپنے ذہن سے جھٹک دیے۔ اس نے سوچا تھا کہ یہ بے بنیاد باتیں اس کے دماغ میں اس لیے آ رہی تھیں کہ کل وہ یہاں ایک غیر معمولی واقعہ دیکھ چکی تھی۔

دوپہر کو وہ دونوں لنچ کے لیے اوپر گئے۔

"ارے!" کاوش نے پوچھا "آج کمال نہیں آیا؟"

"آج انہیں کوئی ایسی مصروفیت ہے کہ وہ کچھ دیر سے آئیں گے۔ ابھی انہوں نے فون پر بتایا تھا۔" صدف نے جواب دیا، پھر ذرا سا رک کر بولی "میں اب ٹیبل ٹینس سے کچھ اکتا بھی گئی ہوں کاوش! میں نے سوچا ہے کہ میری وجہ سے کمال اپنی مصروفیت چھوڑ کر آتے ہیں اور اب میرا دل بھی نہیں لگ رہا ہے لہٰذا یہ سلسلہ ختم کر دیا جائے۔"

"پھر تمہاری بوریت کا کیا ازالہ ہوگا؟"

"میں لنچ کے بعد اپنی کسی نہ کسی دوست سے ملنے چلی جایا کروں گی۔"

"جیسا تم مناسب سمجھو۔ بس مجھے کام کے دوران میں یہ احساس نہیں ہونا چاہیے کہ تم بور ہو رہی ہو گی۔"

"آپ کو ہرگز یہ احساس نہیں ہوگا۔" صدف نے مسکرا کر کہا۔ "چائے کے وقت تک میں واپس بھی آ جایا کروں گی تاکہ کام ختم کرنے کے بعد آپ تنہائی کا شکار نہ

ہوں، اور پھر میں روز تو جاؤں گی بھی نہیں۔ کسی وقت تھوڑی دیر کے لیے تہ خانے میں آ جایا کروں گی۔ تنہائی سے آدمی روزانہ تو بور نہیں ہوتا! تنہائی جب مسلسل ہو جائے تبھی بوریت ہوتی ہے۔"

نیلوفر سوچے بغیر نہ رہ سکی کہ وہ دونوں ڈر گئے تھے لہٰذا اب انہوں نے اپنی ملاقاتوں کے لیے کسی اور جگہ کا انتخاب کر لیا ہے۔

کھانے کے بعد وہ کاوش کے ساتھ پھر تہ خانے میں آ گئی اور کام شروع ہونے کے تھوڑی دیر بعد ہی اس نے محسوس کیا کہ کاوش کے چہرے پر سوچ بچار کے آثار پھر دکھائی دینے لگے تھے۔

یہ شاید میرا وہم نہیں ہے، نیلوفر نے سوچا، کھانے سے پہلے بھی کام کرتے ہوئے کاوش کے چہرے پر ایسے ہی تاثرات تھے جبکہ اوپر جا کے کھانا کھاتے وقت وہ معمول کے مطابق نظر آ رہا تھا۔

"آپ کچھ فکر مند نظر آ رہے ہیں سر؟" وہ بے اختیار بول اٹھی۔

کاوش چونک کر کام کرتے کرتے رکا اور غور سے نیلوفر کی طرف دیکھنے لگا۔ چند سیکنڈ بعد وہ دھیرے دھیرے نیلوفر کے قریب گیا اور اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

"کیا ہوا سر؟" نیلوفر پریشان ہو گئی۔

"میں تمہارے لیے ہی فکر مند ہوں۔" کاوش نے دھیمی آواز میں کہا۔

"کیوں؟ کیوں سر؟"

"تم مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو!"

"میں... میں کیا چھپاؤں گی سر!" نیلوفر نروس ہو گئی۔

"تمہاری طبیعت کی خرابی۔ میرا مطلب ہے، کل تمہاری جو حالت ہوئی تھی، اس کا کوئی سبب تو ہونا چاہیے! اگر تم کہتی ہو کہ تمہیں کوئی پریشانی نہیں۔ گویا کل تم نے اپنی کسی پریشانی کے بارے میں زیادہ نہیں سوچا تھا۔ تو پھر آخر تمہاری وہ حالت کیوں ہوئی تھی؟"

"یہ تو میں بھی نہیں جانتی سر!"

"عجیب بات ہے۔" کاوش زیر لب بڑبڑایا۔ "تمہارے لہجے سے تو یہی معلوم ہو رہا ہے کہ تمہاری وہ حالت تمہاری کسی پریشانی کی وجہ سے نہیں ہوئی تھی لیکن... کہیں ایسا تو نہیں کہ تمہارے لاشعور میں... میرا مطلب ہے... ممکن ہے ماضی میں تمہیں کوئی پریشانی رہی ہو۔ یعنی میرے پاس آنے سے پہلے... یا اس سے بھی کافی پہلے!"

"باپ کی موت کے بعد میری زندگی پریشانیوں ہی میں گزری ہے سر!" نیلوفر کی آواز بھرا گئی۔

"اچھا!" کاوش نے ایک طویل سانس لی۔ "چلو چھوڑو۔"

کاوش اس مجسمے کی طرف لوٹ گیا جس پر کام کر رہا تھا۔

مقررہ وقت پر وہ کام ختم کر کے اوپر پہنچے۔ نیلوفر کو اس وقت اپنے گھر جانے سے پہلے وہاں چائے پینے کے لیے رکنا پڑتا تھا۔

اس وقت کمال وہاں موجود تھا۔

"کیوں بھئی! آج کچھ دیر سے آئے تھے کیا؟" کاوش نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ ایک بہت ہی ضروری کام آ پڑا تھا۔ اب آئندہ بھی کم ہی آنا ہوا کرے گا۔ یہ تو اکتا گئی ہیں ٹیبل ٹینس سے۔"

"ہاں۔ مجھے بتایا تھا صدف نے!" کاوش بولا۔

"خیر... اور سناؤ۔ تمہارا کام کیسا چل رہا ہے؟ کچھ اور بہتری آئی؟"

"ہاں" کمال نے جواب دیا۔ "اگلے مہینے ایک اور برانچ کھول رہا ہوں۔"

"گڈ۔"

اسی قسم کی باتوں کا سلسلہ جاری تھا کہ نیلوفر اجازت لے کر اٹھ گئی۔ اس وقت وہ صدف کی بے باکی پر دل ہی دل میں حیران ہو رہی تھی لیکن کمال کے بارے میں اس کا اندازہ تھا کہ اس شخص میں صدف جیسی ڈھٹائی یا بے باکی نہیں آئی تھی۔ وہ چائے پینے کے دوران میں نیلوفر سے نظر ملاتے ہوئے گریز کرتا رہا تھا۔

گزشتہ روز سے نیلوفر برابر سوچتی رہی تھی کہ ان حالات میں اسے کیا کرنا چاہیے۔ کئی مرتبہ اس کے دل میں آ چکا تھا کہ وہ کاوش کو صدف اور کمال کے تعلق سے آگاہ کر دے لیکن وہ یہ قدم اٹھانے سے خوف زدہ تھی۔ اسے اندازہ تھا کہ کاوش کو صدف سے بہت محبت تھی اور صدف ایسی نہ جانے کیا کہانی گھڑ بیٹھتی کہ کاوش شاید نیلوفر ہی کے خلاف ہو جاتا اور نیلوفر کو خود سے دور کر دیتا۔ صدف جو اتنی پر اعتماد نظر آ رہی تھی، اس کا نیلوفر کی دانست میں یہی مطلب ہو سکتا تھا کہ اس نے کوئی پیش بندی کر لی تھی، اپنے حق میں کوئی راستہ ہموار کر لیا تھا یا اس کی کوئی منصوبہ بندی کر لی تھی۔

اس دن بھی اس کا ذہن اسی معاملے میں الجھا رہا۔ کبھی کبھی اس خیال سے بھی اس کا دل بھر آتا تھا کہ کاوش اس

سے بہت ہموار انداز میں پیش آیا تھا۔ اسے فطرتاً حق ہو گئی تھی کہ آخر کس پریشان کن سوچ کی وجہ سے اس کی طبیعت خراب ہوئی تھی۔ وہ اس کی پریشانی جاننا چاہتا تھا۔ اس کی وہ پریشانی دور بھی کرنا چاہتا تھا لیکن نیلوفر کی ایسی کوئی ذاتی پریشانی تھی ہی نہیں جو وہ کاوش کو بتاتی۔

رات کو سوتے وقت بھی وہ اس بارے میں خاصی دیر تک سوچتی رہی۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ فوری طور پر کاوش کو اس بارے میں کچھ نہیں بتائے گی اور کسی مناسب وقت کا انتظار کرے گی۔ اس کی دانست میں ایک امکان یہ بھی تھا کہ کاوش کو خود ہی کسی طرح اس بات کا پتا لگ جاتا! ایسی باتیں زیادہ عرصے تک چھپی رہنے کا امکان بہت کم ہوتا ہے۔

نیلوفر کی یہ خواہش خاصی شدید تھی کہ کاوش کو اس سنگین حقیقت کا علم ہو جائے۔ اس نے اپنے دل کو ٹٹولا بھی کہ اس کی یہ خواہش اتنی شدید کیوں تھی؟ کیا اس لیے کہ کاوش سے اتنا قریب ہونے کے بعد کاوش کے لیے اس کا دل پہلے سے زیادہ مچلنے لگا تھا اور وہ صدف کو اپنے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ سمجھ رہی تھی؟

نہیں! یہ نہیں ہو سکتا! اس نے بڑی تلخی سے سوچا کہ وہ کاوش کی توجہ حاصل کرنے کے قابل تھی ہی نہیں۔ کاوش اگر صدف سے علیحدگی اختیار کر لیتا تو ایسی حسین لڑکیوں کی کوئی کمی نہیں تھی کہ جن سے میں کسی کو کاوش اگر اپنی دوسری بیوی بنانا چاہتا تو وہ لڑکی انکار کرتی۔ ایسی صورت میں کاوش اس جیسی معمولی شکل و صورت کی لڑکی کی طرف کیوں راغب ہوتا؟

اپنے مستقبل کے سلسلے میں کسی خوش فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ نیلوفر نے بڑے کرب سے سوچا۔ اس کی خوشی کی معراج بس یہی تھی کہ اسے زیادہ سے زیادہ وقت کاوش کے قریب گزارنے کا موقع ملتا رہے۔

دوسرے دن وہ کاوش کی کوٹھی پہنچی اور سیدھی تہ خانے کی طرف چل پڑی۔ اس پر اسے کبھی کبھی تعجب ہوتا تھا کہ اس کوٹھی میں چند ہی ملازمین تھے جن میں سے سات تو کوٹھی کے باہر ہی رہتے تھے لیکن جن کے کام کا تعلق کوٹھی کے اندرونی حصوں سے تھا، وہ بھی بہت کم نظر کے سامنے پڑتے تھے۔ انہیں کوٹھی کے ایک خاص حصے تک محدود رکھا گیا تھا۔ صرف طلبی ہی پر وہ سامنے آتے تھے اور صدف نے غالباً اسی لیے زیادہ احتیاط ضروری نہیں سمجھی تھی۔ کمال سے اپنی ملاقاتوں میں اسے یہ خوف نہیں رہتا ہوگا کہ وہ دونوں کسی ملازم کی نظر میں نہ آ جائیں گے اور کاوش کی طرف سے وہ اس لیے مطمئن تھی کہ وہ تہ خانے میں جانے کے بعد اپنے مقررہ اوقات پر ہی وہاں سے نکلتا تھا۔ وہ تو بس ان دونوں کے ستارے ہی گردش میں آ گئے تھے کہ کاوش کوئی کتاب اپنے بیڈ روم میں بھول گیا اور وہ اس نے نیلوفر سے منگوائی ورنہ ان دونوں کا وہ راز، راز ہی رہتا اور انہیں احتیاط کی ضرورت پیش نہ آتی کہ وہ اپنی ملاقاتوں کے لیے کسی دوسری جگہ کے بارے میں سوچتے۔

ان خیالات کے ساتھ نیلوفر تہ خانے میں پہنچی۔ معمول کے مطابق کاوش وہیں موجود تھا۔ نیلوفر کے سلام کا جواب دینے کے بعد اس نے کہا "تم ہمیشہ نیچے آنے کے بعد لباس تبدیل کرنے اوپر جاتی ہو۔ لباس تبدیل کر کے ہی نیچے آیا کرو۔"

"آئندہ آپ کی اس ہدایت کا خیال رکھوں گی۔ میں پہلے یہاں اس لیے آتی رہی ہوں کہ آپ کو میری بروقت آمد کا علم ہو جائے۔"

"پابندیٔ وقت کے معاملے میں مجھے تمہارے مزاج کا اندازہ ہو چکا ہے۔" کاوش نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا "تم کپڑے تبدیل کر کے ہی نیچے آیا کرو لیکن اس وقت اگر تم کپڑے تبدیل کر کے آتیں تو بھی تمہیں دوبارہ اوپر جانا پڑتا کیونکہ جو لباس تم پہنتی رہی ہو، آج تمہیں وہ لباس نہیں پہننا ہے۔ میں نے تہ خانے میں آنے سے پہلے اس کمرے میں جا کر دوسرے لباس کا انتخاب کر دیا ہے اور وہ الماری سے نکال کر اسٹینڈ پر لٹکا دیا ہے۔ تم اس وقت وہی پہن کر آؤ۔"

"کیا آپ دوسرا مجسمہ بنانا شروع کریں گے سر؟"

"ہاں۔"

"لیکن۔" نیلوفر نے ہچکچاتے ہوئے کہا "ابھی تو پہلا ہی مجسمہ مکمل نہیں ہوا ہے!"

"اس سے میرا ذہن کچھ اکتا گیا ہے اور جب ایسا ہوتا ہے تو میں دوسرے مجسمے پر کام شروع کر دیتا ہوں۔"

"بہتر۔" نیلوفر نے کہا۔

وہ اوپر گئی اور دوسرا لباس پہن کر اس کے جسم میں ہلکی سی سنسناہٹ دوڑ گئی۔ اس لباس میں تھوڑی سی عریانی تھی۔ گلا زیادہ کشادہ بنایا گیا تھا۔ اس نے قد آدم آئینے میں اپنا جائزہ لیا۔ اپنے جسمانی خدوخال کی وجہ سے اور خصوصاً کشادہ گریبان کی وجہ سے وہ ایسی نظر آ رہی تھی کہ اگر کوئی اس کا چہرہ نہ دیکھتا تو اس کے جذبات میں ہیجانی کیفیت ضرور پیدا ہوتی۔

نیلوفر نے یہ بھی سوچا کہ کاوش دھیرے دھیرے اس کی جھجک ختم کر کے اسے اس منزل تک لانا چاہتا ہے کہ وہ کسی بھی قسم کا لباس پہننے سے گریز کی ضرورت نہ سمجھے!

اس میں برائی بھی کوئی نہیں ہے، نیلوفر نے سوچا، شاید اسی طرح میں کاوش کے جذبات کو جھنجوڑ سکوں!

اپنی اس سوچ پر وہ خود ہی چونک پڑی۔ پہلے کبھی اسے اس قسم کا خیال نہیں آیا تھا اور غالباً اس کا سبب یہ تھا کہ وہ صدف کی بہت عزت کرتی تھی۔ اسے "باجی" کہتی تھی۔ اس کے لیے یہ تصور کرنا بھی ممکن نہیں تھا کہ وہ صدف کے حقوق پر ڈاکا ڈالنے کے بارے میں سوچتی لیکن اب اس کے اس خیال کا سبب صورت حال کی تبدیلی ہی ہو سکتی تھی۔ اس کے دل سے صدف کا احترام ختم ہو چکا تھا۔ وہ یہ دیکھ چکی تھی کہ صدف نے کاوش کو اس کی محبت کے صلے میں بے وفائی دی تھی لہٰذا اب اگر کاوش بھی اس سے بے وفائی کا مرتکب ہو جاتا تو حساب برابر ہو جاتا۔

لیکن، اس نے سوچا، اگر کاوش کبھی کسی کمزور لمحے کا شکار ہو بھی گیا تو کیا وہ اسے ہمیشہ کے لیے اپنا سکتا ہے؟

نہیں، اس کے دماغ نے کہا، ایسا نہیں ہوگا!

ہاں ہوگا، اس کے دل نے اسے اکسایا۔

دل و دماغ کی اسی کشمکش کے ساتھ وہ کمرے سے نکل کر دھیرے دھیرے تہ خانے میں اترنے لگی۔ اس کے دل کی دھڑکنیں کچھ تیز تھیں۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اسے اس لباس میں دیکھ کر کاوش پر کیا ردعمل ہوگا۔

لیکن اس وقت اسے بڑی مایوسی ہوئی جب اسے دیکھ کر کاوش کی آنکھوں یا چہرے پر کوئی غیر معمولی کیفیت نہیں دکھائی دی۔ وہ کچھ جھنجلا سی گئی لیکن اس جھنجلاہٹ کا اظہار اس نے اپنے چہرے سے نہیں ہونے دیا۔

خیر، اس نے سوچا، وہ وقت بھی آئے گا جب وہ زیادہ عریاں لباس پہنے گی اور اس کا دلکش جسم کاوش کو ہیجان میں ضرور مبتلا کرے گا۔ وہ کسی کمزور لمحے کا شکار ضرور ہوگا اور جب ایسا ہو جائے گا تو وہ اگر خود کاوش کو کچھ نہ بتا سکی تو ایسے حالات پیدا کرنے کی کوشش ضرور کرے گی کہ کاوش کو صدف اور کمال کے تعلق کا علم ہو جائے!

○☆○

ایک نئے فلیٹ میں صدف اور کمال کی ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ صدف کبھی ایک دن اور کبھی دو دن چھوڑ کر اس فلیٹ میں پہنچا کرتی تھی۔

ان ملاقاتوں میں اور ان ملاقاتوں سے پہلے بھی کمال متضاد کیفیات کا شکار رہا تھا۔ صدف اسے پسند تو بہرحال تھی۔ اس سے ملاقاتوں کے وہ لمحے اس کے لیے خوشگوار ہوتے تھے لیکن بعد میں وہ اس کرب کا شکار بھی رہتا تھا کہ اس کی یہ حرکت دوستی کے رشتے کو زخمی کرنے کے مترادف تھی۔ صدف اور کاوش کی شادی کے بعد اس نے چاہا بھی تھا کہ صدف سے اپنا تعلق ختم کر لے لیکن ایسا ہو نہیں سکا تھا۔ اس میں بنیادی کردار ادا کرنے والی تو خود صدف ہی تھی لیکن وہ محسوس کرتا تھا کہ ایک مرد کی حیثیت سے وہ خود بھی اس معاملے میں کمزور پڑتا رہا ہے۔ اسے صدف سے محبت تو تھی، وہ اس سے شادی کا خواہش مند بھی تھا لیکن اس کی محبت ایسی بہرحال نہ تھی کہ کاوش سے اس کی شادی کے بعد وہ اپنے حواس کھو بیٹھتا یا صدف سے نفرت کرنے لگتا۔ وہ اکثر بڑی صفائی سے سوچا کرتا تھا کہ صدف سے اس کی محبت میں پاکیزگی بہرحال نہیں تھی۔ صدف کے اکسانے پر وہ لڑکھڑا ہی جاتا تھا۔

اس فلیٹ میں ان ملاقاتوں کو دو مہینے گزر چکے تھے۔ جب ایک دن صدف نے کمال سے کہا "تمہیں معلوم ہوگا، کاوش نے کل وہ تمام مجسمے فروخت کر دیے جن کی نمائش کی تھی۔"

"ہاں" کمال نے کہا۔ "کسی شوقین غیر ملکی شخص سے سودا ہوا ہے ان مجسموں کا۔ کاوش کی یہ ضد پوری ہو گئی کہ سب مجسمے ایک ہی شخص کو فروخت کرے گا تاکہ اس کا نظریہ بکھر نہ جائے!"

"کاوش نے آج تک مجھے بھی نہیں بتایا کہ آخر اس کا وہ نظریہ ہے کیا؟"

"مجھے بھی نہیں بتایا۔" کمال نے جواب دیا۔ "اس پر تو یہ دھن سوار ہے کہ وہ اپنے اس نظریے کا اظہار مجسموں ہی کے ذریعے کرے گا۔ اسی لیے اب اس نے دوسرے انداز میں کام شروع کیا ہے اور اس مرتبہ اسے یقین ہے کہ وہ اپنی بات لوگوں کے ذہن تک ضرور پہنچا دے گا۔"

"کیا یہ پاگل پن نہیں؟"

"کیا پاگل پن نہیں!"

"یہی کہ اپنی بات وہ مجسموں ہی کے ذریعے کہے!"

"اچھے یا بڑے فنکاروں میں کوئی کجی تو ہوتی ہی ہے لیکن شاید میں نے "کجی" کا لفظ غلط استعمال کیا ہے۔ وہ کوئی اور ہی بات ہے جو فنکاروں میں ہوتی ہے۔ نثر نگار اپنا فلسفہ اپنی نثر کے ذریعے پیش کرتے ہیں، شاعر ان کا اظہار اپنے شعروں سے کرتا ہے۔ اسی طرح کاوش اپنی بات اپنے فن کے ذریعے

کہنا چاہتا ہے۔ اسے بالکل ہی نہیں کہا جا سکتا۔"

"جب کسی نے اس کا نظریہ سمجھا ہی نہیں تو اس ضد کی بھی کیا ضرورت تھی کہ مجسمے کسی ایک ہی شخص کے ہاتھوں فروخت کیے جائیں۔"

"اس کا اصرار تو یہی ہے کہ اس نے اپنی بات کہہ دی تھی مگر لوگ نہیں سمجھ پائے۔ اب شاید وہ کوئی زیادہ آسان انداز اپنائے۔"

کمال نے اس بات کا اظہار نہیں کیا کہ کاوش اب ان مجسموں کو بیچنے کے لیے مجبور بھی ہو گیا ہوگا۔ بینک بیلنس ختم ہونے کے قریب محسوس کرنے کے بعد وہ اس اقدام پر مجبور بھی تھا۔ کمال کو ان سب باتوں کا علم تھا لیکن کاوش کا راز کیونکہ صرف اسے معلوم تھا اس لیے اب بھی دوست ہونے کے ناتے وہ راز کسی پر افشا نہیں کرنا چاہتا تھا۔

صدف نے اسی موضوع پر بات آگے بڑھانا چاہی لیکن کمال نے اسے روک دیا۔ "کیا حاصل ان باتوں سے! چھوڑو یہ ذکر اب یہ بتاؤ تمہاری یہ آئے دن کی گھر سے دو تین گھنٹے کی غیر حاضری کاوش کے دل میں کوئی شک تو پیدا نہیں کرے گی؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ میں اس سے کہہ چکی ہوں نا کہ میں یہ وقت اپنی دوستوں میں گزارا کروں گی۔" صدف نے کہا اور پھر یک بیک ہنس پڑی۔

"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟"

"مجھے ایک اور خیال آ گیا تھا۔"

"کیا؟"

"اب تو کاوش کو میری غیر حاضری اچھی لگنے لگی ہوگی۔"

"وہ کیوں؟"

"اب وہ وہاں کچھ وقت کے لیے نیلوفر کے ساتھ تنہا رہ جاتا ہے۔"

"تو اس سے کیا؟ نیلوفر بہت معمولی لڑکی ہے۔"

"ان دنوں دیکھو تو ذرا اسے تہ خانے میں جا کر! کاوش نے ایک اور مجسمے پر کام شروع کر رکھا ہے۔ اس مجسمے کے لیے نیلوفر کو ایک ایسا لباس پہننا پڑا ہے جو کسی حد تک نیم عریاں ہے لیکن نیلوفر جسمانی طور پر اتنی دلکش ہے کہ وہ معمولی سی عریانیت بھی کسی مرد کے لیے ہیجان انگیز ثابت ہو سکتی ہے۔ مجھے تو یقین ہے کہ جب ہم دونوں یہاں ہوتے ہیں تو وہ اور نیلوفر۔۔۔"

"فضول بات کر رہی ہو۔" کمال نے اس کی بات کاٹ کر منہ بناتے ہوئے کہا "تم نے کاوش کو سمجھا ہی نہیں ہے لیکن میں اس کی ذہنی سطح کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ وہ بہت بلند انسان ہے۔"

"کیا مطلب!" صدف کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔

"تم غلط سمجھیں!" کمال نے سٹپٹا کر کہا "میرا یہ مطلب نہیں تھا۔"

"تمہاری اس بات کا کوئی اور مطلب ہو ہی نہیں سکتا۔ تم نے اس شخص کی بے حسی کو انسانیت کی بلندی کہا ہے۔ گویا ہم دونوں اگر شدید جذباتی ہیں تو انسانیت کی سطح سے گر گئے ہیں؟"

"ان خوشگوار لمحوں میں کیوں خواہ مخواہ تلخ ہو رہی ہو!"

صدف چپ رہی۔

کمال نے محسوس کر لیا کہ صدف کا موڈ خراب ہو گیا تھا لیکن وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اس کا موڈ کس طرح ٹھیک کیا جا سکتا تھا۔

○☆○

جیل سے روانگی کے وقت ماضی کی یہ سب باتیں ایک طرف نیلوفر کو تو دوسری طرف کمال اور کاوش کے ذہن میں چکرا رہی تھیں۔

کاوش کا وکیل اپنی کار میں ان کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔ دونوں کاریں آگے پیچھے کوٹھی کے احاطے میں داخل ہو گئیں۔

کاوش کی آمد پر تمام ملازمین بے حد خوش نظر آ رہے تھے لیکن کاوش ان سب سے نظریں چراتا رہا تھا۔

ڈرائنگ روم میں پہنچ کر کاوش نے کمال سے کہا "تم یہاں بیٹھو۔ تمہیں کچھ دیر انتظار کرنا پڑے گا۔ میں غسل کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے چودہ برسوں میں جیل کی گرد میرے جسم پر جم گئی۔ میں اس گرد سے چھٹکارا پا کر تازہ دم ہونا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" کمال نے آہستہ سے کہا "میں انتظار کروں گا۔"

کاوش اپنے وکیل کی طرف متوجہ ہوا۔ "معاف کیجیے گا وکیل صاحب! کمال کو ساتھ لینے کا مطلب ہی یہ تھا کہ اس وقت آپ سے میری گفتگو نہیں ہو سکے گی۔ جیل سے آپ واپس اپنے دفتر یا گھر چلے جاتے تو بہتر تھا۔"

"کوئی بات نہیں، میں اب چلا جاتا ہوں۔ آپ بعد میں جب بھی بلانا چاہیں، مجھے فون کر دیجیے گا۔"

وکیل رخصت ہو گیا تو کاوش نے کمال کی طرف دیکھے بغیر اندرونی دروازے کا رخ کیا، لیکن پھر یکایک اسے کچھ خیال

آیا تو وہ دروازے سے پلٹ کر اس نے ڈرائنگ روم پر ایک طائرانہ نظر دوڑائی۔ اسے چودہ سال پہلے کا وہ دن یاد آ گیا جب اسی ڈرائنگ روم میں اس کی زندگی کے دھارے نے اپنا رخ تبدیل کیا تھا۔ اس دن وہ سارے ڈرائنگ روم میں اس طرح ٹہلتا رہا تھا جیسے کوئی زخمی شیر کسی بند پنجرے میں ٹہلتا ہے۔

اس دن اس کی ہیجانی کیفیت اپنے عروج پر تھی لیکن اس کا دماغ ڈیڑھ ماہ سے الجھا ہوا تھا۔ ابتدا میں پہلے اس کی الجھن صرف نیلوفر کی طبیعت کی خرابی کے باعث تھی لیکن جب ایک دن بعد اسے معلوم ہوا تھا کہ ٹیبل ٹینس سے صدف کی طبیعت اکتا گئی تھی اور اس نے وقت گزاری کے لیے دوسرے تیسرے دن اپنی دوستوں سے ملنے کا پروگرام بنایا تو دو اور باتیں اس کے ذہن میں چکرا گئی تھیں۔ نیلوفر کی اچانک طبیعت خراب ہونے کے باعث جب اسے واپس اس کے گھر بھیج دیا گیا تھا تو کاوش نے کچھ دیر کمال اور صدف کو ٹیبل ٹینس کھیلتے ہوئے دیکھا تھا۔ کمال کے کھیل میں اس نے اناڑی پن محسوس کیا تھا اور اس کے دماغ میں یہ بات آئی تھی کہ اس وقت کمال کسی وجہ سے کچھ نروس تھا۔

پھر جب ایک دن بعد ہی کمال نے وہاں آنا چھوڑ دیا اور صدف اپنی کسی دوست سے ملنے کے بہانے گھر سے غائب رہنے لگی تھی تو اس کے ذہن میں کچھ شبہات جنم لینے لگے تھے۔ نیلوفر نے کیونکہ اپنی طبیعت خراب ہونے کا کوئی سبب نہیں بتایا تھا اور کاوش نے یہ بھی محسوس کیا تھا کہ اس کے پوچھ گچھ کرنے سے نیلوفر نروس ہونے لگتی تھی۔ کاوش کی دانست میں ایسا اسی وقت ہو سکتا تھا جب کوئی شخص کوئی بات زبان پر نہ لانا چاہتا ہو۔

کاوش نے بہت سوچا تھا کہ نیلوفر کی اس کیفیت کا کیا سبب ہو سکتا تھا اور پھر جب کمال اور صدف کے معمول میں تبدیلی آئی تو اس کے ذہن میں ایک ایسے شبے نے سر ابھارا کہ اسے خود پر غصہ آیا۔ اس نے سوچا نیلوفر جب کتاب لینے اس کی خوابگاہ میں گئی تھی تو اس نے کمال اور صدف کی کوئی ایسی حرکت دیکھ لی تھی جس کو اس کے اعصاب برداشت نہیں کر سکے اور اس کی حالت خراب ہو گئی تھی۔

کاوش نے اپنے اس شبے کو ذہن سے جھٹکنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہیں ہو سکا۔ اس کے برخلاف کچھ ایسے خیال اس کے ذہن میں ابھرتے رہے جن سے وہ شبہ تقویت پانے لگا۔ نیلوفر کی طبیعت خراب ہونے کے بعد کمال ٹیبل ٹینس کھیلتے ہوئے نروس کیوں تھا؟ کوئی بات تو ایسی ہوئی ہوگی جس نے اسے نروس کیا تھا؟

صدف اور کاوش کی شادی کے سلسلے میں بھی کمال کا انداز مخالفانہ سا رہا تھا۔ اس نے کھل کر مخالفت نہیں کی تھی لیکن اس کی مختلف باتوں سے یہ ضرور ظاہر ہو گیا تھا کہ اسے یہ شادی پسند نہیں تھی۔

کیوں پسند نہیں تھی؟

کاوش کو وہ دن بھی یاد آ گیا تھا جب آرٹ گیلری میں صدف اس کے ساتھ تھی تو کمال نے اس سے اپنی شناسائی کا اظہار تو نہیں کیا تھا لیکن اس کے انداز سے ایسا لگا تھا جیسے وہ اور صدف ایک دوسرے سے واقف ہوں۔

گو کہ ان دونوں نے ہی اپنی واقفیت کا اظہار نہیں کیا تھا اور اس وقت کاوش نے بھی اپنے شبے پر معمولی سی بھی دماغی عرق ریزی نہیں کی تھی لیکن اب وہ سوچ رہا تھا کہ غالباً اس سے اندازے میں غلطی نہیں ہوئی تھی۔

انہی سب خیالات نے کاوش کے ذہن میں دو اور دو چار کی طرح یہ کہانی بنائی کہ نیلوفر جب کتاب لینے اس کی خوابگاہ میں گئی تھی تو وہاں صدف اور کمال موجود تھے۔ ان کی کسی حرکت کی وجہ سے نیلوفر اعصابی اور ذہنی انتشار میں مبتلا ہو گئی تھی۔ ممکن ہے اسے دھمکایا بھی گیا ہو کہ وہ اپنی زبان بند رکھے پھر اپنے اسی راز کے افشا ہونے سے کمال نروس دکھائی دیا تھا اور ایک دن بعد ہی اس نے غالباً خوف زدہ ہو کر وہاں اس وقت آنا چھوڑ دیا تھا جب کاوش تہ خانے میں ہوتا تھا۔ اسی وقت صدف کہیں چلی جاتی تھی۔ ایک دو دن کے وقفے سے جانا اس کا معمول بن گیا تھا۔ بہانہ کسی دوست سے ملنے کا تھا لیکن یہ بات ممکن تھی کہ وہ کمال سے ہی ملنے جاتی ہو۔

لیکن دو اور دو چار کی طرح یہ کہانی بننے کے بعد بھی کاوش نے اس پر پوری طرح یقین نہیں کیا۔ وہ ذہنی طور پر اس کہانی کو جھٹلانے کی کوشش کرتا رہا۔ وہ اپنی محبوب بیوی اور اپنے پرانے دوست کو اتنا گھٹیا نہیں سمجھنا چاہتا تھا۔ لیکن وقت گزرنے کے باوجود وہ اپنے ذہن سے یہ کہانی جھٹک نہیں سکا۔ اس کی بے چینی بڑھتی ہی رہی۔ اسے وہ دن بھی یاد آ گیا جب اس نے دوبارہ مجسمہ سازی کا پروگرام بنایا تھا اور جس دن اپنے تہ خانے کی صفائی وغیرہ کے لیے گیا تھا لیکن جب کاوش تہ خانے سے نکل کر واپس خوابگاہ میں پہنچا تو صدف کے ساتھ کمال وہاں پہلے ہی سے موجود تھا اور یہ بات خود صدف نے بتائی تھی کہ کمال ساڑھے پانچ بجے ہی آ گیا تھا اور صدف وقت گزاری کے لیے اسے اپنی شادی کی البم

دکھائے گئی تھی۔

کمال کی کمپنی از وقت آمد پر اس دن کاوش نے کوئی توجہ نہیں دی تھی لیکن اب وہ اپنے ذہن پر زور دے رہا تھا تو اسے خیال آرہا تھا کہ جب کمرے میں داخل ہو کر اس نے کمال اور صدف کو وہاں دیکھا تھا تو کمال کے انداز میں کوئی ایسی بات ضرور تھی جو عام طور پر نہیں ہوتی تھی۔

دس پندرہ دن تک کاوش اسی ذہنی انتشار میں رہا۔ کام بھی صحیح طور سے نہیں ہو رہا تھا۔ ایک دن عجیب واقعہ ہوا۔ نئے لباس میں نیلو فر اسے پہلی مرتبہ کچھ دل فریب دکھائی دی۔ اس نے گہری نظر سے نیلو فر کے جسم کا جائزہ لیا۔ وہ لڑکی معمولی شکل و صورت کے باوجود جسمانی طور پر بہت پرکشش تھی۔

پہلی مرتبہ کاوش نے کچھ ہیجانی سی کیفیت محسوس کی لیکن اس نے اپنی قوتِ ارادی سے کام لے کر ان سفلی جذبات کو کچل دیا۔ "اسے اتنا گھٹیا نہیں ہونا چاہئے" اس نے سوچا تھا۔

لیکن دوسرے دن پھر ایسا ہی ہوا۔ اس کے جذبات بھڑکے اور اسے خیال آیا کہ جب اس کی بیوی اس سے بے وفائی کر رہی ہے تو وہ بھی۔۔۔

نہیں! وہ دل ہی دل میں خود پر بہت زور سے چیخا۔

اور پھر اسی رات اس نے فیصلہ کیا کہ وہ جب تک اس معاملے کی تہ تک پہنچ کر مطمئن نہیں ہو جاتا' اس وقت تک ذہنی طور سے منتشر ہی رہے گا اور شیطانی خیالات بھی اسے ورغلاتے رہیں گے۔

دوسرے دن سے ہی اس نے تفتیش کا آغاز کر دیا۔ ٹیلیفون کر کے اس نے سب سے پہلے یہ معلوم کر لیا کہ جس وقت صدف گھر سے جاتی تھی' اسی وقت کمال بھی نہ اپنے گھر پر ہوتا تھا' اور نہ دفتر میں!

اسی طرح دو اور دو چار کی کہانی کاوش کے ذہن میں خاصی مضبوط ہو گئی اور وہ سمجھنے لگا کہ صدف اور کمال نے اپنی ملاقاتوں کے لیے کوئی نیا ٹھکانا بنایا ہے۔

وہ "نیا ٹھکانا" معلوم کرنا کاوش کے لیے کوئی آسان بات نہیں تھی۔ وہ اس معاملے میں اپنے کسی جاننے والے کا تعاون حاصل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسے خود ہی کوئی تدبیر سوچنا تھی۔

پھر ایک دن صدف گھر سے نکلی ہی تھی کہ کاوش 'نیلو فر کو ڈرائنگ روم میں چھوڑ کر دوڑا دوڑا پھاٹک پر پہنچا۔

"کیا صدف چلی گئی؟" اس نے چوکیدار سے پوچھا۔

"جی ہاں' ابھی ابھی گئی ہیں۔" چوکیدار کچھ پریشان نظر آیا تھا۔

"کار کس طرف مڑی تھی۔"

"اس طرف۔" چوکیدار نے اشارے سے بتایا۔

"کتنی دیر ہو گئی؟"

"دو منٹ تو ہو گئے ہوں گے صاحب!"

"اوہ!" کاوش نے مایوسی سے کہا "دو منٹ میں تو وہ خاصی دور نکل گئی ہو گی۔"

"بات کیا ہے صاحب!" چوکیدار کے لہجے میں تشویش تھی۔

"بس ایک ضروری بات پوچھنا تھی اس سے! خیر' جب وہ واپس آئے گی تو پوچھ لوں گا۔ تم نہ بتانا اسے کہ میں یہاں دوڑا چلا آیا تھا۔"

"بہت بہتر صاحب!"

اس طرح کاوش کو پہلے دن صرف اتنا معلوم ہو سکا تھا کہ کوٹھی کے پھاٹک سے نکلنے کے بعد صدف کار کس طرف موڑتی تھی۔

کاوش کو معلوم تھا کہ چار فرلانگ تک وہ راستہ سیدھا گیا تھا' اس کے بعد اس کی ایک شاخ دائیں جانب اور دوسری بائیں جانب مڑ جاتی تھی۔

شام کو نیلو فر کے جانے کے بعد کاوش اور صدف کا معمول تھا کہ وہ کہیں نہ کہیں گھومنے پھرنے نکل جاتے تھے لیکن روانگی سے پہلے کپڑے تبدیل کرنے اور میک اَپ وغیرہ میں صدف پون گھنٹا یا ایک گھنٹا لگا دیتی تھی۔

کاوش نے اس موقع سے دوسرے دن فائدہ اٹھایا اور اپنی کار میں تیزی سے اس طرف چل پڑا جس طرف صدف کی کار جاتی تھی۔

جہاں سے دو شاخیں دائیں بائیں نکلتی تھیں' وہاں کونے پر ہی ایک اٹھارہ سالہ لڑکے کی دکان تھی۔ وہ آس پاس رہنے والے بچوں کو کرائے پر سائیکلیں دیا کرتا تھا۔ کاوش اس سے ملا۔

"بیٹے' تم اگر میرا ایک کام کر دو تو تمہیں پانچ سو روپے مل سکتے ہیں۔"

"کیا کام ہے صاحب!"

"کل یا پرسوں دو ڈھائی بجے کے درمیان ایک کار یہاں سے گزرے گی۔ میں تمہیں اس کار کا نمبر اور رنگ بتائے دیتا ہوں۔ تم بس یہ چیک کر لینا کہ وہ یہاں سے کس طرف مڑتی ہے۔ تم مجھے یہ بھی بتاؤ گے کہ وہ کار کوئی عورت چلا رہی ہوتی

ہے یا مرد! ابھی میں تمہیں دو سو روپے دوں گا اور جب تم مجھے وہ بات بتا دو گے جو میں جاننا چاہتا ہوں تو تمہیں تین سو روپے اور دوں گا۔"

اس اٹھارہ سالہ نوجوان کے لیے یہ ایک عجیب و غریب پیشکش تھی۔ پانچ سو روپے کے لالچ میں اس نے یہ پیشکش قبول کر لی۔ اس نے اس بارے میں کوئی بات نہیں کی۔ کاوش کو اس کی پروا نہیں تھی کہ وہ کیا سوچ رہا ہے۔

دو دن بعد کاوش کو معلوم ہو گیا کہ صدف کس طرف کار موڑتی تھی۔

وہ راستہ آگے بھی سیدھا گیا تھا لیکن بیچ میں کئی موڑ بھی تھے۔ صدف کسی طرف بھی مڑ سکتی تھی۔ لہٰذا کاوش نے پہلے موڑ کے قریب ایک کیبن میں بیٹھنے والے ایک شخص کو بنایا گیا تھا۔

کاوش نے اس کیبن کے ادھیڑ عمر مالک سے بھی وہی سودا کیا جو کرائے پر سائیکلیں چلانے والے لڑکے سے کیا تھا۔

یہ سب کچھ بڑا وقت طلب اور صبر آزما کام تھا لیکن کاوش پر جو دھن سوار تھی' اسے جنون بھی کہا جا سکتا تھا۔ وہ اپنے اس طریقۂ کار کے مطابق کام کرتا رہا اور ڈیڑھ مہینے بعد وہ دن آیا جب ایک شخص نے اسے بتایا "یہاں سے وہ کار کسی طرف نہیں مڑی تھی صاحب! سیدھی گئی تھی اور وہ لال رنگ کا بورڈ دکھائی دے رہا ہے' اس کے بعد جو اپارٹمنٹ بنے ہوئے ہیں' اسی کے احاطے میں مڑی تھی۔"

پھر دو دن بعد جب صدف گھر سے نکلی تو کاوش نے خانے سے نکل کر پہلے تو اس کی روانگی کی تصدیق کر لی' پھر واپس خانے میں جا کر نیلو فر سے کہا "آج مجھے ایک ضروری کام سے کہیں جانا ہے نیلو فر! آج تم چھٹی کر لو۔"

نیلو فر کو کوٹھی سے روانہ کرنے کے بعد کاوش اپنی کار میں اسی اپارٹمنٹ کی طرف چل پڑا تھا جس کا سراغ لگانے میں اسے ڈیڑھ مہینہ لگ گیا تھا۔

کار اس نے اپارٹمنٹ کے احاطے میں لے جانے کے بجائے قریب ہی ایک جگہ کھڑی کی اور پیدل چلتا ہوا اس احاطے میں داخل ہوا۔

احاطہ زیادہ بڑا نہیں تھا۔ کاوش نے جلد ہی صدف کی کار کو ایک جگہ کھڑا دیکھ لیا۔ اس نے آس پاس نظر دوڑائی اور پھر ایک ایسی جگہ کھڑا ہو گیا کہ خود کو کسی حد تک آڑ میں رکھتے ہوئے صدف کی کار پر نظر رکھ سکے۔ اس کے اندازے کے مطابق صدف کو ساڑھے چار بجے سے پہلے پہلے اپنی کار کے قریب نظر آنا چاہئے تھا کیونکہ وہ پانچ بجے سے پہلے پہلے واپس گھر پہنچ جاتی تھی۔

کاوش کا اندازہ درست ثابت ہوا۔ اس نے بڑے کرب اور صبر کے ساتھ صدف کا انتظار کیا اور اس وقت اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا جب اس نے صدف کے ساتھ کمال کو بھی دیکھا۔ اس کا جی چاہا تھا کہ اسی وقت کسی بھوکے بھیڑیے کی طرح ان دونوں پر ٹوٹ پڑے اور انہیں چیر پھاڑ کر رکھ دے۔ لیکن اس نے خود کو بڑی مشکل سے قابو میں رکھا اور تیزی سے چلتا ہوا احاطے سے نکل کر اپنی کار تک پہنچ گیا۔

زندگی میں اتنی تیز رفتاری سے اس نے پہلی بار ڈرائیو کی تھی۔ وہ صدف سے پہلے گھر پہنچ جانا چاہتا تھا۔ وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب بھی رہا۔ اس کے دماغ میں آندھیاں اٹھ رہی تھیں' طوفان چل رہے تھے۔ وہ پہلے اپنی خوابگاہ میں گیا اور پھر ڈرائنگ روم میں آ کر صدف کا انتظار کرنے لگا۔

○

"کیا سوچنے لگے؟" کمال کی آواز نے کاوش کو ان خیالات سے چونکایا۔

"کچھ نہیں۔" کاوش نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا اور ڈرائنگ روم سے نکل آیا۔ اپنے بیڈ روم میں پہنچ کر اس نے الماری سے باتھ گاؤن نکالا اور باتھ روم میں داخل ہوا۔

باتھ ٹب میں لیٹنے کے بعد اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ دن اس کے دماغ میں پھر چکرانے لگا جب وہ ڈرائنگ روم میں صدف کا انتظار کر رہا تھا۔

پانچ سات منٹ بعد ہی اس نے ڈرائنگ روم کے بیرونی دروازے کے قریب صدف کی آہٹ سنی اور ٹھلنا موقوف کر کے ایک ایسے صوفے پر بیٹھ گیا کہ اس کا رخ دروازے کی طرف رہا۔

صدف نے ڈرائنگ روم میں قدم رکھتے ہی کاوش کو دیکھا اور چونک گئی۔ "آپ یہاں کیسے ...؟ کیا نیلو فر چلی گئی؟"

"ہاں" کاوش نے اپنی آواز کے ارتعاش کو دبانے کی پوری پوری کوشش کی تھی۔

"اتنی جلدی کیوں چلی گئی؟" صدف نے اپنی گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کاوش کی طرف قدم بڑھائے۔

"میں نے چھٹی دے دی تھی۔" کاوش نے جواب دیا۔

"کیوں؟ آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟" صدف نے بڑی محبت سے پوچھتے ہوئے اس کے پہلو میں بیٹھنا چاہا۔

"یہاں نہیں۔" کاوش نے سخت لہجے میں کہا "میرے

سامنے کے صوفے پر بیٹھو!"
صدف حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔
"سنا نہیں تم نے!" کاوش تیز لہجے میں بولا "سامنے صوفے پر بیٹھو۔"
صدف کا چہرہ عجیب سا ہو گیا۔ اس کے دل میں اور چور تھا اس نے اسے بہت سے وسوسوں کا شکار کر دیا ہو گا۔
وہ سامنے کے صوفے پر بیٹھ کر کاوش کی طرف دیکھتے ہوئے بولی "آپ کو آج آخر ہو کیا گیا ہے؟"
"آج میری آنکھیں پوری طرح کھل گئی ہیں۔"
"پتا نہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں!"
"کہاں سے آ رہی ہو؟" کاوش نے سخت لہجے میں پوچھا۔
صدف فوراً جواب نہیں دے سکی۔ اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا۔
"بولو!" کاوش کی آنکھیں کچھ سرخ ہو گئی تھیں۔
"آپ جانتے ہیں۔" صدف نے بچتے ہوئے نکلنے کی کوشش کی۔ "آپ جانتے ہیں میں اس وقت اپنی کسی نہ کسی دوست سے ملنے چلی جاتی ہوں۔"
"اس وقت کس سے مل کر آ رہی ہو؟"
"اس وقت بھی اپنی ایک دوست سے ہی مل کر آ رہی ہوں۔"
"اپنی دوست سے یا اپنے دوست سے!" کاوش کا لہجہ بہت زہریلا تھا۔
"کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ؟ کیا ہو گیا ہے آپ کو؟"
صدف کچھ روہانسی ہو گئی۔
"تمہیں ابھی میرے ساتھ اسپتال چلنا ہو گا۔"
"کیوں؟" صدف چونکی۔
"میں تمہارا میڈیکل چیک اپ کراؤں گا۔ تمہارے وجود میں گندگی کی کچھ نہ کچھ رمق ضرور باقی ہو گی!"
"کیا کہہ رہے ہیں آپ؟" صدف نے سنبھلنے کی کوشش کی اور کچھ تیز لہجے میں بولی۔
"آہستہ بولو!" کاوش غرایا۔ "تم جیسی عورتوں کو تو بات کرتے ہوئے شرم سے آنکھ اوپر نہیں اٹھانا چاہیے۔ تم کسی طوائف سے بھی بدتر ہو صدف! طوائف جو کچھ کرتی ہے ڈنکے کی چوٹ پر کرتی ہے' کسی کو دھوکا نہیں دیتی ہے کہ وہ صرف اسی کی ہے۔"
"کاوش!" صدف پھر تیز لہجے میں بولی "شاید آج آپ اپنے ہوش میں نہیں ہیں۔"
"آج ہی تو مجھے پوری طرح ہوش آیا ہے۔" کاوش نے تلخ لہجے میں کہا "آج ہی تو مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم ایک آبرو باختہ عورت ہو۔"
"شرم آنا چاہیے آپ کو اپنی بیوی پر اتنا گندہ الزام لگاتے ہوئے!"
"میڈیکل چیک اپ سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ الزام ہے یا حقیقت!"
"فضول اور بے ہودہ باتیں کر رہے ہیں آپ۔"
"تمہیں اسپتال چلنا ہو گا۔" کاوش نے برہمی سے کہا۔
"نہیں جاؤں گی میں اسپتال۔" صدف نے برہمی کا اظہار کیا "میں اپنی یہ توہین برداشت نہیں کر سکتی۔"
"اسپتال تو تمہیں چلنا پڑے گا۔" کاوش نے اپنی جیب سے ریوالور نکال لیا "تم میری بات نہیں مانو گی تو میں تمہیں گولی مار دوں گا۔"
صدف ریوالور کو دیکھ کر چند لمحے کے لیے ہکا بکا رہ گئی۔
"چلو!" کاوش پھر بولا "اٹھو!"
صدف کے چہرے پر سنجیدگی نظر آنے لگی۔ غالباً وہ سمجھ گئی تھی کہ اس کا راز کھل چکا تھا۔ "کیا آپ سے نیلوفر نے کچھ کہا ہے؟"
کاوش تلخی سے مسکرایا "اس نے.... مجھے کچھ نہیں بتایا لیکن تمہارے اس سوال نے ظاہر کر دیا کہ میرے شبے کی بنیاد بالکل درست تھی۔ اس نے تمہیں کمال کے ساتھ دیکھ لیا تھا اور آج میں اپنی آنکھوں سے تم دونوں کو دیکھ چکا ہوں۔ مجھے اس پر نہیں معلوم تھا کہ تم دونوں اس اپارٹمنٹ کے کس فلیٹ میں تھے۔ مجھے یہ جاننے کی ضرورت بھی نہیں۔ اب تمہارا میڈیکل چیک اپ کروا کے میں صرف یہ تصدیق چاہتا ہوں کہ تم دونوں وہاں کیوں تھے۔"
"یہ میری توہین ہو گی کہ میرا چیک اپ کیا جائے!" صدف نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔ "میں نے آپ سے صرف یہ بات چھپائی تھی کہ میں اور کمال ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ صرف دوست!"
"یہ چھپانے کی ضرورت کیوں پیش آئی تھی؟ خیر چھوڑو! میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔ تمہارا میڈیکل چیک اپ کروا کے مجھے سب معلوم ہو جائے گا۔"
"میں کہہ چکی ہوں کہ میں کہیں نہیں جاؤں گی۔"
"تو میں تمہیں گولی مار دوں گا۔"
"گولی مارنے کے لیے بہت بڑا دل چاہیے!" صدف نے حقارت آمیز لہجے میں کہا۔ "اور اتنا بڑا دل صرف ان لوگوں کا ہوتا ہے جن میں بھرپور مردانہ قوت ہو!"

صدف" کاوش کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ "تم نے اتنی گھٹیا بات کی ہے کہ اب تم ماری ہی جاؤ گی۔ یہ ریوالور تمہیں صرف دھمکانے کے لیے تھا' تمہیں اسپتال چلنے کے لیے مجبور کرنا چاہتا تھا میں' لیکن اب یہ ضروری ہو گیا ہے کہ تم جیسی عورت کی زندگی ختم ہی کر دی جائے!"
"صرف مرد ہی یہ کام کر سکتے ہیں!" یہ صدف کی نادانی تھی کہ اس نے کاوش کے غصے کو اور ہوا دی۔
"تو یہ میرے مرد ہونے کا ثبوت!" کاوش نے دانت پیستے ہوئے کہا اور ٹریگر دبا دیا۔
گولی صدف کے سینے پر لگی۔ صوفے پر بیٹھے بیٹھے اس کے جسم کو جھٹکا لگا۔ اس کا ہاتھ سینے پر پہنچا اور ابلتے ہوئے خون سے رنگین ہونے لگا۔ اس کے چہرے پر تکلیف کے ساتھ حیرت کا تاثر بھی تھا۔
"مزید ثبوت۔" کاوش نے ہونٹ بھینچ کر دوسری گولی چلائی اور پھر ٹریگر پر اس کی انگلی وحشت ہی چلتی گئی۔ صدف کا جسم بار بار جھٹکے کھاتا رہا۔ وہ صوفے پر سے گر پڑی۔
اس کے بعد کاوش نے خود پولیس کو فون کیا تھا۔
دوسرے دن کے اخبارات میں شائع ہونے والی اس خبر نے سنسنی پھیلا دی کہ نامور مصور کاوش نے اپنی محبوب بیوی کا جسم گولیوں سے چھلنی کر دیا تھا۔
کاوش نے آہنی سلاخوں کے پیچھے اپنے وکیل کے کسی بھی مشورے کو ماننے سے انکار کر دیا اور عدالت میں بیان دیا کہ اس نے اپنی بیوی کو اس لیے ہلاک کر دیا کہ وہ حد درجہ سرکش ہو گئی تھی۔ یہ بتانے سے اس نے صاف انکار کر دیا کہ اس کی بیوی میں کیا سرکشی آ گئی تھی۔
کاوش اور صدف کی لاش کی تصویریں اخبارات میں شائع ہونے کی وجہ سے کاوش کو یہ ڈر تھا کہ وہ لوگ شہادتیں دینے نہ آ جائیں جن سے پوچھ گچھ کرتا ہوا وہ کمال اور صدف کی ملاقاتوں کے خفیہ ٹھکانے تک پہنچا تھا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ شاید اس کا سبب یہی ہو گا کہ عام لوگ سنگین مقدمات میں خود کو ملوث کرنے سے اجتناب برتتے ہیں۔ اگر وہ لوگ سامنے آ جاتے تو مقدمہ خاصی پیچیدگی اختیار کر لیتا اور ممکن تھا کہ کمال اس مقدمے میں ملوث ہو ہی جاتا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ کاوش چاہتا بھی یہی تھا کہ اس مقدمے کی تہ میں چھپی ہوئی گندگی اوپر نہ آئے۔
ایک مرتبہ جیل میں کمال اس سے ملنے آیا تو اس نے کاوش سے بہت صاف صاف بات کی تھی اور بڑی نفرت سے کہا تھا کہ آئندہ وہ اس کے سامنے کبھی نہ آئے اور اس کو اپنے حق میں قیمت جانے کہ کاوش نے اس سلسلے میں اس کا نام نہیں لیا تھا۔
مقدمے میں عدالت نے خود کاوش کے کئی دوستوں کو بلا کر ان سے کاوش اور صدف کے تعلقات کے بارے میں جاننے کی کوشش کی تھی اور ان میں سے ہر ایک نے یہی کہا تھا کہ وہ ان دونوں میاں بیوی کی کسی رنجش سے واقف نہیں۔ ایسا ہی بیان کمال نے بھی دیا تھا۔
کاوش کے اعتراف کے باعث پولیس نے بھی سستی برتی ورنہ چھان بین سے معاملات سامنے آ سکتے تھے۔
تین ماہ بعد کاوش کو عدالت نے چودہ سال کی سزا سنا دی اور کاوش اپنا راز اپنے سینے میں چھپائے جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے چلا گیا۔
اس کا وہ راز صرف کمال اور نیلوفر جانتے تھے۔

○○○

کمال کو ایک گھنٹے تک کاوش کا انتظار کرنا پڑا۔
کاوش غسل کر کے لوٹا تو گھریلو لباس پہنے ہوئے تھا۔
اس لباس پر اس نے ایک شال بھی اوڑھ لی تھی۔
"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟" کمال نے ہمدردی سے پوچھا۔
"ہلکی سی سردی لگ رہی ہے لیکن تم ان باتوں میں وقت ضائع نہ کرو اور جو کچھ کہنا ہے.... جلد از جلد کہہ ڈالو۔" کاوش نے سرد مہری سے کہا۔ "جب تم جیل میں مجھ سے ملنے آئے تھے تو میں نے تم سے کہا تھا کہ اب کبھی میرے سامنے نہ آنا۔"
"میں اپنے ضمیر کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتا ہوں کاوش!"
"ضمیر ہے تمہارے پاس؟" کاوش نے تلخی سے کہا۔
"یاد کرو کاوش! کیا میں نے یہ نہیں چاہا تھا کہ تم صدف سے شادی نہ کرو۔"
"لیکن یہ بھی نہیں بتایا تھا کہ تم ایسا کیوں نہیں چاہتے تھے۔"
"صدف نے مجھے مجبور کر دیا تھا۔ وہ مجھے چاہتی تھی اور..."
"مجھے اب اس کہانی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" کاوش نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "جیل میں چودہ سال گزار کر میرا غصہ ٹھنڈا ہو چکا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس قسم کے معاملات میں مرد زیادہ قصوروار نہیں ہوتا۔ ہو سکتا ہے کہ میری یہ سوچ غلط ہو لیکن میں صدف ہی کو مجرم سمجھتا ہوں اور اسے اس کے کیے کی سزا ملنے کے ساتھ ساتھ مجھے بھی اس کی سزا مل چکی ہے کہ میں نے انتہائی اقدام کیا تھا۔

میری زندگی کا بہترین عرصہ جیل کی سلاخوں کے پیچھے ضائع ہو چکا ہے۔"

"لیکن! میری کہانی سن لو کاوش!" کمال کے لہجے میں التجا تھی۔

"اچھا۔" کاوش نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا۔ "سناؤ۔"

کمال نے اسے سب کچھ بتانا شروع کر دیا۔ اس کا سارا زور اس پر تھا کہ صدف اسے مجبور کرتی رہی تھی اور اس کا یہ بیان غلط نہیں تھا۔

کاوش اکتائے ہوئے انداز میں وہ سب باتیں سنتا رہا اور جب کمال خاموش ہو گیا تو کاوش بولا "مجھے یہ سب کچھ بتانے کی تمہیں کوئی ضرورت نہیں تھی۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میری نظر میں بڑی مجرم صدف ہی تھی جس کو اس کے کیے کی سزا مل چکی ہے۔"

"تمہیں یہ سب کچھ بتا کر میرے ضمیر کا بوجھ کم ہو گیا ہے۔"

"حیرت ہے کہ صرف اعتراف جرم سے ضمیر کا بوجھ ہلکا ہو جائے!" کاوش نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"کم از کم مجھے اب یہی محسوس ہو رہا ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے مگر اب تم میرے ساتھ اپنا وقت ضائع نہ کرو۔"

یہ ایک صاف اشارہ تھا کہ کمال اب وہاں سے رخصت ہو جائے۔ کمال نے اس بے رخی کو محسوس کر لیا ہو گا لیکن شاید اسے برا نہ لگا ہو۔

اس کے ساتھ کاوش کا رویہ جس حد تک مثبت رہا تھا اس سے زیادہ مثبت رویے کی اسے توقع ہونا بھی نہیں چاہئے تھی۔

کمال کو رخصت کرنے کے بعد کاوش اپنے کمرے میں پہنچا۔ اس کی طبیعت پہلے سے زیادہ مضمحل ہو گئی تھی۔ سردی کے احساس میں بھی اضافہ ہو گیا تھا۔ اس نے پانی سے اسپرین کی دو گولیاں کھانے کے بعد بستر پر لیٹ کر اپنے وکیل کو فون کیا۔

"مجھے بے حد افسوس ہے کہ میں نے آپ کو رخصت کر دیا تھا لیکن مجھے آپ سے بہت ضروری باتیں کرنا ہیں۔ آپ کو جب بھی فرصت ملے تشریف لے آئیے گا۔"

"میں ایک گھنٹے میں آ جاتا ہوں۔"

"شکریہ۔"

کاوش نے ریسیور رکھ کر آنکھیں بند کر لیں۔ اس کی عدم موجودگی میں وکیل نے اس کی ہدایات کے مطابق اس کی کوٹھی کا خیال رکھا تھا۔ کاوش کو ملازمین کی ضرورت نہیں رہی تھی لیکن اس نے اپنے مرحوم باپ کی وضع داری قائم رکھنے کے لیے کسی ملازم کو الگ نہیں کیا تھا۔ انہیں ہر ماہ ان کی تنخواہ ملتی رہی تھی۔ ان چودہ سالوں میں اس کے کئی ملازم مر بھی چکے تھے لیکن اب جو باقی رہ گئے تھے ان سے نظر ملانے میں اس نے دقت محسوس کی تھی۔ اسے بار بار یہ خیال آتا رہا تھا کہ جس طرح نیلوفر کو کمال اور صدف کے بارے میں معلوم ہو گیا تھا اسی طرح وہ بات کسی ملازم کو بھی معلوم ہو سکتی تھی لیکن ملازمین اس قسم کی باتیں اپنے مالکان کے سامنے زبان پر لاتے ہوئے ہچکچاتے ہیں۔

اب کاوش نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ باقی ملازمین کو الگ کر دے اور ان کی طویل عرصے پر محیط خدمات کے عوض انہیں اتنا روپیہ دے دے کہ وہ کوئی چھوٹا موٹا کاروبار کر کے اپنی زندگی سکون سے گزار سکیں۔

جب وکیل آیا تو کاوش نے اسے اپنے کمرے ہی میں بلا لیا۔ اتنی دیر میں اس کی طبیعت پہلے سے زیادہ نڈھال ہو گئی تھی۔ اس نے ملازمین کے سلسلے میں وکیل کو اپنے فیصلے سے آگاہ کیا۔

"آپ ملازمین کے بغیر کیسے رہیں گے؟" وکیل نے تعجب کا اظہار کیا۔ "ویسے بھی اب ملازمین کی تعداد پہلے سے بہت کم ہو چکی ہے۔"

"میں چاہتا ہوں کہ وہ زیادہ آسودہ زندگی گزاریں۔ ان کی طویل ملازمت کا انہیں کچھ صلہ تو ملنا چاہئے۔" وہ اپنے وکیل کو ملازمین کی علیحدگی کا اصل سبب نہیں بتا سکتا تھا۔

"دوسرے آپ اس کوٹھی کی فروخت کا بندوبست بھی کریں۔" کاوش نے کہا۔

"اس کی کیا ضرورت ہے!" وکیل کو پھر تعجب ہوا۔ "ان چودہ سالوں میں صرف ملازمین کی تنخواہیں دی گئی ہیں۔ ایک کثیر رقم تو اب بھی آپ کے اکاؤنٹ میں موجود ہے جو مجسموں کی فروخت سے حاصل ہوئی تھی!"

"میں یہ کوٹھی اس لیے فروخت کرنا چاہتا ہوں وکیل صاحب کہ آج مجھے یہاں قدم رکھتے ہی ان در و دیوار سے وحشت ہونے لگی ہے۔" کاوش نے کہا۔

وکیل نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ "میں آپ کے احساسات کو سمجھ سکتا ہوں لیکن پھر آپ رہیں گے کہاں؟"

"دو ڈھائی کروڑ کی کوئی دوسری کوٹھی خرید لیجئے۔ چند

نئے ملازمین کا بندوبست بھی کر دیجئے۔ یہ سب کرنا آپ کے فرائض میں شامل نہیں لیکن میری خاطر آپ یہ کام کر دیں تو میں آپ کا احسان مند رہوں گا۔"

"ایسی باتیں نہ کیجئے۔ میں خود کو آپ کا صرف وکیل نہیں سمجھتا۔"

"شکریہ۔" کاوش نے کہا پھر بولا۔ "اچھا ہاں! کوٹھی خریدتے وقت ایک بات کا خیال ضرور رکھیے گا۔ اس کا امکان بہت کم ہے کہ کسی کوٹھی میں اتنا بڑا ہال ہو جس کی مجھے ضرورت ہے لیکن کوئی وسیع و عریض ایسا ہال بھی ضرور ہونا چاہئے جہاں میرے نامکمل مجسمے اور دوسری تمام چیزیں آ سکیں۔"

"کیا آپ سنگتراشی پھر شروع کریں گے؟"

"ہاں۔" کاوش نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "ابھی میری عمر چالیس سال ہے۔ زندگی کے باقی دن آخر کس طرح گزاروں گا؟ سوچتا ہوں کہ مرنے سے پہلے اپنا ادھورا کام مکمل کرنے کی ایک کوشش اور کر ڈالوں۔ وہ کام میں نے شروع بھی کر دیا تھا لیکن جیل جانے کی وجہ سے ادھورا رہ گیا۔"

وکیل نے کچھ سوچتے ہوئے سر ہلایا، پھر چونک کر بولا "میرے آتے ہی آپ نے اپنی بات چھیڑ دی تھی۔ مجھے یہ پوچھنے کا موقع ہی نہیں ملا کہ آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ آپ کمبل اوڑھے لیٹے ہیں اور آپ کے چہرے سے بھی ایسا لگ رہا ہے جیسے..."

"جی ہاں وکیل صاحب!" کاوش نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے لیکن میں نے دو گولیاں کھا لیں۔ شام تک ٹھیک ہو ہی جاؤں گا۔"

"مناسب ہو گا کہ کسی ڈاکٹر کو بلوا لیا جائے!" وکیل نے پُرتشویش لہجے میں کہا۔ "جیل میں بھی آپ کی طبیعت خراب رہ چکی ہے۔ آپ کو احتیاط کرنا چاہئے۔"

"میں وکیل صاحب! میں ضرور ٹھیک ہو جاؤں گا۔"

"اگر شام تک طبیعت ٹھیک نہ ہو تو ڈاکٹر کو ضرور بلوا لیجئے گا۔"

"جی" کاوش کا انداز ایسا تھا جیسے اس موضوع پر گفتگو ختم کر دینا چاہتا ہو۔ اس نے کہا "آپ جلد از جلد وہ سب کچھ کروا لیجئے جو میں نے ابھی آپ سے کہا ہے۔"

○☆○

دن تو کام کاج میں گزر گیا لیکن رات کو کلینک بند ہونے کے بعد جب وہ اپنے کمرے میں لیٹی تو ماضی کی یادیں اس کے دماغ میں پھر امنڈنے لگیں۔

بارہ سال سے وہ اس کلینک میں کام کر رہی تھی۔ اس کی ماں کے انتقال کو بھی اتنا ہی عرصہ گزر چکا تھا۔ اس وقت بیگم آپا کی کسی دوست کی بیٹی نے اپنا ذاتی کلینک کھولا تھا۔ اسے اپنے کلینک کی صفائی اور دیکھ بھال کے لیے ایک سمجھدار لڑکی کی ضرورت تھی۔ بیگم آپا نے اسے وہاں ملازم رکھوا دیا۔ کلینک خاصا بڑا تھا۔ نیلوفر کی درخواست پر لیڈی ڈاکٹر نے اسے رہنے کے لیے کلینک کا ایک کمرا دے دیا۔ اسی کمرے میں نیلوفر نے بارہ سال گزار دیے تھے۔ ان بارہ سالوں میں اس نے اپنی شادی کے بارے میں کچھ نہیں سوچا تھا اور کوئی دوسرا ایسا تھا نہیں جو اس معاملے میں اس سے بات کرتا۔ بیگم آپا کے انتقال کو بھی دس سال گزر چکے تھے۔ لیڈی ڈاکٹر نے دو ایک مرتبہ اس سے سرسری سی بات کرنے کے بعد خاموشی اختیار کر لی تھی۔ اسے تو خوشی ہوئی کہ اسے ایک ایسی کام کرنے والی مل گئی تھی جس پر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کا بھروسا بڑھتا ہی رہا تھا۔ ایسا ملازم کسی کو آسانی سے نہیں ملتا جو اپنے کام کو ہی اوڑھنا بچھونا بنا لے۔ جس کا کہیں آنا جانا نہ ہو اور جس سے ملنے بھی کوئی نہ آتا ہو۔

اپنا کھانا پکانے کا بندوبست بھی اس نے اسی کمرے کے ایک گوشے میں کر لیا تھا۔ وہ کلینک سے باہر نکلتی تھی تو صرف اس وقت جب اسے بازار سے ضروریات کی کچھ چیزیں لانا ہوتی تھیں۔

اس دن پہلی مرتبہ ایسا ہوا تھا کہ وہ لیڈی ڈاکٹر سے چند گھنٹے کی چھٹی لے کر گئی تھی لیکن اتنا زیادہ وقت گزرنے سے پہلے ہی واپس آ گئی تھی۔ جیل کے باہر اسے کاوش کا انتظار زیادہ دیر تک نہیں کرنا پڑا تھا اور پھر کاوش سے چند باتوں کے بعد ہی وہ کلینک واپس آ گئی تھی۔ آنے کے بعد اس نے لیڈی ڈاکٹر سے پھر کہہ دیا تھا کہ اگلے دن بھی اسے چند گھنٹے کی چھٹی چاہئے ہو گی۔

لیڈی ڈاکٹر نے اسے اجازت تو دے دی تھی لیکن کسی فکر میں پڑ گئی تھی۔ شاید اس نے سوچا ہو کہ یہ کام کی عورت کہیں اس کے ہاتھ سے نکل نہ جائے۔

نیلوفر اس کے تفکر سے بے نیاز اپنے کاموں میں مصروف ہو گئی تھی اور رات کو بستر پر لیٹنے کے بعد ماضی کی یادوں میں گھر گئی تھی۔

اس دن اس پر یہ جان کر قیامت گزر گئی تھی کہ کاوش نے صدف کو ہلاک کر دیا تھا۔ اس نے یہ بات بھی سمجھ لی تھی کہ کاوش کو کسی طرح اپنی بیوی اور کمال کے تعلقات کا علم ہو گیا تھا جس کے باعث وہ مشتعل ہو کر صدف کو قتل کر بیٹھ

ہو گیا۔

کاوش کی گرفتاری پر وہ اس طرح پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی جیسے کاوش اس کی کوئی عزیز ترین ہستی ہو۔

اور پھر ان چودہ سالوں میں وہ کسی نہ کسی وقت کاوش کو یاد کر کے روتی رہی تھی۔ کاوش نے اسے کبھی توجہ کے قابل نہیں جانا تھا لیکن وہ اسے اپنے دل میں بسائے اس کی پوجا کرتی رہی تھی۔ اس نے چودہ سال اسی دن کے انتظار میں گزار دیے تھے کہ کاوش رہا ہو تو وہ اس سے ملے۔

لیکن اس دن بھی اس کا دل کچھ بجھ سا گیا تھا کیونکہ کاوش نے اس پر کوئی خاص توجہ نہیں دی تھی۔ وہ تو اسے پہچانا بھی مشکل سے تھا اور پھر اس سے زیادہ بات کرنے کے بجائے اسی شخص کے ساتھ چلا گیا تھا جس سے اس کو شدید نفرت ہونا چاہیے تھی۔

نیلو فر کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کمال کو کاوش سے ملنے کی ہمت کیسے ہو سکی تھی۔

لیکن اس سلسلے میں اس نے زیادہ نہیں سوچا تھا۔ اسے تو بس یہ فکر تھی کہ کیا کاوش اسے دوبارہ ملازم رکھ لے گا؟ وہ آج بھی اس بات کی خواہش مند تھی کہ کاوش اس کی آنکھوں کے سامنے رہے۔ اس خوش فہمی نے اسے اب بھی نہیں گھیرا تھا کہ وہ کاوش کی شریکِ زندگی بن سکتی ہے۔

لیکن یہ سب کچھ اس کی شعوری سوچ تھی۔ اس کے لاشعور میں چھپا ہوا چور تو کچھ اور ہی چاہتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ چور اس کے شعور میں بھی آ چکا تھا جب وہ کسی حد تک عریاں لباس پہن کر کاوش کے سامنے گئی تھی اور اس نے سوچا تھا کہ آخر اس میں برائی کیا ہے؟ شاید اسی طرح وہ کاوش کے جذبات کو جھنجھوڑ سکے!

وہ چور اس کے دل میں آج بھی موجود تھا۔ اسی نے اس وقت بھی اسے اکسایا کہ کل جب وہ کاوش کے سامنے جائے تو کسی چست لباس میں جائے۔ اس نے پچھلے دنوں کچھ ایسے لباس سلوائے بھی تھے۔ اسے احساس تھا کہ چودہ سال بعد بھی اس کی جسمانی دلکشی میں کوئی کمی نہیں آئی تھی، یا شاید اضافہ ہی ہوا تھا۔ اس نے جب وہ کپڑے پہنے تو محسوس کیا تھا کہ کلینک میں آنے جانے والے بعض افراد نے اسے بڑی گہری نظر سے دیکھا تھا۔ ان نظروں سے وہ جھنجلا گئی تھی۔ اسے بہت برا لگا تھا کہ کوئی اسے ایسی نظروں سے دیکھے۔ اس نے وہ لباس پہننا چھوڑ دیے تھے لیکن اس دن کاوش کی عدم توجہی کے باعث وہ سوچ رہی تھی کہ اگلے دن وہ کاوش سے ملنے جائے گی تو انہی کپڑوں میں سے کوئی لباس پہن کر جائے گی۔

نیلو فر کے اس طرح سوچنے کا مطلب یہ تھا کہ اس کے لاشعور میں چھپے ہوئے چور نے پھر سرکشی دکھانا شروع کر دی تھی۔

اسی چور نے دوسرے دن نیلو فر کو ایسا لباس پہنایا جس میں وہ اپنے خیال کے مطابق جسمانی طور سے پُرکشش نظر آنے لگی تھی۔

دس بجے کے قریب وہ کاوش کی کوٹھی پہنچ گئی۔ اسے خوشی ہوئی کہ کاوش چوکیدار کو اس کے بارے میں بتانا بھولا نہیں تھا۔ اس کے لیے پھاٹک کا ذیلی دروازہ کھول دیا گیا، پھر ایک ملازم اس کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا بولا "صاحب نے کہا تھا کہ میں آپ کو ان کے کمرے تک پہنچا دوں۔ ان کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔"

"کیا ہوا؟" نیلو فر بے چین ہو گئی۔

"بخار ہے۔"

"دوائی؟"

"خود ہی کوئی دوا کھا رہے ہیں۔ ڈاکٹر کو تو نہیں بلایا۔"

نیلو فر بہت مضطرب ہو گئی۔ اس کا جی چاہا تھا کہ وہ اڑتی ہوئی کاوش کے پاس پہنچ جائے۔ غیر ارادی طور پر اس کے قدم تیزی سے اٹھنے لگے تھے۔ ملازم نے اسے کمرے کے دروازے پر لے جا کر اسے وہیں رکنے کے لیے کہا، پھر اندر "کیا انہیں جلدی ہی لوٹنا چاہیے!" اس نے نیلو فر سے کہا۔

نیلو فر تیزی سے کمرے میں داخل ہوئی۔ اس نے دیکھا کہ کاوش بستر پر کمبل اوڑھے نیم دراز تھا۔ نیلو فر تیزی سے اس کے قریب پہنچ گئی۔ کاوش کی آنکھوں میں ہلکی سی سرخی تھی۔ اس کے خشک ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری اور وہ دھیمی آواز میں بولا "کیسی ہو نیلو فر!"

"آپ اپنے بارے میں بتائیے! آپ کی طبیعت..."

نیلو فر نے بے اختیار اس طرح ہاتھ بڑھایا تھا جیسے کاوش کی کلائی چھونا چاہتی ہو لیکن جھجک گئی اور اپنی بات بھی پوری نہیں کر سکی۔

"میری نبض دیکھنا چاہتی ہو؟ لو دیکھ لو!" کاوش نے خود ہی اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

"اوہ!" نیلو فر نے اس کی کلائی چھوتے ہی پریشان ہو کر کہا "آپ کو ایک سو تین سے کم بخار نہیں ہے!"

"بہت ماہر ہو اس معاملے میں؟ میں نے ابھی تھرمامیٹر سے نمبر پڑھ لیا تھا" "ایک سو تین ہی ہے۔"

"میں بارہ سال سے ایک کلینک میں ملازم ہوں سر! میں

وہاں نرس تو نہیں ہوں لیکن نرس کے ساتھ کام کرتی رہی ہوں۔ آدھی نرس تو بن ہی گئی ہوں۔ ملازم بتا رہا تھا کہ آپ نے کسی ڈاکٹر کو نہیں دکھایا!"

"میں دکھانا تو نہیں چاہتا تھا لیکن کسی طرح میرے کچھ دوستوں کو معلوم ہو گیا ہے کہ میں گھر لوٹ آیا ہوں۔ ان میں سے دو تین تو ابھی آنے والے ہیں۔ ان میں میرا ایک دوست ڈاکٹر محسن بھی ہے۔ وہ یقیناً میرا چیک اپ بھی کرے گا۔"

"آپ کو پہلے ہی ڈاکٹر سے رابطہ کرنا چاہیے تھا۔" نیلو فر نے کہا۔ بے خیالی میں وہ کاوش کی کلائی اپنے ہاتھ میں تھامے رہی۔ "آپ کمزور ہو گئے ہیں لیکن بڑی ہمت سے باتیں کر رہے ہیں!" وہ آبدیدہ ہو گئی۔

"ارے!" کاوش پھر مسکرایا۔ "اس میں رونے کی کیا بات ہے نیلو فر! میں ٹھیک ہو جاؤں گا۔ اچھا ایک بات تو بتاؤ۔ جن دنوں مجھ پر مقدمہ چل رہا تھا اور مجھے جیل سے عدالت لایا لے جایا جاتا تھا تو عدالت میں کہیں نہ کہیں تم بھی موجود ہوتی تھیں۔ میں نے تمہیں کئی مرتبہ دیکھا تھا۔"

"ان دنوں میری حالت بڑی عجیب رہی تھی سر!" نیلو فر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "لیکن میں آپ کی طرف بے بسی سے دیکھتے رہنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتی تھی۔"

"تم سمجھ تو گئی ہو گی کہ میں نے صدف کو کیوں قتل کیا تھا؟"

نیلو فر نے نظریں جھکا لیں۔

"تم نے کچھ دیکھ لیا تھا؟"

نیلو فر کی نظریں جھکی رہیں۔

کاوش نے ایک طویل سانس لی۔ "کیا میں تم سے یہ شکایت کروں کہ میرے پوچھنے کے باوجود تم نے کچھ نہیں بتایا تھا؟"

"میں خوفزدہ ہو گئی تھی سر!" نیلو فر نے لرزتی ہوئی آواز میں جواب دیا "انہوں نے مجھے بہت ڈرا دیا تھا۔ میں یہ بھی سوچتی تھی کہ آپ مجھ جیسی معمولی لڑ[illegible] کے بجائے ان کی بات کو صحیح سمجھیں گے۔ وہ [illegible] سے نہ جانے کیا کچھ کہہ ڈالتیں اور آپ مجھ سے ناراض ہو جاتے۔"

اسی وقت کمرے کے دروازے کے باہر قدموں کی آہٹیں سنائی دیں۔

"شاید میرے احباب آ گئے ہیں۔" کاوش بولا۔

اسی وقت نیلو فر نے چونک کر کاوش کی کلائی چھوڑ دی اور کہا "کیا میں یہاں سے چلی جاؤں؟"

"نہیں، اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ ابھی تو تم نے مجھے یہ بھی نہیں بتایا کہ تم مجھ سے ملنے کے لیے کیوں..." وہ چپ ہو گیا۔

دروازہ کھول کر اس کے تین دوست اندر آئے تھے۔

○☆○

دو دوستوں نے تو مزاج پرسی کے بعد یہ شکایت شروع کر دی کہ انہیں کاوش کی "آمد" کے بارے میں اسی سے معلوم ہونا چاہیے تھا لیکن یہ بات ان تک کمال کے ذریعے پہنچی تھی۔

محسن نے شکایت کے بجائے اپنے آلات سے اس کا معائنہ شروع کر دیا اور بیماری کے حوالے سے پوچھ گچھ بھی کی۔ پھر اپنے پاس سے ہی کاوش کو ایک انجکشن لگانے کے بعد ایک پرچے پر کچھ دواؤں کے نام لکھنے کے بعد وہ پرچہ اپنے دوست کو دیتے ہوئے تاکید کی کہ وہ بازار سے دوائیں لے کر جلد آئے۔

کاوش نے دخل اندازی کرنا چاہی کہ دوائیں اس کے شوفر سے بھی منگوائی جا سکتی ہیں لیکن وہ بولتے بولتے رک گیا۔

"آپ کون ہیں؟" محسن نے نیلو فر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کاوش سے پوچھا۔

"یہ نیلو فر ہیں۔ انہیں بھی میری بیماری کے بارے میں معلوم ہوا تو مجھے دیکھنے چلی آئیں۔" کاوش نے واضح جواب دینے سے گریز کیا تھا۔

محسن نے نیلو فر کے بارے میں مزید کوئی بات نہیں کی اور کاوش سے مخاطب ہوا۔ "جب تک تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہو جاتی، کسی کو تمہارے قریب رہنا چاہیے۔ میں ایک نرس کا بندوبست کر دیتا ہوں۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔" نیلو فر جلدی سے بولی۔ "میں ان کی دیکھ بھال کر لوں گی۔" اس کی شدید خواہش تھی کہ وہ کاوش کی بیماری میں اس کی خدمت کرے۔

محسن نے سوالیہ نظروں سے کاوش کی طرف دیکھا۔

"ہاں!" کاوش نے کہا۔ "یہ میری دیکھ بھال کر سکتی ہیں۔ یہ نرس تو نہیں مگر انہیں نرسنگ کا کچھ تجربہ بہر حال ہے۔" پھر اس نے نیلو فر کی طرف دیکھا۔ "لیکن تم اپنے کلینک..."

"وہ سب مجھ پر چھوڑ دیجیے!" نیلو فر نے اس کی بات کاٹی۔

کاوش چپ ہو گیا۔

محسن نیلوفر سے مخاطب ہوا۔ "ابھی دوائیں آجائیں گی تو میں سمجھا دوں گا کہ کون سی دوا کس وقت دینی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان پر ابھی غنودگی طاری ہو جائے لیکن اگر یہ سو بھی جائیں تو دوا کے وقت پر انہیں جگا دیا جائے۔ آپ کو ان کی تمام ضروریات کا خیال رکھنا ہوگا۔ انہیں بستر سے اٹھنا نہ پڑے۔"

"بہتر۔"

محسن اپنے دوست سے مخاطب ہوا۔ "جب تک کاوش کی طبیعت پوری طرح ٹھیک نہ ہو جائے، اسے مکمل آرام کی ضرورت ہے۔ فی الحال دوسرے دوستوں کو کاوش کے بارے میں کچھ نہ بتانا۔ وہ بھی مزاج پرسی کے لیے دوڑے چلے آئیں گے اور کاوش کو آرام نہیں مل سکے گا۔"

"کیا مجھے کوئی موذی مرض لاحق ہو گیا ہے؟" کاوش نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اگر تم نے مکمل آرام کیا اور دوائیں وقت پر لیتے رہے تو دو دن میں ٹھیک ہو جاؤ گے۔"

تھوڑی دیر میں دوائیں آگئیں۔ ان میں سے ایک دوا محسن نے اسی وقت کاوش کو کھلائی اور باقی دواؤں کے سلسلے میں نیلوفر کو کچھ ہدایات دیں۔

"کاوش کو آرام کی ضرورت ہے۔ اب ہمیں چلنا چاہیے۔" محسن نے دونوں دوستوں سے کہا اور پھر کاوش سے بولا "میں شام کو تمہیں دوبارہ دیکھنے آجاؤں گا۔"

کاوش نے سر ہلا دیا۔

جب تینوں دوست رخصت ہو گئے تو کاوش نے نیلوفر سے پوچھا "تم نے بتایا تھا کہ تم کسی کلینک میں ملازم ہو۔ اگر یہاں رکو گی تو۔"

"میں ابھی وہاں فون کیے دیتی ہوں کہ میں نہیں آسکوں گی، بلکہ صاف صاف کہے دیتی ہوں کہ اب میں وہاں ملازمت نہیں کروں گی۔"

"ملازمت چھوڑنے سے فرق نہیں پڑے گا؟ کیا تمہارے شوہر کی آمدنی۔"

"میں نے شادی نہیں کی ہے سر!"

"کیوں؟" کاوش چونکا۔ "اب تک شادی نہیں کی؟" وہ حیران تھا۔

"جی سر!" نیلوفر نے نظریں جھکا لیں۔

"اس کا کوئی سبب؟"

"اب آپ آرام کیجیے۔ ڈاکٹر صاحب کہہ گئے ہیں کہ آپ زیادہ بات چیت نہ کریں۔"

"اچھا یہ تو بتا دو کہ تم مجھ سے ملنے کیوں آئی تھیں اور اب۔"

"پلیز سر! اب آپ آرام کیجیے! جب آپ کی طبیعت ٹھیک ہو جائے گی تو سب کچھ بتا دوں گی۔"

"اچھا!" کاوش نے ایک طویل سانس لی۔

"آپ آرام کیجیے میں ابھی آتی ہوں۔ خانساماں سے یہ کہہ آؤں کہ دو گھنٹے بعد وہ آپ کے لیے سوپ تیار کر دے۔ ڈاکٹر صاحب کہہ گئے ہیں کہ اس وقت آپ کو سوپ کے سوا کچھ نہ دیا جائے۔"

کاوش اسے پرخیال نظروں سے دیکھتا رہ گیا اور وہ کمرے سے چلی گئی۔ کاوش نے آنکھیں بند کر لیں۔ آنکھیں بند کرنے سے اسے سکون ملا۔ اس کے دماغ میں یہ سوال چکراتا رہا کہ نیلوفر نے شادی کیوں نہیں کی؟

کچھ دیر بعد اس نے نیلوفر کے قدموں کی آہٹ سن کر آنکھیں کھولیں اور اسے بہت غور سے دیکھا۔ جسمانی طور پر وہ اب بھی دلکش تھی البتہ کیل مہاسوں نے چہرے کو پہلے سے زیادہ خراب کر دیا تھا۔

اس سے کچھ نہیں ہوتا! کاوش نے سوچا! دنیا میں نہایت بدصورت لڑکیوں کی بھی شادی ہو جاتی ہے لیکن نیلوفر اتنی بری نہیں ہے۔ پھر اس کی شادی کیوں نہیں ہوئی؟

"آپ آنکھیں بند کر کے آرام کریں تو بہتر ہوگا۔" نیلوفر بولی۔

کاوش خود بھی محسوس کر رہا تھا کہ اس کی پلکیں بوجھل ہو رہی تھیں۔ وہ دواؤں کا اثر بھی ہو سکتا تھا۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ نیلوفر کے بارے میں سوچنا چاہتا تھا لیکن اس کا دماغ بوجھل ہوتا چلا گیا۔ یقیناً وہ دوا اسی کا اثر تھا کہ اسے نیند آگئی۔

پھر اس کی آنکھ اس وقت کھلی جب نیلوفر نے اسے جگایا۔ اس نے اپنی پیشانی پر نیلوفر کے ہاتھ کی ٹھنڈک محسوس کی۔

"آپ دو گھنٹے سو لیے ہیں۔" نیلوفر بولی۔ "آپ کا ٹمپریچر کچھ کم ہوا ہے۔ میں ابھی تھرمامیٹر سے بھی دیکھے لیتی ہوں۔ پھر میں آپ کے لیے سوپ لے آؤں گی۔ کلی کرنے کے لیے آپ بستر سے نہیں اٹھیے گا۔ میں ایک ملازم سے سلفچی لے آئی ہوں۔"

کاوش اس کا منہ تکتا رہ گیا۔ نیلوفر نے تھرمامیٹر اٹھایا جو سائیڈ ٹیبل پر رکھا ہوا تھا۔

نیلوفر سب کچھ اس طرح کرتی چلی گئی جیسے اس نے کہا تھا اور کاوش حیرت سے سوچتا رہ گیا کہ نیلوفر اپنی ملازمت چھوڑ کر اس کی اس طرح خدمت کیوں کر رہی ہے؟

سوپ پینے کے بعد وہ نیم دراز ہو گیا اور بولا "میری طبیعت کچھ بہتر تو ہوئی ہے۔"

"بخار ایک درجہ کم ہو گیا ہے۔ آپ کے دوست بہت اچھے ڈاکٹر معلوم ہوتے ہیں؟"

"ہے تو وہ نیورو سرجن لیکن جنرل فزیشن بھی اچھا ہے۔"

"اب آدھے گھنٹے بعد آپ کو ایک دوا کھانا ہے۔"

"وہ تو میں کھاؤں گا لیکن اس کے بعد دوبارہ مجھ سے آرام کے لیے نہ کہنا۔ آرام کرتے ہوئے ذہن پر کوئی دباؤ نہیں رہنا چاہیے۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ تمہاری شادی کیوں نہیں ہوئی یا تم نے کیوں نہیں کی۔"

نیلوفر نے نظریں جھکا لیں۔

"میں سچ سچ سننا چاہتا ہوں۔" کاوش پھر بولا۔

نیلوفر کے ہونٹ پھڑپھڑانے لگے۔ ذرا سا رک کر اس نے دھیمی آواز میں کہا "مجھے کسی سے محبت ہو گئی تھی سر! وہ محبت آج بھی میرے دل سے ختم نہیں ہو سکی ہے لیکن قدرت نے میرے ساتھ یہ بڑا سنگین مذاق کیا ہے۔ مجھے محبت بھی ہوئی تو ایسے شخص سے جو بہت بلندی پر ہے۔ میں وہاں تک جا ہی نہیں سکتی۔ اسی لیے میں نے فیصلہ کیا تھا سر کہ اگر وہ میرا نہیں ہو سکتا تو میں بھی دنیا میں کسی اور کی نہیں ہو سکتی۔"

کاوش غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ نیلوفر کی نظریں اب بھی جھکی ہوئی تھیں۔ کاوش نے آہستہ سے پوچھا "کون ہے وہ؟"

"اس سے زیادہ نہ پوچھیے سر!" نیلوفر کی آواز کچھ رُندھ گئی۔

کاوش چند لمحے خاموش رہا، پھر بولا "تم مجھ سے ملنے کیوں آئی تھیں؟"

"میں چاہتی ہوں کہ آپ مجھے اپنی کنیز کی حیثیت سے ملازم رکھ لیں۔ آپ کو مجھ سے کبھی کسی شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔" نیلوفر نے نظریں اٹھائیں تو کاوش کو اس کی آنکھیں بھیگی ہوئی سی دکھائی دیں۔

ان باتوں نے کاوش کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ کیا یہ بات ممکن تھی کہ وہ شخص وہ خود ہی ہو جس سے نیلوفر کو محبت ہو گئی تھی؟ کیا اس نے چودہ سال اسی لیے انتظار کیا تھا کہ جب وہ رہا ہو تو ملازمہ ہی کی حیثیت سے اس کے قریب ہو جائے؟

○☆○

شام کو جب محسن اسے دیکھنے آیا تھا تو کاوش کی حالت میں مزید بہتری نہیں آئی تھی لیکن رات کو سونے کے بعد جب وہ صبح اٹھا تو اس کا بخار ٹوٹ چکا تھا۔ نیلوفر نے اس کا ٹمپریچر لیا اور مسکرا کر بولی "اس وقت آپ کو بالکل بخار نہیں ہے۔"

"لیکن میں بہت کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔"

"بخار کے بعد کمزوری تو ہوتی ہی ہے۔ صحت بھی آپ کی پہلے جیسی نہیں رہی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کل شام بڑے یقین سے کہا تھا کہ صبح تک آپ کا بخار ٹوٹ جائے گا۔ اب میں خود جا کر آپ کے لیے ناشتا تیار کرتی ہوں۔ کل سے جب آپ کو زیادہ طاقت ور غذائیں دی جائیں گی اور ڈاکٹر صاحب کچھ وٹامنز بھی دیں گے تو آپ کی کمزوری دو ایک دن میں ہی ختم ہو جائے گی۔"

وہ ناشتا تیار کرنے چلی گئی۔ کاوش نے اس کی آنکھوں میں ایسی سرخی دیکھی تھی جیسے وہ رات بھر جاگی ہو۔ گزشتہ شام تک اس کے چہرے پر تفکر بھی نظر آ رہا تھا لیکن اس وقت وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی۔

کاوش کے دماغ میں یہ خیال پھر ابھرنے لگا کہ نیلوفر کا محبوب غالباً وہ خود ہی ہے! اس وقت اس نے پہلی مرتبہ صدف اور نیلوفر کا موازنہ کیا۔ صدف بہت خوبصورت تھی۔ کاوش اس کی محبت میں سرشار ہو گیا تھا۔ وہ روایتی محبت کرنے والوں کی طرح اس کے لیے آسمان سے تارے توڑ کر لانے کے لیے بھی تیار ہو سکتا تھا لیکن اس حسین مجسم نے اس سے بے وفائی کی تھی۔ اس کے برعکس یہ ایک پاگل سی لڑکی نیلوفر تھی جس کے لیے اس نے کچھ نہیں کیا تھا لیکن وہ چودہ سال تک اس کا انتظار کرتی رہی تھی اور اب ایک کنیز کی حیثیت سے اس کے قریب رہنا چاہتی تھی۔ کاوش سے اس کا کوئی اور مطالبہ نہیں تھا۔ وہ یہ بھی سمجھتی تھی کہ وہ کاوش کے قابل نہیں ہے۔ وہ کاوش کو بہت بلندی پر سمجھتی تھی اور اسے یہ خیال بھی تھا کہ وہ اس بلندی تک نہیں پہنچ سکتی۔

کاوش کے ان خیالات کا سلسلہ اس وقت ٹوٹا جب نیلوفر اس کے لیے ناشتا لے کر آئی۔

تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر محسن آگیا۔ اس نے کاوش کا معائنہ کرنے کے بعد مکمل اطمینان کا اظہار کیا۔ اس نے کاغذ

یہ کہہ کر اس نے کاوش کو دیا اور بولا "یہ وٹامنز ہیں۔ یہ اس کے لیے ہیں۔ [illegible] مستقل کھاتے رہو تو [illegible] ہے۔ چالیس سال کی عمر تک پہنچنے کے بعد اس قسم کے وٹامنز مستقل کھاتے رہنا بہتر رہتا ہے۔ اب صرف [illegible] آرام کرو۔ کل سے تم پر کوئی پابندی نہیں رہے گی۔"

محسن کے جانے کے بعد کاوش نے نیلوفر سے [illegible] "رات کو تم سوئی نہیں تھیں؟"

"جی [illegible] نہیں جاگی۔" نیلوفر نے [illegible] کہا۔ "بس نیند نہیں آئی۔"

"تو اب سو جاؤ کسی اور کمرے میں جا کر۔"

"نہیں۔ آپ کو ابھی آرام کی ضرورت ہے۔ [illegible] میری یہاں موجودگی ضروری ہے۔"

"لیکن اس طرح تمہاری طبیعت خراب ہو سکتی ہے۔"

"اچھا میں کچھ دیر یہیں کرسی پر بیٹھے بیٹھے سو لوں گی لیکن آپ کو ایک وعدہ کرنا پڑے گا۔ اگر آپ کو کسی چیز کی ضرورت محسوس ہو تو مجھے آواز دے کر جگا لیجئے گا۔"

"کسی کو سوتے سے جگانا مجھے پسند نہیں۔"

"تو پھر میں نہیں سوؤں گی۔"

"اچھا" کاوش نے طویل سانس لی۔ "چلو تمہیں جگا لوں گا۔ اور ہاں! تم فلیٹ سے اپنا سامان کب لاؤ گی؟"

"لے آؤں؟" نیلوفر نے پُرمسرت انداز میں کاوش کی طرف دیکھا۔

"ہاں" کاوش نے سنجیدگی سے کہا۔ "اب تم میرے ساتھ ہی رہو گی۔"

"شکریہ سر!" نیلوفر کی آنکھیں چھلک پڑیں۔

"ارے! یہ کیا حرکت ہے!"

"یہ خوشی کے آنسو ہیں سر!" نیلوفر دھیرے سے ہنس کر کرسی پر بیٹھ گئی اور اپنے آنسو خشک کرنے لگی۔

"اب سو جاؤ۔" کاوش نے کہا اور اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اسے نیند نہیں آ رہی تھی لیکن اس نے آنکھیں اس لیے بند کر لی تھیں کہ نیلوفر سو جائے۔

چند منٹ بعد اس نے اپنی آنکھوں میں ہلکی سی درز قائم کر کے نیلوفر کی طرف دیکھا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ کرسی کے ایک ہتھے پر رکھ کر اپنی پیشانی ہاتھوں پر ٹکا دی تھی۔ کاوش کو یقین نہیں آیا کہ وہ اتنی جلدی سو گئی ہو گی۔ ہاں یہ ضرور ممکن تھا کہ اس پر غنودگی طاری ہو گئی ہو۔

کچھ وقت گزرنے کے بعد اس نے پھر آنکھیں کھولیں اور اسے یقین ہو گیا کہ اب نیلوفر سو چکی تھی۔ اس کا ایک ہاتھ اس کی گود میں پڑا تھا اور دوسرا کرسی کے ہتھے سے [illegible] تھا۔ پیشانی کرسی کے ہتھے پر ٹکی تھی۔

وہ بے خبر سو رہی ہو گی۔ کاوش [illegible] کا دل چاہا کہ نیلوفر کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا کے بستر پر ڈال دے لیکن اسے احساس ہوا کہ ابھی اس میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ نیلوفر کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا سکے۔ دوسرے یہ امکان بھی تھا کہ وہ جیسے ہی نیلوفر کو اٹھانے کی کوشش کرتا، اس کی آنکھ کھل جاتی۔

کاوش نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور نیلوفر کو اسی طرح سوتے رہنے دیا جس طرح وہ سو رہی تھی۔ وہ اس کی طرف دیکھتا اور بہت کچھ سوچتا رہا۔ اسے وہ دن یاد آئے جب وہ نیلوفر کا مجسمہ بنا رہا تھا۔ اس نے یہ بات بڑی شدت سے محسوس کی تھی کہ نیلوفر نسوانی طور پر بے حد پُرکشش تھی لیکن آج اس نے اس احساس کو ایک بار پھر بڑا محسوس کیا۔ وہ نیلوفر کی طرف دیکھتا رہا۔ اس کا جسم گرم ہونے لگا۔ اس نے چودہ سال تنہائی میں گزار دیے تھے۔ اس طویل عرصے میں اس کی جو خواہشات دبی رہی تھیں، ان کی چنگاری اس کے وجود میں دھیرے دھیرے تیز ہونے لگی۔ اس کے تصور میں وہ نیلوفر بھی ابھر آئی جس نے دوسرے مجسمے کی تیاری کے سلسلے میں کشادہ گریبان کا لباس پہنا تھا۔

تصور کی اس دنیا نے کاوش کو بری طرح [illegible] اس کے ہونٹ خشک ہونے لگے، پھر وہ خشکی اس کے حلق تک پہنچنے لگی۔ اس نے سائڈ ٹیبل پر رکھے ہوئے پانی کے جگ اور گلاس کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن گلاس کو صحیح طور پر پکڑ نہیں سکا۔ گلاس اس کے ہاتھ سے فرش پر گرا اور ٹوٹ گیا۔

غافل نیند میں وہ آواز کسی [illegible] سے کم نہیں تھی لیکن نیلوفر جس طرح سوئی تھی اس میں [illegible] کی نیند آنا ممکن نہیں تھا۔ وہ اس آواز سے نہ صرف جاگی بلکہ جلدی سے کھڑی ہو گئی۔

"کیا ہوا؟" اس کے منہ سے نکلا۔

"گلاس گر گیا۔" کاوش نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "مجھے بہت زور کی پیاس ہے۔"

"تو مجھے جگایا کیوں نہیں؟" نیلوفر نے تیزی سے اس کی بات کاٹی۔ "آپ سے میں نے وعدہ لیا تھا کہ ضرورت پڑنے پر مجھے جگا لیں گے۔"

نیلوفر کے چہرے پر ایسی ناراضگی تھی جس میں شدید اپنائیت کا جذبہ بھی تھا۔ اس نے دوسرا گلاس لا کر کاوش کو

پانی پلایا۔

پانی پی کر کاوش نے بائیں ہاتھ سے گلاس سائڈ ٹیبل پر رکھا اور دائیں ہاتھ سے قریب کھڑی ہوئی نیلوفر کی کلائی پکڑ کر بولا "یہاں بیٹھو، میرے پاس۔"

نیلوفر ہچکچاتے ہوئے اس کے بستر پر بیٹھ گئی۔

"میرا بایاں شانہ دبا دو۔" کاوش دھیمی آواز میں بولا۔ "میں کچھ درد محسوس کر رہا ہوں۔"

نیلوفر کچھ متذبذب ہوئی۔ وہ کاوش کے دائیں جانب بیٹھی تھی۔ اس کا بایاں شانہ دبانے کے لیے اسے کاوش پر جھکنا پڑتا۔

"میں اس طرف بیٹھ جاتی ہوں۔" نیلوفر نے اٹھنا چاہا۔

"نہیں" کاوش کی آواز میں لرزش تھی۔ "یہیں بیٹھی رہو۔"

نیلوفر نے الجھی سی نظر سے کاوش کے چہرے کی طرف دیکھا اور دونوں ہاتھوں سے کاوش کا بایاں شانہ دبانے کے لیے جھکی۔ احتیاط کرنے کی اس نے ہر ممکن کوشش کی تھی لیکن اسے مکمل کامیابی نہیں ہو سکی۔

پھر فوراً ہی کاوش نے اپنا دایاں ہاتھ اس کی پشت پر رکھ دیا اور لرزتی ہوئی آواز میں بولا "تھک تو نہیں جاؤ گی؟"

نیلوفر بچی نہیں تھی۔ اس نے کاوش کے جذبات کی شدت محسوس کر لی۔

چودہ سال کی پیاس نے کاوش کو پوری طرح اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔

○☆○

اسی شام کو نیلوفر فلیٹ سے اپنا سامان لے کر آئی تو کاوش کا سامنا کرتے ہوئے ایک فطری حجاب تو اس کے چہرے پر تھا لیکن وہ کوئی ندامت نہیں محسوس کر رہی تھی۔ اس نے خود ہی کاوش کی کنیز بن کر رہنا قبول کیا تھا اور وعدہ کیا تھا کہ وہ کاوش کو کبھی کسی شکایت کا موقع نہیں دے گی لہٰذا اس نے وعدے کی پاسداری کی تھی۔

کنیزیں اپنے آقا کے لیے اتنی ہی وفا شعار ہوتی ہیں، اس نے سوچا تھا۔

لیکن اس وقت وہ کاوش کا منہ تکتی رہ گئی جب کاوش نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا "مجھے معاف کر دینا نیلوفر! مجھے خود پر بالکل اختیار نہیں رہا تھا۔"

"معافی مانگ کر مجھے شرمندہ نہ کیجئے! میں تو کنیز بن کر ہی آپ کے پاس رہنا چاہتی تھی۔" نیلوفر کی آواز بھرا گئی۔

"نہیں، نہیں۔" کاوش نے کہا "تم کنیز بن کر میرے ساتھ نہیں رہو گی۔ ہم جلد ہی شادی کر لیں گے۔"

"جی!" نیلوفر ہکا بکا رہ گئی۔

"تمہیں بس ایک اعتراف کرنا ہو گا۔" کاوش نے کہا۔ "شاید اس کی ضرورت تو نہیں، پھر بھی میں تمہاری زبان سے سننا چاہتا ہوں۔ مجھے بتاؤ، تم مجھ سے ہی محبت کرتی ہو نا؟"

نیلوفر کے ہونٹ کانپے۔ اس نے بولنا چاہا مگر بول نہیں سکی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ کاوش نے اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ یہ اس کے سان گمان میں بھی نہیں تھا کہ کاوش اسے اپنی بیوی بنائے گا۔ اس کے لہجے میں رچی بسی ہوئی سچائی نیلوفر نے آسانی سے محسوس کر لی تھی۔

اس سچائی کو عملاً سامنے آنے میں دس گیارہ دن لگ گئے کیونکہ کاوش اس کوٹھی میں نیلوفر سے شادی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

دوسری کوٹھی کے سلسلے میں کاوش کی کوئی خاص شرائط نہیں تھیں۔ وہ کوٹھی میں بس ایک ہال چاہتا تھا۔ چار پانچ دن میں ہی ایسی ایک کوٹھی خرید لی گئی۔ کاوش کے مرحوم والد کی بنوائی ہوئی کوٹھی اتنی مہنگی تھی کہ اس کی فروخت میں زیادہ عرصہ لگ سکتا تھا جس کا کاوش نے انتظار نہیں کیا اور دوسری کوٹھی میں منتقل ہو گیا۔ سامان کی منتقلی کی وجہ سے اس میں بھی چار پانچ دن لگ گئے تھے۔

گیارھویں دن چند احباب کی موجودگی میں کاوش اور نیلوفر کا نکاح بڑی سادگی سے ہو گیا۔

کوٹھی میں دو ٹیلیفون پہلے ہی سے لگے ہوئے تھے۔ ان کے نمبر بھی کاوش نے اپنے احباب کو بتا دیے تھے اس لیے کمال کو کسی سے وہ نمبر معلوم ہو گئے۔ اس کا فون دوسرے دن ہی آ گیا تھا۔

"شادی مبارک ہو کاوش!"

"شکریہ" کاوش کا لہجہ سپاٹ تھا۔

"میں تم سے یہ شکایت نہیں کروں گا کہ تم نے مجھے یاد نہیں رکھا۔ میں نے تمہیں سب کچھ بتا دیا تھا لیکن میرا خیال ہے کہ اب تمہارے دل میں میرے لیے کوئی گنجائش پیدا نہیں ہو گی۔ بہرحال میں تم سے ایک درخواست ضرور کرنا چاہتا ہوں۔ یہ بات زیادہ نہ پھیلے کہ ہمارے تعلقات میں کوئی خلا آ گیا ہے۔"

"میں نے ابھی تک کسی سے کچھ نہیں کہا ہے اور بات ایسی ہے بھی نہیں کہ میں کسی کو بتا سکوں۔"

"شکریہ۔"

کاوش نے فون بند کر دیا۔
"کس کا فون تھا؟" نیلو فر نے پوچھا۔
"کمال کا" کاوش نے اس کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا۔ "شادی کی مبارک باد دے رہا تھا۔"
"آخر یہ کس قسم کا آدمی ہے؟ اسے تو آپ کے سامنے آنے کی ہمت ہی نہیں ہونا چاہیے تھی لیکن وہ آپ سے ملنے بھی چلا آیا تھا۔"
"دنیا میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔" کاوش نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "وہ خود کو اس سارے معاملے میں زیادہ قصوروار نہیں سمجھتا لیکن اس موضوع کو یہیں ختم کر دو نیلو فر! میں وہ سب کچھ بھول جانا چاہتا ہوں۔"
اسی وقت ایک ملازم نے آکر اطلاع دی کہ کاوش کا وکیل آیا تھا۔
"آؤ!" کاوش نے نیلو فر کا ہاتھ پکڑ کر کھڑے کرتے ہوئے کہا۔ "تم بھی دیکھ لو اسے۔"
"کسے؟"
"وکیل صاحب کوئی کتا لے کر آئے ہوں گے۔ کل نکاح کے بعد ہی انہوں نے مجھے اس بارے میں بتایا تھا۔ انہوں نے ایک ریٹائرڈ بریگیڈیئر کا کیس لڑا تھا۔ مقدمہ جیتنے کے بعد بریگیڈیئر یہ ملک چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ اپنی بہت سی چیزیں وہ اپنے دوستوں کو دے گئے ہیں۔ اپنا ایک کتا انہوں نے وکیل صاحب کو دے دیا تھا لیکن وکیل صاحب کی اہلیہ اپنے گھر میں کتا نہیں رکھنا چاہتیں۔ اسی لیے وکیل صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اگر مناسب سمجھوں تو وہ کتا ان سے لے لوں۔ وہ بتا رہے تھے کہ کتا بہت خوبصورت اور معصوم سا ہے۔"
"کتا بھی معصوم ہوتا ہے سر؟" نیلو فر ہنسی۔
"معصوم ہوتا ہے یا نہیں، یہ ابھی دیکھ لیں گے لیکن اب تم مجھے سر کہنا تو چھوڑ دو۔"
"یہ تو اب میرے لیے مشکل ہوگا۔ عادی ہو چکی ہوں اس کی۔ اب اگر میں آپ کو آپ کا نام لے کر مخاطب کروں گی تو مجھے ایسا لگے گا جیسے میں کسی اجنبی کو مخاطب کر رہی ہوں۔"
کاوش کچھ نہیں کہہ سکا۔ وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے اس وقت ڈرائنگ روم میں داخل ہو رہے تھے۔
وہ کتا دیکھنے میں واقعی معصوم نظر آ رہا تھا جس کے گلے میں پڑے ہوئے پٹے کی زنجیر وکیل صاحب کے ہاتھ میں تھی۔

○☆○

وقت گزرتا رہا۔ نیلو فر اس طرح خوش تھی جیسے اسے دو جہاں کی دولت مل گئی ہو۔ وہ کاوش سے کہا کرتی تھی کہ قیمتی ملبوسات، زیورات اور باقی ساری آسائشات اس کے لیے قطعی بے معنی ہوتیں اگر ان سب چیزوں کے ساتھ اسے کاوش نہ مل جاتا۔
ان کی شادی کو ایک ماہ گزر چکا تھا جب کاوش نے ٹیلیفون پر کسی سے بات کرنے کے بعد نیلو فر سے کہا "لڑکی مل گئی ہے۔"
"کیسی لڑکی؟" نیلو فر چونکی۔
"تمہیں اس طرح چونکنا تو نہیں چاہیے۔" کاوش نے مسکرا کر کہا۔ "میں نے تو تمہیں پہلے ہی بتا دیا تھا کہ میں ایک بار پھر مجسموں پر کام شروع کرنا چاہتا ہوں جس کے لیے مجھے کسی ایسی لڑکی کو ماڈل بنانا ہے جس کی عمر سولہ سترہ سال سے زیادہ نہ ہو۔ میں نے اس سلسلے میں بہت سے لوگوں سے کہہ رکھا تھا۔ تھوڑی دیر میں ایک لڑکی آنے والی ہے۔ وہی صاحب اسے بھیج رہے ہیں جن کا ابھی فون آیا تھا۔"
نیلو فر نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ "ہماری شادی کو صرف ایک مہینہ گزرا ہے اور اب آپ پھر پہلے ہی کی طرح مصروف ہو جائیں گے!"
"اب مجھ میں پہلے جیسی طاقت کہاں رہی ہے کہ ان تھک کام کر سکوں۔ میں اس لڑکی کو بس چار پانچ گھنٹے کے لیے بلایا کروں گا۔ وہ دوپہر کو آکر کھانا ہمارے ساتھ کھایا کرے گی۔ کھانے کے بعد میں کام شروع کیا کروں گا اور اسے پانچ چھ بجے تک رخصت کر دیا کروں گا۔"
"مجھے بھی آپ اپنے ساتھ ہی کھلایا پلایا کرتے تھے۔" نیلو فر نے شوخی سے کہا۔ "آپ دھیرے دھیرے میری جھجک ختم کر کے مجھے کسی خاص قسم کے ملبوسات پہننے پر آمادہ کرنا چاہتے تھے اور اب بھی ایسا ہی کریں گے۔"
کاوش دھیرے سے ہنس دیا۔ "یہ ایک تجربہ کیا ہے نیلو فر! جو لڑکی آ رہی ہے، وہ ایک معمولی گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔ کوئی پیشہ ور ماڈل گرل نہیں ہے۔ ایسی لڑکیوں کی جھجک ختم کرنے کے لیے ایسا ہی کوئی راستہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔"
"تو آپ اسے نیم عریاں لباس پہنائیں گے۔" نیلو فر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔
"تو پھر!" کاوش نے بھی اسے مسکرا کر دیکھا۔
"تو پھر کچھ بھی نہیں۔" نیلو فر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔
"تم جانتی ہو نیلو فر! تمہیں خود بھی اس کا تجربہ ہے۔ کوئی بھی ماڈل گرل ہو، وہ میرے لیے بس ایک مجسمہ ہی ہوگی۔"

"آخر آپ کا وہ نظریہ ہے کیا، جس کا اظہار آپ مجسموں ہی کے ذریعے کرنا چاہتے ہیں؟"
"میرا خیال ہے کہ یہ ہر فنکار کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنی کوئی انوکھی بات کہنے کے لیے اپنے فن ہی کو ذریعہ بنائے۔"
"کوئی! تو کیا نظریہ ہے آپ کا؟"
"ہاں" کاوش نے جواب دیا۔ "ساری دنیا کا ایک نظریہ ہے لیکن مجھے اس سے اتفاق نہیں ہے۔ یہی میں اپنے بنائے ہوئے مجسموں کے ذریعے کہنا چاہتا ہوں۔"
"کیا نظریہ ہے ساری دنیا کا؟"
کاوش نے مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔ "اپنی زبان سے ہی تو میں وہ بات نہیں کہنا چاہتا!"
"میں تو دنیا کا نظریہ پوچھ رہی ہوں، آپ کے نظریے کی بات تو نہیں کی میں نے!"
"بے وقوف سمجھتی ہو مجھے!" کاوش ہنسا۔
نیلو فر بھی ہنس کر اس کے سینے سے لگ گئی۔
تھوڑی دیر بعد وہ دونوں ڈرائنگ روم میں تھے اور نیلو فر اس لڑکی کو بہت غور سے دیکھ رہی تھی جس کا نام نجمہ تھا۔
کاوش نے اس سے وہی چند باتیں کیں جو نیلو فر سے کی تھیں۔ آخر میں تنخواہ بتائی جو اس لڑکی کے لیے یقیناً بہت پرکشش ہوگی۔ پھر اسے یہ بھی بتا دیا گیا کہ وہ کس وقت آئے گی اور کس وقت جائے گی۔
جب نجمہ چلی گئی تو نیلو فر بولی "اس کا سبب میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ آپ نے پھر ایک بدصورت لڑکی کا انتخاب کیا ہے۔"
"پھر! کیا مطلب؟"
"مجھے اپنے بارے میں کوئی خوش فہمی نہیں رہی۔"
"فضول باتیں نہ کرو۔ نجمہ بدصورت تو نہیں ہے اور تم؟" کاوش نے اسے اپنی آغوش میں سمیٹ لیا۔ "تم سے زیادہ خوب صورت میرے لیے دنیا میں کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس سے زیادہ خوبصورتی اور کیا ہوگی کہ تم نے چودہ سال میری یاد میں گزار دیے اور یہ بھی مجھ سے زیادہ کون جان سکتا ہے کہ مجھ سے پہلے کوئی مرد تمہارے قریب نہیں آیا۔"
"وہ تو میری خود غرضی تھی۔" نیلو فر نے کہا۔ "میرے دل نے مجھے مجبور کر رکھا تھا کہ میں آپ کا انتظار کروں۔"
"محبت جیسے عظیم جذبے کو خود غرضی کا نام دے کر تم اس جذبے کی توہین کر رہی ہو۔"
نیلو فر نے مخمور نگاہوں سے کاوش کی طرف دیکھا اور پھر اپنا سر اس کے سینے پر رکھ دیا۔

○☆○

وقت گزرتا رہا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نیلو فر کے وجود میں ایک محرومی، ایک کمی، ایک تشنگی کا احساس دھیرے دھیرے بڑھتا چلا گیا۔ کاوش نے اسے اپنی محبت اور ساری آسائشات دی تھیں لیکن ایک کمی بہرحال تھی جس نے نیلو فر کی بے چینی میں دھیرے دھیرے اضافہ کیا۔
نجمہ کے آنے کے بعد جب کاوش مصروف ہو جاتا تھا تو نیلو فر لاؤنج میں ٹی وی کے سامنے بیٹھ جاتی تھی۔ بعض فلمیں دیکھ کر اس کا احساس محرومی اور بڑھ جاتا تھا۔ کبھی کبھی وہ گھبرا کر ٹی وی بند کر دیتی اور اس ہال میں چلی جاتی جہاں کاوش مصروف ہوتا تھا۔
کاوش نے اس پر کبھی اعتراض بھی نہیں کیا کہ اس کی موجودگی اس کے انہماک پر اثر انداز ہوتی تھی لیکن خود نیلو فر کو احساس ہو جاتا تھا کہ اس کی موجودگی سے کاوش کا انہماک متاثر ہو جاتا تھا۔ وہ جلد ہی اس ہال سے نکل کر عقبی لان میں ٹہلنے چلی جاتی تھی۔ کبھی کمرے میں جا کر بستر پر کروٹیں بدلتی رہتی۔ اسے اپنے آپ پر غصہ بھی آتا تھا۔ اسے تو صرف کاوش سے محبت تھی۔ اسے صرف کاوش مطلوب تھا اور اس نے اس کے انتظار میں چودہ سال گزار دیے تھے لیکن اب اسے کاوش سے کچھ مطلوب تھا جو کاوش اسے نہیں دے سکتا تھا۔
نیلو فر کی کوئی اور مصروفیت بھی نہیں تھی جس میں وہ اپنا دھیان بٹا سکتی۔ اس کا کہیں آنا جانا بھی نہیں تھا۔ کسی کا کہیں آنا جانا اسی وقت ہوتا ہے جب کسی سے اس کی واقفیت ہو، دوستی ہو لیکن نیلو فر نے تو ساری زندگی تنہا گزاری تھی۔ زندگی کے مسائل نے اسے کبھی اتنا وقت ہی نہیں دیا تھا کہ وہ کوئی دوست بناتی۔ جن چودہ سالوں میں کاوش جیل میں رہا تھا، ان دنوں میں بھی اسے کسی سے دوستی کا خیال نہیں آیا تھا۔ دل و دماغ میں کاوش کی یاد بسی رہتی تھی اور اس کا دھیان کسی دوسری بات کی طرف جاتا ہی نہیں تھا۔
پھر کاوش کے حصول کو اس نے اپنی زندگی کی معراج سمجھ لیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ کاوش کے بعد اسے کچھ اور مطلوب نہیں ہو سکتا لیکن یہ اس کی بھول تھی۔ کسی قسم کی بھوک، کسی قسم کی تشنگی بھی ایک طلب کو جنم دیتی ہے اور اس طلب کو ختم کرنا، اسے کچل دینا انسان کے لیے بہت مشکل ہو جاتا ہے۔
وقت گزرنے کے ساتھ نیلو فر اسی مشکل سے دوچار

ہوتی چلی گئی۔ پہلے تو وہ اس بھوک، اس تشنگی سے آشنا ہی نہیں تھی۔ وہ جب سے وہ کاوش سے محبت اور اس کی یاد میں کہیں دبا رہا تھا، کہیں سویا ہوا تھا لیکن کاوش کے قرب نے اسے جگا دیا۔ اسے جھنجوڑ کر بے دار کر دیا اور وہی بے داری نیلوفر کے لیے ایک امتحان بنتی چلی گئی۔

انسان ہو یا اس کا کوئی جذبہ، وہ مسلسل بے دار نہیں رہ سکتا اور نیلوفر اسی کرب سے گزر رہی تھی۔ اس کی زندگی ان لمحوں سے خالی تو نہیں تھی جو اس کی تشنگی کا مداوا کرتے لیکن وہ تو اس کی تشنگی کو اور بھڑکا کے گزر جاتے تھے اور وہ اپنے حلق میں کانٹوں کو ٹوٹتا ہوا محسوس کر کے تڑپ جاتی تھی۔ وہ تڑپ جو اس کے اندر کی تڑپ تھی، وہ تڑپ جو کوئی اور دیکھ ہی نہیں سکتا تھا اور وہ خود اس کا اظہار کرنے سے قاصر تھی۔

اسی طرح اس کے گیارہ مہینے گزر گئے۔

کاوش جب اپنے کام میں مصروف نہیں ہوتا تھا تو اپنا سارا وقت نیلوفر کے ساتھ ہی گزارتا تھا اور کبھی نیلوفر کو صرف اسی کی خواہش بھی ہوتی تھی لیکن اس وقت اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ بعد میں زندگی کے تقاضوں میں ایسے رنگے ہوئے رنگ بھی آتے ہیں جن کو اگر ٹھنڈا نہ کیا جا سکے تو وہ انسانی وجود کو جھلسانے لگتے ہیں۔

تنہائی میں وہ کبھی کبھی بڑبڑانے لگتی "اپنی یہ مصروفیت ختم کر دو کاوش! مجھے ڈر لگنے لگا ہے۔ تم ہر وقت میرے ساتھ رہا کرو۔"

لیکن یہ بات وہ کاوش سے نہیں کہہ سکی۔ اگر کہتی تو اپنے خوف کا سبب بھی بتانا پڑتا اور وہ اس کے لیے ممکن نہیں تھا۔

ایک روز شام کو وہ عقبی لان کی طرف گئی تو ٹھٹک کر رہ گئی۔

لان کے ایک گوشے میں لالو لنگوٹ باندھے ربر کے ایک پائپ سے نہا رہا تھا جس سے لان کی گھاس اور پودوں کو پانی دیا جاتا تھا۔ اس کی عمر پچیس چھبیس سال سے زیادہ نہیں تھی۔ وہ مالی کا بیٹا تھا جو باپ کے ساتھ وہاں ملازم تھا۔ وہ محنتی اور اس کا باپ بہت تجربہ کار تھا اس لیے کاوش نے دونوں ہی کو ملازم رکھ لیا تھا۔ وہ دونوں مل کر لان کو بہت اچھا رکھتے تھے اور کاوش کا واحد شوق بھی یہی تھا کہ اس کے گھر کا لان اور وہاں کے پھول پودے زیادہ سے زیادہ خوش نما نظر آئیں۔

لالو اور اس کا باپ دوسرے ملازمین کے ساتھ سرونٹ کوارٹرز میں رہتے تھے۔ نیلوفر ان باپ بیٹے کو لان میں کام کرتے ہوئے دیکھتی ہی رہی تھی لیکن وہ پہلا موقع تھا کہ جب وہ لالو کو اس حالت میں دیکھ رہی تھی۔ وہ کسرتی جسم کا مالک تھا۔ اس کے بازوؤں کی مچھلیوں پر دھوپ کی چمک نیلوفر کی آنکھوں کو خیرہ کرنے لگی اور اس کے تصور میں چند انگریزی فلموں کے مناظر ابھرنے ڈوبنے لگے۔ اسے یوں محسوس ہونے لگا جیسے اس کے وجود میں کوئی انگارہ آتش فشاں بننے لگا ہو۔

ذرا دیر بعد لالو کی نظر نیلوفر پر پڑی تو وہ کچھ گھبرا سا گیا۔ پائپ اس کے ہاتھ سے گر پڑا۔ اس نے جلدی سے ایک بڑا سا کپڑا اپنے جسم پر لپیٹا اور تیزی سے سرونٹ کوارٹرز کی طرف جانے لگا۔

نیلوفر اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے لوٹی۔ اپنے کمرے میں جا کر وہ بستر پر گری تو اس کے تنفس کی رفتار خاصی تیز تھی۔

"کاوش۔ کاوش!" وہ بڑبڑائی۔ "میرے پاس آجاؤ کاوش! مجھے یہاں نہ چھوڑو۔"

○☆○

کاوش، نیلوفر کی اس پکار سے یکسر ہی بے خبر رہا تھا۔ اس کی دانست میں اس نے اتنی کمی بھی نہیں کی تھی کہ اس کا احساس نیلوفر کو مسلسل بے کلی کا شکار کر دیتا۔

نیلوفر کی اس پکار سے بے خبر وہ اپنے چند گھنٹے بڑے انہماک کے ساتھ اپنے کام میں گزارتا رہا۔

ایک شام نجمہ کے جانے کے بعد اس نے نیلوفر سے کہا۔ "پرسوں ہماری شادی کی سالگرہ ہے نیلو! سارے انتظامات محسن نے سنبھال رکھے ہیں لیکن یہ وہ مجھے نہیں بتا سکا کہ میں اس موقع پر تمہیں کیا تحفہ دوں۔ تم نے مجھ سے کوئی فرمائش نہیں کی لہٰذا اس موقع پر تم ہی بتاؤ کہ میں تمہیں کیا دوں!"

"میرے لیے اس سے بڑا تحفہ اور کیا ہوگا کہ آپ میرے پاس رہیں۔"

"یہ تو کوئی تحفہ نہ ہوا۔ میں تمہارے ساتھ تو رہتا ہی ہوں۔"

"رہتے تو ہیں لیکن... بس... میں چاہتی ہوں کہ...." نیلوفر اپنی بات پوری نہ کر سکی۔ اس نے اپنا سر کاوش کے سینے پر رکھ دیا۔

"کیا چاہتی ہو بھئی!" کاوش ہنسا۔

"بس۔" نیلوفر پھر اپنی بات نہ کہہ سکی اور رک کر بولی۔ "آپ کے ہوتے ہوئے مجھے کسی تحفے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"یہ تو غلط بات ہے۔ شادی کی پہلی سالگرہ پر میں تمہیں کوئی تحفہ ضرور دینا چاہتا ہوں۔ ایک چیز کا خیال تو مجھے آ ہی چکا ہے۔"

"کس چیز کا خیال؟"

"کوٹھی آخر بک ہی گئی۔"

"کوٹھی؟" نیلوفر چونکی۔ "کون سی کوٹھی؟"

"وہی جہاں سے ہم یہاں آئے تھے" کاوش نے جواب دیا۔ "قیمت زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ جلدی نہیں بک سکی تھی۔ میں نے جلدی کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی۔ سب کچھ وکیل صاحب پر چھوڑ دیا تھا۔ آخر ایک سال بعد انہیں ایک اچھا گاہک مل ہی گیا۔ آج انہوں نے فون پر بتایا ہے کہ سارے معاملات طے ہو چکے ہیں۔ کل اس کی یہ رقم بھی آجائے گی۔ میں نے سوچا کہ شادی کی سالگرہ کے موقع پر وہی رقم تحفے کے طور پر تمہارے اکاؤنٹ میں جمع کرا دوں!"

"میں اتنی بڑی رقم کا کیا کروں گی؟" نیلوفر نے پریشان ہو کر کہا۔ "میرے اکاؤنٹ میں آپ نے پہلے ہی خاصی رقم جمع کروا رکھی ہے۔"

"یہ رقم بھی بینک میں جمع تو کروانا ہوگی نا! مجھے اس خیال سے ہی کچھ خوشی ہوئی تھی کہ وہ تمہارے اکاؤنٹ میں جمع کرواؤں۔ مجھے وہ خوشی حاصل کر لینے دو۔ وہ خوشی تمہاری طرف سے میرے لیے تحفہ ہوگی۔"

"اگر آپ کو اس سے خوشی ہوگی تو ٹھیک ہے ورنہ میرے اکاؤنٹ میں اتنی بڑی رقم کا ہونا عجیب سی بات ہوگی۔"

"عجیب سی بات کیوں ہوگی؟ زیادہ رقم میرے اکاؤنٹ میں جمع ہو یا تمہارے اکاؤنٹ میں، بات تو ایک ہی ہے۔ لو دیکھو! ڈوگی بھی اپنی ایک آنکھ بند کر کے میری بات کی تائید کر رہا ہے۔"

وکیل صاحب سے ملے ہوئے کتے کا کوئی خاص نام رکھنے کے بجائے وہ اسے صرف ڈوگی ہی کہنے لگے تھے۔ وہ نیلوفر سے زیادہ کاوش سے مانوس ہو گیا تھا اور ہر وقت اسی کے ساتھ ساتھ رہتا تھا۔

نیلوفر نے اس کی طرف دیکھا اور مسکرا دی۔ "یہ اس کی ایک آنکھ سے دیکھنے کی عادت بھی عجیب سی ہے!"

"لیکن ایسا یہ کبھی کبھی کرتا ہے اور مجھے ہنسی آجاتی ہے۔"

"شاید آپ کو ہنسانے ہی کے لیے ایسا کرتا ہو!"

"شاید!" کاوش دھیرے سے ہنس دیا۔

○☆○

شادی کی سالگرہ کا دن آیا اور گزر گیا۔ کاوش معمول کے مطابق اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ کچھ دن سے ایسا بھی ہونے لگا تھا کہ کبھی کبھی اس کے ہاتھ رک جاتے اور وہ ادھورے مجسمے کی طرف دیکھتے ہوئے سوچنے لگتا کہ اس مرتبہ اس کے کام کی رفتار سست تھی۔ ایسا تو بہرحال تھا کہ وہ پہلے کی طرح اس کام میں سارا دن نہیں لگاتا تھا لیکن جو وقت وہ اب لگا رہا تھا، اس وقت میں بھی کام کی جو رفتار ہونا چاہیے تھی وہ نہیں تھی۔

شاید عمر کا تقاضا ہے، وہ سوچتا 'اب پہلی جیسی رفتار سے کام کرنا ممکن نہیں رہا۔ چار گھنٹے ہی میں کام کر کے وہ خاصا تھک بھی جاتا تھا۔ اسے تشویش ہونے لگی۔ اس رفتار سے تو اس کا کام دس سال میں بھی مکمل نہیں ہو پاتا!

چالیس سال کی عمر سے گزرتے ہی آدمی اتنا بوڑھا تو نہیں ہو جاتا' وہ سوچتا تھا اور اسے خیال آتا تھا کہ اس نے جیل میں جو چودہ سال گزارے تھے' انہوں نے شاید اس کی عمر... چودہ سال سے بھی زیادہ آگے دھکیل دی تھی۔

اس قسم کے خیالات اسے مایوس کرنے لگے تھے۔ وہ سوچنے لگتا تھا کہ اس طرح تو شاید وہ اپنا کام مکمل کیے بغیر ہی دنیا سے رخصت ہو جائے گا۔ وہ اپنی عمر سے زیادہ بوڑھا ہو چکا تھا۔ اب اس کی عمر طبعی زیادہ نہیں رہی تھی۔

ایک دن اسے ان خیالات سے اتنی وحشت ہوئی کہ اس نے نجمہ کو چھٹی دے دی۔ "تم جاؤ" آج میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔"

جب نجمہ چلی گئی تو وہ ایک منٹ تک اس مجسمے کے سامنے کھڑا رہا جو وہ تراش رہا تھا۔ اس دن اسے کام کرتے ہوئے دو گھنٹے گزر چکے تھے لیکن اس کا اندازہ تھا کہ اتنی دیر میں اتنا کام بھی نہیں ہوا تھا جو آدھے گھنٹے میں ہو جانا چاہیے تھا۔

"شاید اب یہ کام مجھ سے نہیں ہو سکے گا۔" وہ بڑبڑایا۔

ایک گوشے میں بیٹھے ہوئے ڈوگی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ شاید اس نے اپنے آقا کی بڑبڑاہٹ پہلے کبھی نہیں سنی تھی اور اس وقت کاوش نے بھی اپنی اس بڑبڑاہٹ کے بارے میں سوچا تھا۔ خود کلامی کی یہ کیفیت اسے اپنے ذہنی انتشار کی انتہا معلوم ہوئی تھی۔ اسے یاد نہیں تھا کہ وہ اپنی ساری زندگی میں کبھی اس طرح بڑبڑایا ہو!

'یہ کام شاید اب نہیں ہو سکے گا' اس نے سوچا اور وہاں سے چل پڑا۔ اس وقت وہ ڈوگی کو بھی بھول گیا تھا لیکن ڈوگی

اپنے آقا کی ایک ایک حرکت سے باخبر رہتا تھا۔ وہ اٹھ کر دوڑتا ہوا کاوش کے قریب پہنچا اور اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

"نیلوفر تو اس وقت شاید لاؤنج میں ہوگی" کاوش نے سوچا اور ہال سے نکل کر لاؤنج کی طرف چل پڑا۔

لیکن نیلوفر لاؤنج میں نہیں تھی۔

خیالات میں گم کاوش واپس لوٹنے کے بجائے لاؤنج کے دوسرے دروازے سے باہر نکلا اور اپنے بیڈ روم کی طرف بڑھا۔ اگر واپس لوٹ جاتا تو اسے اس کمرے کے سامنے سے گزرنا پڑتا جہاں اس نے اپنی لائبریری بنا رکھی تھی۔ وہ لائبریری اس کا بس ایک شوق ہی تھی۔ وہاں بیٹھ کر یا کوچ پر لیٹ کر مطالعہ کرنے کی عادت اسے کبھی نہیں رہی تھی۔ جب وہ کوئی کتاب پڑھنا چاہتا تو وہاں سے کتاب لے کر بیڈ روم میں چلا جایا کرتا۔

○☆○

نیلوفر نے ایک لفافہ لالو کی طرف بڑھاتے ہوئے اس سے نظریں ملائے بغیر کہا "اس میں دو ہزار روپے ہیں۔ اب تم جاؤ کسی کو پتا چلنے سے پہلے کہ میں نے تمہیں بلایا تھا۔"

"پھر اب آپ کب بلائیں گی بیگم صاحب جی!" لالو نے حریصانہ انداز میں پوچھا۔

اسی وقت نیلوفر کو ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی لائبریری کے دروازے کے قریب آیا تھا۔ اس احساس کے ساتھ ہی نیلوفر کو ایسا لگا جیسے اس کے جسم کی جان نکلنے لگی ہو۔

"جاؤ۔ جلدی جاؤ۔" نیلوفر بڑی مشکل سے دھیمی آواز میں کہہ سکی۔

لالو نے ایک بار اس کی نظروں کا تعاقب کرتے ہوئے دروازے کی طرف دیکھا اور شاید نیلوفر کے چہرے کے تاثرات سے بھی کچھ سمجھ گیا۔ کچھ پریشانی اس کے چہرے پر بھی دکھائی دی۔ پھر وہ بڑی تیزی سے کھڑکی کی طرف گیا۔ اس پر چڑھا اور دوسری طرف غالباً پنجوں کے بل کودا تاکہ آواز نہ ہو۔

نیلوفر کوچ پر بیٹھ گئی۔ اس کی پنڈلیاں سنسنانے لگی تھیں۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس نے دوبارہ کوئی آہٹ نہیں سنی اور سوچنے لگی کہ شاید وہ اس کا وہم تھا کوئی آہٹ نہیں تھی۔ وہاں کوئی ملازم اس وقت تک آ ہی نہیں سکتا تھا جب تک اسے بلایا نہ جائے اور کاوش تو جب کام کرنے کے لیے ہال میں جاتا تھا تو شام کو ہی وہاں سے نکلتا تھا۔ کسی بھی چیز کی ضرورت ہوتی تھی تو ملازم سے منگوا لیا کرتا تھا۔

دس بارہ منٹ گزر گئے تو نیلوفر کوچ سے اٹھی۔ لائبریری کا انتخاب اس نے اس لیے کیا تھا کہ وہ اس کی دانست میں ایک محفوظ ترین جگہ تھی۔ کاوش کو کبھی اس طرف آنا ہوتا بھی تھا تو شام کے بعد جب اسے رات کو لیٹ کر کوئی کتاب پڑھنا ہوتی تھی۔

نیلوفر نے کھڑکی کا سلائیڈنگ ڈور لاک کیا' پردے درست کیے اور آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھی۔ دروازے کے قریب رک کر وہ لمبی لمبی سانسیں لینے لگی تھی۔ اس وقت تک اس کے دل کی تیز دھڑکنوں میں کوئی خاص کمی نہیں آئی تھی۔ خوف اسے اب بھی اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے تھا۔ وہ دروازہ کھولتے ہوئے متذبذب تھی لیکن اسے وہاں سے نکلنا تو تھا۔ پانچ منٹ رک کر اس نے آہستگی سے بولٹ گرائے' پھر کانپتے ہوئے ہاتھ سے دروازہ کھولا۔ اس کی آنکھیں اس طرح سہمی ہوئی تھیں جیسے انہیں کوئی غیر متوقع خطرہ نظر آجانے کا اندیشہ ہو۔ لیکن جب وہ جھجکتی ہوئی باہر نکلی تو اسے وہاں کوئی بھی دکھائی نہیں دیا۔ اس نے ایک طویل سانس لی اور وہیں دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی۔

اس کے چند منٹ اپنی حالت پر قابو پانے میں صرف ہوئے اور پھر وہ لائبریری کا دروازہ بند کر کے ہال کی طرف چل پڑی۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ آہٹ یقیناً اس کا وہم ہی تھی لیکن یہ سوچ لینے کے باوجود وہ کاوش کو دیکھنے کے لیے ہال میں پہنچ گئی۔

ہال میں قدم رکھتے ہی ایک مرتبہ پھر اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ کاوش وہاں نہیں تھا۔ نجمہ بھی نہیں تھی۔ وہ گھبرائی ہوئی کوٹھی سے باہر نکلی۔ اس نے ایک ملازم سے نجمہ کے بارے میں پوچھا۔

"وہ تو آج جلدی چلی گئیں۔ شاید آدھا گھنٹا ہو گیا۔"

ملازم نے جواب دیا اور کچھ حیرت سے نیلوفر کی طرف دیکھنے لگا۔ غالباً اس کے خیال کے مطابق نیلوفر کو یہ بات معلوم ہونا چاہیے تھی۔

نیلوفر اس سے مزید کچھ کہے بغیر واپس مڑی اور ڈرائنگ روم میں داخل ہو کر ایک صوفے پر ڈھیر ہو گئی۔ ایک مرتبہ پھر اس کا جسم ٹھنڈا پڑنے لگا تھا۔ نجمہ آدھے گھنٹے پہلے چلی گئی تھی تو اس کا مطلب یہی تھا کہ لائبریری کے دروازے پر اس نے جو ہلکی سی آہٹ سنی تھی' وہ کاوش ہی کی ہوگی۔

یہ کیا ہو گیا' اس کا دل بھر آیا۔ بہت دن کی بے کلی کے بعد آج اس کے قدم بہک ہی گئے تھے لیکن اس نے بروقت

خود کو سنبھال بھی لیا تھا۔ بات اس حد تک آگے نہیں بڑھی تھی کہ وہ اپنی ہی نظروں میں گر جاتی لیکن۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ لالو کو بلانے سے پہلے اس نے بہت سے جواز تراشے تھے جو ہر مجرم خود کو حق بجانب قرار دینے کے لیے تراشتا ہے لیکن اب وہ سب جوازات بے معنی معلوم ہونے لگے تھے۔ کاوش نے اگر کچھ سن لیا تھا تو اب وہ اس کی حقیقت بیانی تسلیم نہیں کرتا۔

"اب تک یہاں بیٹھی رہو گی؟" کاوش کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

کاوش اندرونی دروازے پر کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر ایسے تاثرات تھے جنہیں غصے اور رنج و ملال کا امتزاج سمجھا جا سکتا تھا۔

"میں کافی دیر سے کمرے میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔"

کاوش نے کہا اور جواب کا انتظار کیے بغیر واپس مڑ گیا۔

نیلوفر کا جسم پہلے سے زیادہ شل ہونے لگا۔ اب اس میں کسی شبے کی گنجائش باقی نہیں رہی تھی کہ کاوش سب کچھ جان چکا تھا۔ اس کے چہرے سے شدید برہمی ظاہر ہو رہی تھی۔

نیلوفر کے دماغ میں سائیں سائیں ہونے لگی۔ اس وقت وہ شاید کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل ہی نہیں رہی تھی۔ وہ مشینی انداز میں اٹھی اور دھیرے دھیرے قدم اٹھانے لگی۔ پہلے کبھی اسے بیڈ روم تک کا فاصلہ اتنا طویل محسوس نہیں ہوا تھا۔

وہ بیڈ روم میں داخل ہوئی اور دروازے کے قریب ہی رک گئی۔ اس کے دل کا چور اس کے پیروں کی زنجیر بن گیا تھا۔

"نیلوفر!" کاوش بولا "تم میں اور صدف میں اتنا فرق تو ہے کہ تم اس کی طرح منہ زور نہیں ہو۔ تمہیں اپنی سنگین غلطی کا احساس ہے لیکن اس احساس کی وجہ سے میں تمہیں قابل معافی نہیں سمجھ سکتا۔ تم نے مجھے تباہ کر دیا ہے نیلوفر۔ میں دنیا کو تو کیا' اپنے ملازموں کو بھی منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا۔ تم نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ دنیا کے نظریے کو رد کرنے کی میری کوشش محض ایک حماقت تھی۔ دنیا کو یہ بتانا بالکل فضول تھا کہ عورت کو اگر غور سے' گہری نظر سے دیکھا جائے تو اس کا ہر روپ اور اس کے اسباب سمجھے جا سکتے ہیں اور عورت ہرگز کوئی معما نہیں ہے لیکن تم نے ثابت کر دیا کہ عورت کو سمجھنا مرد کے لیے ہرگز ممکن نہیں۔ عورت واقعی ایک معما ہے۔" کرب اور غصے میں کاوش بولتا ہی چلا گیا۔

"صدف کے معاملے کو تو میں نے سمجھ لیا تھا لیکن تمہارے معاملے میں میری آنکھیں' میری سوچ' میرے احساسات سب کچھ دھوکا کھا گئے۔ تمہارے قدم کیوں بہکے' میں اس کا اندازہ تو لگا سکتا ہوں لیکن پھر بھی میں حیران ہوں کہ تمہارے قدم کیوں بہکے۔ تم نے تو چودہ سال میرا انتظار کیا تھا۔ ان چودہ سالوں میں تم نے کسی کو اپنے قریب نہیں آنے دیا۔ اس سے میں نے سمجھا تھا کہ تمہاری طلب صرف میں ہوں۔ مجھ سے تمہیں کچھ مطلب نہیں ہوگا۔ اگر تمہیں مجھ سے کچھ مطلب ہوتا تو یہ تجربہ تمہیں شادی سے پہلے ہی ہو گیا تھا کہ یہ مجھ سے شادی کی صورت میں ممکن نہیں ہوگا۔ تم اس شادی سے گریز کر سکتی تھیں لیکن تم نے ایسا نہیں کیا۔ میں یہ بھی نہیں سوچ سکتا کہ صدف کی طرح تمہیں میری دولت سے کوئی دلچسپی ہوگی۔ میں نے سال بھر میں اچھی طرح محسوس کر لیا ہے کہ دولت اور عیش و عشرت کی زندگی تمہارے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی۔ تم صرف مجھ سے محبت کرتی تھیں اور غالباً اب بھی مجھ سے محبت کرتی ہو لیکن اس کے باوجود تمہارے قدم بہک گئے۔"

نیلوفر کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اس کے ہونٹ پھڑپھڑائے۔ اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن آواز اس کے حلق سے نہیں نکل سکی۔

"کچھ بولنے کی ضرورت نہیں ہے تمہیں۔" کاوش نے بڑے کرب سے کہا "اگر تم مجھ سے معافی مانگنا چاہتی ہو تو بیکار ہے۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ تم معافی کے قابل نہیں ہو۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ میں صدف کی طرح تمہیں بھی قتل کر دیتا۔ میرے خون میں ابال تو آ ہی گیا تھا۔ یہاں آکر میں نے ریوالور بھی نکال لیا تھا لیکن پھر میرے دماغ میں کچھ ایسے خیالات آئے کہ میں رک گیا۔ شاید وہ خیال یہی تھا کہ تم اب بھی مجھ سے محبت کرتی ہو لیکن صرف ایک کمی سے سمجھوتا نہیں کر سکیں۔ میرے سامنے ایسی مثالیں بہت کم ہیں کہ محبوب بیوی کے مرنے کے بعد مرد نے دوسری شادی نہ کی ہو لیکن ایسی مثالیں زیادہ ہیں کہ چند دن کی دلہنوں نے بیوگی کے بعد اپنی ساری زندگی محرومیوں کے سائے میں بڑی پاکیزگی سے گزار دی لیکن تم اس سے کم تر درجے کی محرومی بھی برداشت نہیں کر سکیں۔ جبکہ تمہیں مجھ سے محبت بھی ہے۔ غالباً اسی لیے دنیا نے عورت کو ایک معما کہا ہے۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کب کیا کر گزرے گی اور اس کا وہ عمل غیر ارادی ہوگا یا ارادی' اس کے نتائج و عواقب اسے معلوم ہوں گے یا نہیں۔ آج میں نے اپنے نظریے کو قتل ہوتے

ہوئے دیکھ لیں۔ نیلوفر! مجھ سے تمہاری محبت کسی درجے کی بھی ہو لیکن مجھے اب تم سے نفرت ہو چکی ہے۔ تم نے مجھے جو کچھ دیا تھا وہ کم نہ تھا۔ اب تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے میری نظروں سے دور ہو جاؤ۔ تم دونوں سے... جو کچھ دیا تھا وہ میں تم سے واپس نہیں لوں گا۔ تمہارے دل میں میرے لیے جو محبت ہے اس کے عوض وہ سب کچھ تمہارا ہے اور اس کے علاوہ بھی بہت کچھ تمہارا ہے جو مناسب وقت پر تمہیں معلوم ہو جائے گا۔"

نیلوفر نے آنسوؤں سے بھری آنکھیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور بھرائی ہوئی آواز میں بولی "میں آپ سے معافی نہیں مانگوں گی۔ کیونکہ میں نے وہ نہیں کیا جو آپ سمجھ رہے ہیں۔ میں بھی تو کسی مجبوری میں... خود کو اس وقت سنبھال بھی لیا تھا۔ آپ میری بات تسلیم نہیں کریں گے لیکن آپ نے بالکل ٹھیک سمجھا ہے کہ میں قابلِ معافی نہیں ہوں۔ میرا جرم بہت سنگین ہے۔ مجھے تو اس کی بھی بہت بھیانک سزا ملنی چاہیے اور میرے لیے اس سے بڑی بھیانک سزا کوئی ہو بھی نہیں سکتی کہ آپ مجھے خود سے دور کر دیں۔ آپ مجھے قتل کر دیتے تو یہ بہت معمولی سزا ہوتی۔ مجھے یہی سزا ملنی چاہیے کہ میں آپ سے دور ہو کر تڑپتی رہوں اور سسک سسک کر مروں۔"

"ہاں۔" کاوش نے کہا "تمہاری یہی سزا ہے کہ تم قریب رہ کر بھی مجھ سے دور رہو۔ ابھی تسلیم نہیں ... وقت سمجھ ... گی۔"

"میں جا رہی ہوں۔" نیلوفر نے دبی ہوئی آواز میں کہا اور کمرے سے نکل گئی۔ اس کے قدم اس طرح اٹھ رہے تھے جیسے وہ ... وہ نہیں جانتی تھی کہ اب کہاں جائے گی۔ اس کے دماغ میں صرف ایک یہ خیال تھا کہ اب زندگی بھر کاوش سے نظر ملا کے بات کرنا بھی اس کے لیے ممکن نہیں۔ لہٰذا اسے کاوش سے بہت دور چلا جانا ہو گا۔ مگر کہاں؟

یہ وہ اس وقت نہیں جانتی تھی۔

ایک دیوار پر اسے کاوش کی تصویر آویزاں دکھائی دی تو وہ ٹھٹک کر اس کے سامنے رک گئی۔

"آپ..." اس کے ہونٹوں سے مدھم سی آواز نکلی لیکن وہ اپنی بات پوری نہیں کر سکی اور تصویر کو تکتی رہی۔

جب تک کاوش اس پر برستا رہا تھا، وہ کاوش کی طرف نہیں دیکھ سکی تھی۔ بس کمرے سے نکلنے سے پہلے اس نے نظر اٹھا کے کاوش کو دیکھا تھا جس کے چہرے کے تاثرات اس کے لیے اجنبی تھے۔ اس کے برخلاف تصویر میں مسکراتا ہوا کاوش اسے ہمیشہ کی طرح دکھائی دیا تھا۔ ویسا ہی کاوش جسے وہ چاہتی تھی۔ اس کی چاہت میں اب بھی کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ لالو تو اس کے لیے پانی کے ایک گلاس سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ پیاس میں انسان گلاس اٹھا کر پانی پی لیتا ہے لیکن پیاس بجھانے والے گلاس کی اس کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں ہوتی لیکن اس نے تو عین وقت پر اپنی پیاس کو نظر انداز کرتے ہوئے پانی نظر انداز کر دیا تھا۔ اس کی روح کی طلب تو کاوش تھا اس لیے وہ اس کی تصویر کو اتنی دیر تک دیکھ لینا چاہتی تھی کہ وہ اس کی آنکھوں میں نقش ہو کر رہ جائے۔

ایک دھماکے کی آواز نے اسے چونکا دیا اور پھر جب اس نے کچھ سمجھا تو اس کے چہرے پر دہشت سی پھیل گئی۔

"نہیں ایں ایسا ایں..." وہ پاگلوں جیسی طویل چیخ کے ساتھ بے تحاشا کاوش کے کمرے کی طرف دوڑی۔

جو دروازہ وہ کھلا چھوڑ آئی تھی وہ بدستور کھلا ہوا تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی اس نے بستر پر ڈھیر کاوش کو دیکھ لیا جو اپنے خون میں نہاتا جا رہا تھا اور کمرے میں بے چین بلی کی "کیاؤں کیاؤں" مسلسل جاری تھی۔

○○○

دن میں کمال کو اس سانحے کی اطلاع نہیں مل سکی تھی۔ انسپکٹر قریشی نے اسے رات کو دس بجے ٹیلی فون کر کے جگایا تو اس اطلاع نے اس کے ہوش اڑا دیے تھے۔ بعد میں قریشی اس کے گھر پہنچا تھا۔ اسے اپنا بیان دینے کے بعد کمال نے اپنی کار میں اسپتال کا رخ کیا۔

اسپتال پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ کاوش کو اسی وقت آپریشن تھیٹر سے انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں منتقل کیا گیا تھا۔

وہ اسپتال کاوش کے دوست ڈاکٹر محسن کا تھا جو طویل عرصے کی پریکٹس کے بعد ملک کا سب سے کامیاب نیورو سرجن سمجھا جانے لگا تھا اور اس نے اپنا ایک بہت بڑا اسپتال بھی بنا لیا تھا۔

نیلوفر کاوش کو کار میں ڈال کر سیدھی وہیں لائی تھی۔ بعد میں پولیس کو اس کی اطلاع دینے والا ڈاکٹر محسن تھا جو اب سرجن کہلاتا تھا۔

ریسپشنسٹ کی نشان دہی پر کمال، محسن کے کمرے میں پہنچا جہاں اس وقت نیلوفر بھی تھی۔ اس کی آنکھیں انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔ صاف معلوم ہو رہا تھا کہ وہ بہت زیادہ رو چکی تھی۔ اس کے چہرے پر آنسوؤں کی لکیریں اب

بھی دیکھی جا سکتی تھیں اور اسے وہ لکیریں صاف کرنے کا ہوش بھی نہیں تھا۔ وہ اس طرح بیٹھی ہوئی تھی جیسے اسے سکتہ ہو گیا ہو۔ محسن اسے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ آخر کب تک اسپتال میں بیٹھی رہے گی۔

کمال کو دیکھ کر محسن نے اپنے سر کو خفیف سی جنبش دی۔

"یہ کیسے ہو گیا؟" کمال نے اس کے سامنے کرسی پر بیٹھتے ہوئے بے چینی سے پوچھا "کاوش کی حالت اب کیسی ہے؟" اس نے بیک وقت دو سوال کر ڈالے۔

"ابھی کاوش کی حالت کے بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔" محسن نے جواب دیا "اور ہوا یہ ہے کہ کاوش نے ریوالور اپنی کنپٹی پر رکھ کر گولی چلائی تھی۔ اس طرح خودکشی کی کوشش کرنے والا بچ نہیں پاتا کیونکہ گولی دماغ کے چیتھڑے اڑا دیتی ہے لیکن کاوش کے معاملے میں ایک عجیب واقعہ ہوا ہے۔ اس کے ہاتھ پر کچھ خراشیں پائی گئی تھیں۔ بعد میں پتا چلا کہ وہ خراشیں کسی کتے کے پنجے کی تھیں۔ تمہیں معلوم تو ہو گا کہ کاوش نے ایک کتا پال لیا تھا؟"

"ہاں۔" کمال نے جھوٹ بولا۔ اس نے ابھی تک کسی کو نہیں بتایا تھا کہ کاوش سے اس کے تعلقات ختم ہو چکے تھے۔

"اسی کتے کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔" محسن نے ٹھنڈی سانس لے کر جواب دیا "عجیب سا واقعہ ہے لیکن یہی قیاس کیا جا سکا تھا کہ جس وقت کاوش نے گولی چلائی تھی تو کتا اس کے ہاتھ پر جھپٹ پڑا تھا۔ اس کے دھکے سے ریوالور سیدھا نہیں رہ سکا اور ریوالور سے نکلنے والی گولی ترچھے زاویے سے سر میں داخل ہوئی اور دماغ کے قریب سے گزر گئی۔ اسی قیاس کی بنا پر کتے کو یہاں لا کے اس کے پنجوں کا معائنہ کیا گیا تھا۔ اس طرح اس قیاس کی تصدیق بھی ہو گئی۔"

"مجھے دس بجے کے قریب اس کی اطلاع انسپکٹر قریشی کے فون سے ہوئی تھی تو میں حواس باختہ ہو گیا تھا۔"

"انسپکٹر قریشی ہی اس معاملے کی تحقیق کر رہا ہے کہ کاوش کو خودکشی کا خیال کیوں آیا تھا۔"

"کاوش نے یہ کوشش اپنے کمرے میں کی تھی؟"

"ہاں۔"

"وہاں کاوش کی کوئی تحریر نہیں ملی؟"

"ایسی کسی تحریر کی تلاش میں انسپکٹر قریشی فوراً کاوش کے گھر جانا چاہتا تھا اور یہ بھی چاہتا تھا کہ نیلوفر بھابی کو اپنے ساتھ لے جائے لیکن اس وقت ان کی حالت ٹھیک نہیں تھی۔ اس وقت یہاں انہیں سنبھالنا ہی مشکل ہوا جا رہا تھا۔"

"لیکن جب دس بجے انسپکٹر قریشی نے مجھے فون کیا تھا تو نیلوفر بھابی شاید گھر جا رہی تھیں۔"

کمال کے منہ سے "بھابی" کا نام سن کر پہلی مرتبہ نیلوفر نے نظریں اٹھا کے اس کی طرف دیکھا اور پھر دیوانگی کی سی حالت میں اس کی طرف دیکھتی ہی رہی۔

کمال نے اس پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالنے کے بعد نظریں چرا لی تھیں۔

"ہاں۔" محسن نے اسے جواب دیا "نو بجے کے قریب ان کی حالت کچھ سنبھلی تو یہ پولیس کے ساتھ گھر گئی تھیں۔ ساڑھے دس بجے سے پہلے لوٹ آئی تھیں۔ مجھے اس کا علم نہیں کہ پولیس کو کاوش کے کمرے سے کوئی تحریر ملی یا نہیں۔ نیلوفر بھابی نے بھی مجھے کچھ نہیں بتایا۔ ان کی حالت اب بھی ٹھیک نہیں۔ تم دیکھ ہی رہے ہو کہ یہ کس طرح بیٹھی ہوئی ہیں۔"

"باقی احباب کو پتا چل چکا ہے؟"

"ہاں۔" محسن نے جواب دیا "وہ سب میرے ہی کمرے میں تھے لیکن نیلوفر بھابی کے آنے کے بعد یہاں سے اٹھ گئے تھے۔"

"مجھے کوئی نظر نہیں آیا۔"

"وہ سب شاید اسپتال کی کینٹین میں ہوں۔"

"پولیس کے دو ایک آدمی دکھائی دیے تھے۔"

"ہاں۔" محسن نے کہا "انہیں اس کا انتظار ہے کہ کاوش کو ہوش آئے تو وہ اس کا بیان لیں۔ میں انہیں سمجھا چکا ہوں کہ اگر کاوش کو ابھی ہوش آ گیا تو بھی میں پولیس کو اس کا بیان لینے کی اجازت ابھی نہیں دوں گا۔ کاوش کی حالت اطمینان بخش ہونا ضروری ہے لیکن انسپکٹر قریشی کی ہدایت پر دو آدمی بدستور یہاں دھرنا دیے ہوئے ہیں۔"

کمال نے کن انکھیوں سے نیلوفر کی طرف دیکھا، پھر کھڑا ہوتا ہوا بولا "اچھا میں کینٹین میں جا کر باقی دوستوں سے ملتا ہوں۔"

محسن نے سر ہلا دیا۔

کمال کمرے سے نکل آیا۔ اس نے محسوس کیا تھا کہ نیلوفر کو وہاں اس کی موجودگی گراں گزر رہی تھی۔ یہ بھی صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اس وقت اسے اپنے دماغ پر قابو نہیں تھا۔ ایسی صورت میں وہ کسی وقت بھی کمال پر برس پڑتی تو اسے تعجب نہ ہوتا۔ وہ اس کے اور صدف کے تعلق سے

بحال آگئی تھی۔
کینٹین میں کاوش کو سبھی احباب ایک میز کے گرد بیٹھے نظر آ گئے۔ ان میں سے کچھ کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اپنے جذبات پر قابو رکھنے میں خاصی دقت محسوس کر رہے تھے۔
"تم آخری مرتبہ کب ملے تھے کاوش سے؟" ایک دوست نے پوچھا۔
"ہفتہ بھر تو ہو گیا ہو گا۔" کمال نے جھوٹ بولا "میری مصروفیت بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے۔"
"اس کی شادی کی سالگرہ پر بھی تم نہیں آئے تھے۔"
"اتفاق سے اس دن میں ملک سے باہر گیا ہوا تھا۔"
کمال نے سچ بتا دیا۔ اسے جب کاوش کی شادی کی سالگرہ کا علم ہوا تھا تو وہ ایک ہفتے کے لیے لندن چلا گیا تھا۔ وہ دوستوں سے اپنی اور کاوش کی رنجش کا سبب چھپانے کے لیے کچھ بھی کر سکتا تھا پھر اس نے جھوٹ بولا "بعد میں کاوش نے اس کی شکایت بھی کی تھی۔"
"خدا کرے ہمارا دوست بچ جائے۔" ایک جذباتی دوست بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔
"مجھے یہی امکان نظر آ رہا ہے کہ وہ بچ جائے گا۔" ایک اور دوست بولا "محسن کے چہرے پر مایوسی کے تاثرات نہیں ہیں۔"
"یہ کوئی دلیل نہیں ہے۔" جذباتی دوست نے کہا "ڈاکٹروں کو اپنے جذبات پر قابو رکھنا آ ہی جاتا ہے۔"
گفتگو یہیں تک پہنچی تھی کہ کمال نے انسپکٹر قریشی کو آتے ہوئے دیکھا۔ ایک دوست بولا "شاید وہ اسی طرف آ رہا ہے۔"
"کیا وہ تم سب سے پوچھ گچھ کر چکا ہے؟" کمال نے پوچھا۔
ایک دوست سے جواب سن کر کمال کو معلوم ہوا کہ ان میں سے دو تین کے علاوہ سب سے پوچھ گچھ کی جا چکی تھی۔
انسپکٹر قریشی میز کے قریب آ کر بولا "مجھے معلوم ہوا تھا کہ آپ لوگ یہاں ہیں۔ مجھے آپ لوگوں سے کچھ باتیں اور کرنا ہیں۔ امید ہے کہ مجھ سے آپ لوگوں کا تعاون جاری رہے گا۔"
"یقیناً۔ کیوں نہیں۔" کمال بولا "تشریف رکھیے۔"
"آپ سب سے میں الگ الگ بات کرنا چاہتا ہوں۔ آپ میں سے کوئی میرے ساتھ دوسری میز پر آ جائے۔ پہلے آپ ہی آ جائیے کمال صاحب۔"
"جی ضرور۔" کمال کھڑا ہو گیا۔
وہ اور انسپکٹر قریشی کچھ فاصلے پر ایک گوشے کی میز پر جا بیٹھے۔
"دراصل۔" انسپکٹر قریشی نے کہا "مجھے اب اس تحریر کے بارے میں بات کرنا ہے جو کاوش صاحب نے لکھی ہے۔"
"وہ مل گئی ہے آپ کو؟" کمال نے چونک کر پوچھا۔
"جی ہاں۔ جب میں آپ کے گھر آیا تھا تو بھی وہ پرچہ میری جیب میں تھا لیکن اس کے بارے میں کسی سے بات کرنے سے پہلے میں کاوش صاحب کا وہ بیان دیکھنا چاہتا تھا جو انہوں نے اپنی پہلی بیوی کو قتل کرنے کے بعد دیا تھا۔"
"اوہ!"
"میں اس زمانے میں پولیس میں بھی نہیں تھا۔ اس کے بارے میں مجھے ایک ہیڈ کانسٹیبل سے معلوم ہوا تھا جو اب ریٹائر ہونے والا ہے۔ بہرحال آپ سے ملنے کے بعد میں نے پولیس ہیڈ کوارٹر جا کے چودہ سال پرانی فائل نکلوائی تھی لیکن اس سے مجھے کوئی خاص بات معلوم نہیں ہو سکی۔ انہوں نے صرف اتنا ہی بیان دیا تھا کہ انہوں نے اپنی بیوی کو اس کی سرکشی کی وجہ سے ہلاک کیا تھا۔ وکلا کی کوشش کے باوجود اس سرکشی کی وضاحت سامنے نہیں آ سکی تھی۔"
"جی ہاں۔ مجھے یاد ہے۔"
انسپکٹر قریشی نے ایک پرچہ اپنی جیب سے نکال کر کمال کے سامنے رکھ دیا "یہ لکھا ہے انہوں نے۔"
کمال نے پرچے کی تحریر پڑھی۔
"میری موت میں کسی اور کا ہاتھ نہ سمجھا جائے۔ میں خودکشی کر رہا ہوں۔ میں اپنے فن کے ذریعے جو بات کہنا چاہتا تھا' وہ کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ وہ بات بالکل غلط ہے۔ اب میری زندگی کا کوئی مقصد ہی نہیں رہا اور جب انسان کی زندگی کا کوئی مقصد نہ رہے تو ایک بے معنی و بے مقصد زندگی کیوں گزاری جائے۔ کاوش!"
نام کے ساتھ تاریخ بھی درج تھی۔
پرچہ پڑھنے کے بعد کمال سوالیہ نظروں سے انسپکٹر قریشی کی طرف دیکھنے لگا۔
"آخر کیا مقصد تھا ان کا؟" قریشی نے پوچھا "وہ اپنے فن کے ذریعے کیا کہنا چاہتے تھے؟ یہ بات انہوں نے اپنے دوستوں کو تو بتائی ہوگی۔"
"جی نہیں۔" کمال نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا "میرا خیال ہے کاوش نے یہ بات شاید کسی کو بھی نہیں بتائی۔"

"اچھا۔" قریشی سوچتا ہوا بولا "کیا آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ کیا کہنا چاہتے تھے؟"
"جی نہیں۔" کمال نے جواب دیا "ان مجسموں کو دیکھنے والا کوئی شخص بھی کچھ نہیں سمجھ سکا تھا۔"
"وہ مجسمے اب کہاں ہیں؟"
"اب تو وہ ایتھنز میں ہیں۔ ایک شوقین یونانی سرمایہ دار وہ سب مجسمے خرید کر لے گیا تھا۔"
"ان مجسموں کی تصویریں بھی نہیں ہیں؟"
"جب ان مجسموں کی نمائش ہوئی تھی تو اخباری فوٹو گرافروں نے ان کی تصویریں کھینچی تھیں۔ اخبارات کی پرانی فائلوں میں آپ کو وہ تصویریں مل سکتی ہیں۔ کاوش کو ان مجسموں کی تصویریں رکھنے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔"
"وہ فائلیں بھی مجھے دیکھنا پڑیں گی۔"
"اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا آپ کو۔ آپ بھی نہیں سمجھ سکیں گے۔"
"اچھا۔" قریشی نے طویل سانس لی "آپ زبانی کچھ بتا سکتے ہیں مجھے ان مجسموں کے بارے میں؟"
"زبانی جس حد تک بتایا جا سکتا ہے' وہ بتائے دیتا ہوں۔"
"بتائیے!"
کمال نے اپنے حافظے پر زور دے کر ان مجسموں کے بارے میں وہ سب کچھ بتا دیا جو وہ بتا سکتا تھا۔
قریشی پُرخیال انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا' پھر بولا "یہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کاوش صاحب نے عورت کے حوالے سے کچھ کہنا چاہا ہو۔"
"بظاہر تو ایسا ہی لگتا ہے۔"
"اور اب انہیں اچانک اپنی وہ بات غلط معلوم ہونے لگی تھی۔" قریشی نے سوچتے ہوئے کہا "اپنی پہلی بیوی کو انہوں نے اس لیے قتل کیا تھا کہ وہ سرکش ہو گئی تھیں۔ کیا ممکن ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کی بات کو اپنے کسی نظریے کی وجہ سے سرکشی سمجھا ہو لیکن اب کسی وجہ سے انہیں احساس ہوا ہو کہ انہوں نے جسے سرکشی سمجھا تھا' وہ سرکشی نہیں تھی۔ یہ احساس ہونے کے بعد وہ بھی سوچ سکتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بیوی کو قتل کر کے غلطی کی تھی۔ یہ احساس ان کے اعصاب کو توڑ بھی سکتا ہے اور جب انسان کے اعصاب ٹوٹ جاتے ہیں تو وہ خودکشی کے بارے میں سوچنے لگتا ہے۔"
"شاید۔" کمال' قریشی کے کسی خیال کی تائید یا تردید کھل کر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسے ڈر تھا کہ اس کے منہ سے کوئی ایسی بات نہ نکل جائے جو اس کے اور صدف کے تعلق کو سامنے لے آئے۔
"آپ ان کے اپنی نئی بیوی سے کیسے تعلقات تھے؟" قریشی نے پوچھا۔
"بہت خوشگوار۔" کمال نے دوستوں سے حاصل کردہ معلومات کے مطابق جواب دیا۔
"ان کی موجودہ بیوی کی حالت تو ایسی ہے کہ ان سے کوئی بات معلوم ہی نہیں ہو سکتی۔" قریشی نے متفکر لہجے میں کہا "ان سے کوئی سوال کیا جائے تو وہ اس طرح منہ تکنے لگتی ہیں جیسے کوئی بات ان کی سمجھ میں ہی نہ آئی ہو ورنہ شاید ان سے یہ معلوم ہو جاتا کہ کچھ دن سے کاوش صاحب کچھ الجھے ہوئے کیوں تھے۔"
"مجھے یہ نہیں معلوم کہ کاوش ان دنوں کسی وجہ سے الجھا ہوا تھا۔"
"انہوں نے ایک سال سے جس لڑکی کو ماڈل بنا رکھا تھا' اسے جانتے ہیں آپ؟"
"صرف نام کی حد تک جانتا ہوں۔" کمال کو نجمہ کے بارے میں بھی دوستوں ہی سے معلوم ہوا تھا۔
قریشی بولا "یہ اسی کا بیان ہے کہ چند دن سے وہ کچھ الجھے ہوئے نظر آنے لگے تھے۔ آج انہوں نے معمول کے خلاف صرف دو گھنٹے کام کرنے کے بعد اسے چھٹی دے دی تھی اور اس سے کہا تھا کہ آج ان کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے پھر اس کے لگ بھگ ایک گھنٹے بعد ہی انہوں نے خود کو اس طرح ہلاک کرنا چاہا۔"
"میں کوئی اندازہ لگانے سے قاصر ہوں کہ کاوش کو آج کل کیا الجھن ہوگی۔"
"ابھی کینٹین میں آنے سے پہلے میری ملاقات کاوش صاحب کے قانونی مشیر سے ہوئی تھی۔ ان کے بیان کے مطابق ہفتہ بھر قبل وہ ان دونوں کی شادی کی سالگرہ میں شریک ہوئے تھے اور انہوں نے کاوش صاحب کو بالکل خوش دیکھا تھا۔ یہی بیان سرجن محسن کا بھی ہے۔ وہ تو پرسوں بھی کاوش صاحب سے ملے تھے۔ انہوں نے بھی کاوش صاحب کو الجھا ہوا محسوس نہیں کیا تھا۔"
"کاوش کی شادی کی سالگرہ پر میں ملک سے باہر تھا۔ کاوش سے میری آخری ملاقات جانے سے دو دن پہلے ہوئی تھی۔ میں نے بھی اس وقت اسے مطمئن ہی دیکھا تھا۔"
"اس کا مطلب ہے کہ انہوں نے اپنا اندرونی خلفشار کسی پر بھی ظاہر نہیں ہونے دیا۔ اس سے یہ بھی سمجھا جا سکتا

ہے کہ ان کی بیوی بھی ان کے اس خلفشار سے بے خبر ہوں گی۔"

"ہو سکتا ہے۔"

"اب اگر تجزیے کے بیان کو درست مان لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ وہ صرف مجسمے پر کام کرتے وقت ہی اس خلفشار میں مبتلا ہوتے تھے۔"

"شاید ایسا ہی ہو۔"

"کیا اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ وہ یہ کام کرتے وقت ہی خلفشار میں مبتلا رہتے تھے اور شاید یہ خلفشار بتدریج بڑھنے والے اس احساس سے ہو کہ ان کا وہ نظریہ غلط ہے جو وہ اپنے فن کے ذریعے لوگوں کو بتانا چاہتے تھے۔"

"آپ کا تجزیہ قابلِ فہم تو ہے۔" کمال جواب دیتے ہوئے بدستور محتاط رہا۔

قریشی نے ایک طویل سانس لی۔ اس کے چہرے پر الجھن کے آثار تھے۔ غالباً اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اب اپنی تفتیش کس طرح آگے بڑھائے۔ اچانک اس نے چونک کر ایک ٹھنڈی سانس لی، پھر بولا "اچھا کمال صاحب! شکریہ۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ آپ کے دوستوں سے بھی اس سلسلے میں کوئی پوچھ گچھ بیکار ہی ثابت ہو گی۔"

"اس بارے میں کچھ کہنا تو میرے لیے مشکل ہو گا۔"

"خیر ایک آدھ سے اور بات کر لیتا ہوں۔ آپ ان میں سے کسی کو بھی میرے پاس بھیج دیجیے۔"

"بہتر ہے۔" کمال اٹھ گیا۔

میز پر واپس جا کر اس نے ان میں سے ایک دوست سے کہا "اب تم چلے جاؤ انسپکٹر کے پاس۔"

وہ دوست سر ہلا کر اٹھ گیا۔

"ہم آخر یہاں کب تک بیٹھے رہیں گے۔" ایک دوست بولا "اب جا کر دیکھنا چاہیے کہ نیلوفر بھابی۔"

"ابھی کم از کم تم لوگ یہاں سے نہیں اٹھ سکتے۔" کمال نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا "انسپکٹر قریشی فرداً فرداً تم سبھی سے بات کرنا چاہتا ہے۔"

"تم سے اس نے کیا بات کی؟ وہ تمہیں کوئی پرچہ دکھا رہا تھا۔"

"وہ۔" کاوش جواب دیتے دیتے رک گیا۔ اس کی نظر کاوش کے وکیل پر پڑی تھی جو کینٹین میں داخل ہونے کے بعد انہی لوگوں کی طرف آ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر کچھ پریشانی تھی۔

قریب آتے ہی اس نے پوچھا "آپ دوستوں میں سے کوئی ایسا ہے جو اس وقت کاوش صاحب کی بیگم کو سنبھال سکے؟"

"کیا ہوا؟" کمال نے گھبرا کر پوچھا۔

"کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ کیا ہونے والا ہے۔" وکیل نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

انسپکٹر قریشی اپنی میز سے اٹھ کر تیزی سے قریب آیا اور کاوش کے وکیل سے بولا "آپ اتنے پریشان کیوں ہیں؟"

"آپ سے ابھی ڈاکٹر محسن کے کمرے میں ملاقات ہوئی تھی نا۔"

"جی ہاں۔"

"میں اب بھی وہیں بیٹھا ہوا تھا۔ دو منٹ پہلے ایک نرس کچھ گھبرائی ہوئی سی وہاں پہنچی تھی۔ ڈاکٹر محسن اس کے ساتھ آئی سی یو میں چلے گئے تھے۔ مسز کاوش بھی ان کے ساتھ ساتھ دوڑی تھیں لیکن ایک نرس نے انہیں آئی سی یو میں جانے سے روک دیا تھا۔"

یہ خبر ایسی تھی کہ سبھی دوست پریشان ہو کر اٹھ گئے اور انہوں نے کینٹین سے نکل کر انتہائی نگہداشت کے وارڈ کی طرف رخ کیا تھا۔

وہاں نیلوفر ایک طرف دیوار سے ٹیک لگائے کھڑی تھی اور خالی خالی نگاہوں سے وارڈ کے دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی۔

سبھی دوست نیلوفر کے قریب جا کر رکے لیکن نیلوفر نے ان میں سے کسی کی طرف نہیں دیکھا پھر کمال دو ایک دوستوں کے ساتھ چند قدم آگے بڑھ گیا۔

"خدا خیر کرے۔" ایک دوست کی آواز خاصی بھرائی ہوئی تھی۔

"اس وقت کسی عورت کو نیلوفر بھابی کے قریب ہونا چاہیے۔" کمال بولا۔

"ڈاکٹر محسن اپنی چھوٹی بہن عائشہ کو فون کر چکے ہیں۔" پیچھے آتے ہوئے کاوش کے وکیل نے انہیں بتایا "نیلوفر بھابی عائشہ سے کسی حد تک مانوس بھی ہیں۔ ڈاکٹر محسن نے انہیں اسی لیے بلایا ہے۔ میں آپ لوگوں کے پاس اس لیے گیا تھا کہ ان کے آنے سے پہلے کوئی تو ہو جو اس وقت مسز کاوش کے قریب رہ سکے۔"

"وہ آ گئی عائشہ۔" ایک دوست نے اشارہ کیا۔

کمال نے اس لڑکی کی طرف دیکھا جس کی عمر چوبیس پچیس سال سے کم نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ بہت تیزی سے نیلوفر کے قریب پہنچی اور اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کچھ کہنے لگی

تھی لیکن نیلوفر نے اسے بس ایک اچٹتی نظر سے دیکھا اور دوبارہ وارڈ کے دروازے کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

کمال نے عائشہ کو پہلی بار دیکھا تھا۔

وارڈ کا دروازہ کھلا تو کمال نے چونک کر اس طرف دیکھا۔ ڈاکٹر محسن وارڈ سے باہر نکلا تھا۔ اس کے ساتھ ایک ڈاکٹر اور بھی تھا۔ ان دونوں کے چہرے پر بڑی گمبھیرتا تھی۔

"خیریت تو ہے نا۔" کمال تیزی سے محسن کے قریب پہنچا۔

محسن نے اس پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالی اور نیلوفر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

کمال کا دل دھک سے رہ گیا۔ اس نے محسوس کیا تھا کہ محسن کی پلکیں کچھ نم تھیں۔

"اچھا ہوا تم بروقت آ گئیں عائشہ۔" محسن کی آواز میں ارتعاش تھا "تم نیلوفر بھابی کو ان کے گھر لے جاؤ۔" پھر وہ براہِ راست نیلوفر سے مخاطب ہوا "آپ گھر جائیے بھابی۔"

نیلوفر اس وقت بھی کچھ نہیں بولی۔ بس محسن کو تکتی رہی۔ اسی وقت ایک نرس ان کے قریب پہنچ کر رکی۔

"یس سر؟" اس نے محسن کی طرف دیکھا۔

"تمہیں ان دونوں کے ساتھ جانا ہے۔" محسن نے اس سے کہا اور پھر ایسا معلوم ہوا جیسے وہ پلٹ کر اپنے کمرے کی طرف چلا جانا چاہتا ہو لیکن اسی وقت نیلوفر نے اس کا بازو پکڑ لیا۔ اس کی گرفت بہت سخت تھی۔ زبان سے وہ اس وقت بھی کچھ نہیں بولی لیکن اس کی دہکتی ہوئی آنکھیں محسن سے پوچھ رہی تھیں کہ وہ اسے واپس گھر بھیجنے پر کیوں اصرار کر رہا ہے۔

"بھابی، پلیز۔" محسن نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "آپ گھر جائیے۔ ہم سب دوست کچھ دیر میں کاوش کو بھی وہیں لے آئیں گے۔"

یہ الفاظ سن کر تمام دوستوں کو سکتہ سا ہو گیا۔ قریب کھڑے ہوئے انسپکٹر قریشی نے بھی ایک ٹھنڈی سانس لی۔

نیلوفر کے ہونٹ پھڑپھڑائے "تو۔۔۔ تو کیا۔۔۔ تو کیا۔۔۔ سب کچھ۔۔۔ ختم ہو گیا؟" وہ اٹک اٹک کر بولی۔

محسن نے ہونٹ بھینچ کر اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس وقت اس کی آنکھوں سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی پل بھی آنسو اس کے گالوں پر ڈھلک جائیں گے۔

اس کے بازو پر نیلوفر کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ اس کا ہاتھ جیسے بے جان ہو کر جھول گیا اور اس نے دیوار سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ اس وقت بھی اس کا چہرہ بالکل سپاٹ رہا تھا۔

"انہیں لے جاؤ عائشہ! انہیں کسی طرح بھی لے جاؤ۔" محسن نے ہذیانی سے انداز میں اپنی بہن سے کہا اور تیزی سے مڑ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

اس وقت کئی دوستوں نے رومال اپنی آنکھوں پر رکھ لیے تھے۔

کمال کی آنکھوں میں آنسو نہیں تھے لیکن اس کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ ماضی کے "سانحے" کے باوجود اس کے دل سے اپنے دوست کی محبت ختم نہیں ہوئی تھی۔ وہ تنہائی میں بھی اکثر تڑپتا تھا کہ اس نے اپنے بچپن کا دوست کھو دیا۔

○☆○

کاوش کی تدفین کے بعد بھی کمال کی تڑپ ختم نہیں ہو سکی۔ کافی دن تک وہ خود کو شراب میں غرق کیے رہا۔ جب بھی اس کا نشہ کم ہوتا تھا، ماضی کی یادیں اس کے دل و دماغ میں سوئیاں چبھونے لگتی تھیں۔

پندرہ سال سے اس کی زندگی کرب ہی میں گزرتی رہی تھی۔ اس کی دوستی کی قاتل صدف تھی لیکن اس کے باوجود وہ صدف کو کبھی نہیں بھلا سکا تھا۔ صدف کی محبت اس کے دل سے نہیں نکل سکی اور اسی لیے اس نے صدف کے بعد کسی لڑکی سے شادی کے بارے میں سوچا تک نہیں تھا۔

صدف اس کے لیے ایک پاگل لڑکی تھی جو اسے بے تحاشا چاہتی تھی لیکن اس کی چاہت کا یہ روپ بھی عجب تھا کہ اس نے دولت کے لیے کاوش سے شادی کر لی تھی۔ اس نے اپنے اس اقدام کو کبھی برا بھی نہیں سمجھا تھا اور کمال کو بھی مجبور کرتی رہی تھی کہ وہ اس سے اپنا تعلق برقرار رکھے۔

کاوش سے اس کی شادی نے کمال کو دکھی کر دیا تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ اپنا دکھ اپنی ذات تک محدود رکھے اور کاوش سے دوستی کی خاطر صدف کو خود سے بالکل الگ رکھے لیکن اس کی یہ کوشش بار آور نہیں ہو سکی تھی۔ [illegible] صدف نے اسے بے بس کر دیا تھا۔ وہ دائمی طور پر اس سے الگ ہونے کے لیے تیار نہیں تھی۔ وہ اسے کسی نہ کسی طرح ملنے پر مجبور کر ہی دیتی تھی۔ ایک مرتبہ وہ جھنجلا کر اسے خودکشی کی دھمکی دے بیٹھا تھا تو وہ بہت دیر تک روتی رہی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ اگر اس نے ایسا کیا تو وہ اس کی قبر پر آ کر چھری سے اپنا سینہ چاک کر لے گی۔

کمال کو یقین بھی تھا کہ وہ ایسا کر گزرے گی۔ وہ اس کے لیے اتنی ہی پاگل تھی اور اس کا یہ اقدام بعد میں سب کی

سمجھ میں آ جاتا۔ کاوش کے دل پر کیا گزر رہی تھی' اس کا بھی کمال کو اچھی طرح اندازہ تھا لیکن یہ خیال بھی اسے پریشان رکھتا تھا کہ صدف سے اس کے تعلق کا علم ہونے پر بھی کاوش کسی قیامت ہی سے گزرے گا۔

کمال کو دوستی بہت عزیز تھی لیکن اس کے اندر ایک کمزور انسان بھی رہتا تھا جسے صدف سے محبت تھی۔ وہ شعوری طور پر صدف سے دور رہنے کا خواہش مند تھا لیکن لاشعوری طور پر اسے صدف سے ملنے کی خواہش رہتی تھی۔ صدف سے ملنے کے بعد اسے شرمندگی بھی محسوس ہوتی تھی کہ وہ اپنے بہت عزیز دوست کے ساتھ زیادتی کر رہا تھا اور اس کی ذمے دار صرف صدف تھی۔ ایک پاگل لڑکی جسے کمال نے ہمیشہ پاگل ہی سمجھا تھا۔ وہ بھی کبھی خود بھی اس سے کہا کرتی تھی "ہاں میں دیوانی ہوں' تمہاری دیوانی۔"

کمال اس کی اس دیوانگی سے ڈرتا تھا کہ وہ نہ جانے کیا گل کھلائے گی اور آخر کار گل کھل کر ہی رہا تھا۔ صدف کاوش کے ہاتھوں قتل ہو گئی تھی۔ کمال اپنی محبت سے محروم ہو گیا تھا۔ اس نے چودہ پندرہ سال میں متعدد مرتبہ صدف کی قبر پر جا کے آنسو بہائے تھے لیکن اسے کاوش سے یہ شکوہ نہیں تھا کہ اس نے اس کی محبوبہ کو مار ڈالا۔ کوئی بھی غیرت مند شخص صدف کی اس حرکت کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اسی لیے کمال کے دل سے کاوش کی محبت بھی ختم نہیں ہوئی تھی۔ وہ ڈھیٹ بن کر کاوش سے ملنے جیل بھی پہنچ گیا تھا اور اسے اپنی ساری مجبوری بتا دی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ کاوش اسے معاف کر دے لیکن ایسا ہو نہیں سکا تھا۔ خود کمال نے بھی محسوس کیا تھا کہ وہ ایک ناممکن سی بات تھی جس کے لیے وہ کوشاں ہوا تھا۔ یہی بہت تھا کہ کاوش نے بڑے ظرف کا ثبوت دیتے ہوئے اس سے بات کرنا گوارا کر لی تھی۔

اس طرح محبوبہ کے بعد دوست بھی بچھڑ گیا تھا جس نے اس کے کرب میں بہت اضافہ کیا تھا اور اب اس نے شراب میں پناہ لینے کی کوشش کی تھی۔

یہ بات زیادہ عرصے تک اس کے دوستوں سے چھپی نہ رہ سکی اور انہوں نے اسے گھیرنا شروع کر دیا تھا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ کمال خود کو اس طرح تباہ کر لے۔ ان میں سے کسی نے بھی صدف کے بارے میں تو کوئی بات نہیں سوچی ہو گی لیکن یہ ضرور سمجھا ہو گا کہ کاوش جیسے دوست کی موت کمال سے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔

دوستوں کی مسلسل قربت سے اس کی شراب نوشی دھیرے دھیرے کم ہونے لگی۔ انہی دوستوں کی وجہ سے اسے نیلوفر کی حالت کا علم بھی ہوتا رہا۔

دنیا سے کاوش کی رخصتی کے بعد بھی نیلوفر کا سکوت نہیں ٹوٹا تھا۔ ڈاکٹر محسن اسے مسلسل دوائیں دے رہا تھا۔ اس نے اپنی بہن عائشہ کو بھی مستقل طور سے نیلوفر کے ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ دراصل اسے ڈر تھا کہ تنہائی میں نیلوفر خود کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچا بیٹھے۔ اس کی ذہنی حالت سے کچھ بھی بعید نہیں تھا۔

عائشہ کو اس کے ساتھ مسلسل رہنے میں کوئی پریشانی بھی نہیں تھی۔ وہ اکیس سال کی عمر میں اپنی شادی کے صرف چار ماہ بعد بیوہ ہو گئی تھی اور کچھ عرصے اپنی سسرال میں رہنے کے بعد اپنے میکے آ گئی تھی۔ محسن تو چاہتا تھا کہ اس کی شادی کر دے لیکن اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ زندگی بھر دوسری شادی نہیں کرے گی۔ اسے اپنے شوہر سے بہت محبت تھی اور اسی لیے وہ لگ بھگ پانچ سال سے اپنے فیصلے پر قائم تھی۔

اس کا درد نیلوفر کے درد سے مشترک تھا اس لیے وہ نیلوفر کو معمول کی زندگی کی طرف لانے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی۔

کمال کو ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی تھی کہ کاوش کے پالتو کتے نے اس کی موت کے بعد کھانا پینا چھوڑ دیا تھا اور جب اس کی حالت بہت زیادہ خراب ہو گئی تھی اور اسے جانوروں کے ایک ڈاکٹر کے پاس بھی لے جایا گیا تو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا۔ اس طرح کتے نے بھی اپنے مالک کی طرح خودکشی کر لی تھی۔

ڈیڑھ ماہ بعد نیلوفر کی سکوت کی کیفیت دھیرے دھیرے ختم ہونے لگی۔ کسی کسی وقت وہ عائشہ سے باتیں کرنے لگتی۔

اس کے بعد اس نے کاوش کے وکیل کو اپنے پاس بلایا اور اس سے کہا کہ وہ کاوش کی کروڑوں کی دولت سے کچھ اچھے اور فلاحی کاموں کی منصوبہ بندی کرے۔

دوستوں ہی سے کمال کو یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ کاوش نے اپنی شادی کی پہلی سالگرہ کے موقع پر اپنی پہلی کوٹھی کی فروخت سے آنے والی ساری رقم تو نیلوفر کے اکاؤنٹ میں جمع کرائی ہی تھی لیکن اس سے پہلے وہ شادی کے بعد ہی اپنا سب کچھ نیلوفر کے نام کر چکا تھا جس کا علم صرف وکیل ہی کو تھا اور اس نے اب کہیں جا کر نیلوفر کو اس بات سے آگاہ کیا تھا۔

نیلوفر کی خواہش تھی کہ کاوش کی دولت کا ایک ایک پیسہ فلاحی کاموں پر جلد از جلد خرچ کر دیا جائے لیکن اسے جتنی جلدی تھی' یہ کام اتنی جلدی نہیں ہو سکتا تھا۔ وکیل نے ایسی منصوبہ بندی کی تھی کہ سارے کام قاعدے قرینے سے ہوں اور ایسا ہرگز نہ ہو کہ نیلوفر پائی پائی کو محتاج ہو جائے۔

دوستوں کی رفاقت کے باعث کمال دو تین ماہ بعد اپنی معمول کی زندگی کی طرف لوٹنے لگا تو اس کے دوستوں نے اطمینان کی سانس لی۔

ایک دن کمال کی ملاقات محسن سے ہوئی تو اس نے نیلوفر کے بارے میں پوچھا۔

"نیلوفر بھابی کی حالت اب کافی بہتر ہے۔" محسن نے بتایا "وہ بات چیت کرنے لگی ہیں لیکن کام کی باتوں سے ہٹ کر انہوں نے کچھ بولنا اب بھی شروع نہیں کیا ہے۔ ماتمی لباس وہ اب بھی پہنے رہتی ہیں' لیکن میرا خیال ہے کہ ان کی حالت اب کافی بہتر ہے۔"

"تمہاری بہن اب بھی انہی کے ساتھ ہے۔"

"ہاں۔ ابھی میں مزید کچھ عرصے عائشہ کو نیلوفر بھابی کے قریب رکھنا چاہتا ہوں۔ ذہنی طور پر پوری طرح درست انہیں اب بھی نہیں سمجھا جا سکتا لیکن میرا خیال ہے کہ اب کوئی تشویش کی بات نہیں ہے۔ اسی لیے آج ہی عائشہ وہاں سے گھر لوٹ آئی ہے۔ کل پھر چلی جائے گی۔ دراصل آج اسے گھر پر اپنے شوہر کی برسی کرنا ہے۔ کل وہ پھر بھابی کے پاس چلی جائے گی۔"

"گویا اب فکرمندی کی کوئی بات نہیں؟"

"کم از کم میں ایسا ہی سمجھتا ہوں۔ یہ تو شاید ابھی بہت عرصے تک ممکن نہ ہو کہ وہ کاوش کو بھول جائیں لیکن میرا یہ خوف ضرور ختم ہو گیا ہے کہ وہ خود کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچا بیٹھیں۔ ذہنی عدم توازن کی بات اب نہیں رہی ہے لیکن ان کا صدمہ ختم نہیں ہوا ہے۔ عائشہ نے انہیں کبھی مسکراتے ہوئے بھی نہیں دیکھا۔"

○☆○

محسن جس وقت یہ بات کہہ رہا تھا' اسی وقت نیلوفر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی ہوئی ہنس رہی تھی۔ ہنستے ہنستے وہ کبھی اپنے عکس کی طرف دیکھتی تھی اور کبھی اس کی نظر ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی ہوئی کاوش کی تصویر پر جم جاتی تھی۔

چند لمحے بعد اس کی ہنسی رکی لیکن ہونٹوں پر مسکراہٹ قائم رہی۔ وہ کاوش کی تصویر سے مخاطب ہو گئی "آپ بھی سوچتے ہوں گے کہ میں پاگل ہو گئی ہوں۔ اتنے دن سے میں نے یہ سوگواری کا لباس پہن رکھا ہے۔ آخر میں نے ایسا کیوں کیا ہے؟ آپ تو اب بھی میرے قریب ہیں۔ رات کو سوتے سوتے مجھے ایسا لگتا ہے جیسے آپ کی سانسیں میرے چہرے سے ٹکرا رہی ہوں۔ جب میں لان میں ٹہلتی ہوں تو بھی مجھے ایسا لگتا ہے کہ آپ میرے ساتھ ٹہل رہے ہوں۔ آپ مجھ سے باتیں بھی کرتے ہیں۔ بس وہ باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔ تو جب آپ ہر وقت میرے ساتھ رہتے ہیں تو مجھے سوگوار لباس پہننے کی کیا ضرورت ہے؟ میں وہ ساڑی باندھتی ہوں جس کا رنگ آپ کو بہت پسند ہے۔"

اس نے سوگوار لباس اتار ڈالا۔ کاوش کی پسند کی ایک ساڑی باندھی اور ہلکا سا میک اپ کیا۔ اس نے شادی سے پہلے کبھی میک اپ نہیں کیا تھا لیکن شادی کے بعد کاوش کے اصرار پر میک اپ کرنے لگی تھی۔

تیار ہو کے اس نے پھر کاوش کی تصویر کی طرف دیکھا "کیسی لگ رہی ہوں؟"

پھر وہ کمرے سے نکلی اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے کوٹھی کے ایک دروازے سے نکل کر عقبی لان میں پہنچ گئی۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ وہ وہاں ٹہلنے لگی پھر چند منٹ ہی گزرے تھے کہ کسی طرف سے لالو ادھر نکل آیا۔

"آج آپ کی طبیعت بالکل ٹھیک لگ رہی ہے بیگم صاحب جی!" وہ حریص نگاہوں سے نیلوفر کی طرف دیکھ رہا تھا "آپ بہت اچھی لگ رہی ہیں۔"

نیلوفر نے خون خوار نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا "الو کا پٹھا!" وہ غرائی اور پھر تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے کوٹھی کے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

لالو نے برا سا منہ بنایا۔

"عجیب چیز ہووے ہے یہ عورت بھی۔" وہ بڑبڑاتا ہوا سرونٹ کوارٹرز کی طرف بڑھ گیا۔